مَا اَنزَلَ اللّٰہ

قرآنی حقائق اور ہمارا معاشرہ

حیدر علی

نام کتاب : مَا اَنْزَلَ اللّٰہ

مصنف : حیدر علی 0321-9664574

سنِ اشاعت : 2020ء

اہتمام :

مطبع :

تعداد :

قیمت :

انتساب

احتشام حیدر اور انضمام حیدر

کے نام

فہرست عنوانات

دیباچہ

یہ 2013ء کی بات ہے کہ میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ ایسی تحریر لکھی جائے جس سے قرآن کریم کے نظریات کچھ وضاحت سے سامنے آسکیں۔ان دنوں میں ہی اس کتاب پر کام شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ معاشی معاملات اور صحت کے معاملات کو ساتھ لے کر چلتے ہوئے آج جون 2020ء میں یہ کام مکمل ہوا۔اور یہ کتاب آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی وحی آتی ہے تو پہلے سے لوگ مختلف نظریات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔اور جب وحی ان کو بتاتی ہے کہ وہ غلط راستے پر ہیں تو اسی معاشرے کے افراد وحی اور نبیؑ کے دشمن بن جاتے ہیں۔ بعینہ جب قرآن آیا تو مکہ کے لوگ اپنے طریقے پر دین پر عمل پیرا تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ شرک جیسی نجاست میں بھی مبتلا تھے۔ جب نبی کریمؐ نے ان لوگوں کو ان کے غلط راستے کی نشاندہی کی تو وہ آپؐ کے سخت دشمن ہو گئے۔ یہاں تک کے آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کو ہجرت کر کے اپنا آبائی علاقہ چھوڑنا پڑا۔

جو لوگ دین کا کام قرآن کریم کی بنیادوں پر کر رہے ہیں ان کے لیے آج بھی ایسی ہی صورتحال ہے۔ جب بھی معاشرے میں کسی نظریے پر بات ہوتی ہے تو قرآن کے مقابلے میں بے شمار نظریات سامنے آجاتے ہیں۔اور جب آپ لوگوں کو خالص قرآن پر لانا چاہتے ہوں اور آپ کے پاس ٹھوس دلائل بھی موجود ہوں تو پھر بھی آپ کے سر پر کفر کے فتوے،اور سخت مخالفت سایہ کی طرح موجود رہتی ہے۔مگر جس فرد کا سینہ قرآن نے روشن کر رکھا ہو۔اور وہ اپنے نظریات پر قرآن کریم کو معیار مانتا ہو۔تو اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے **فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا**۔

اس کتاب میں معاشرے میں پائے جانے والے مختلف نظریات کے مقابلے میں قرآن کریم کے بیان کردہ نظریات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اور کوشش کی گئی ہے کہ ہر طرح سے قرآن کریم سے دلائل فراہم کئے

جائیں تا کہ کوئی بھی بات مبہم نہ رہ پائے۔وسعت نظری اور برداشت ایک صحت مند معاشرے کی روایت ہوتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ آپ کو میرے پیش کردہ حقائق سے اختلاف ہو۔تو آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے ذہن کو مزید وقت دیں اور ان حقائق پر غور وفکر کریں۔اور اپنے دلائل اکٹھے کریں۔اور اپنی سوچ اور دلائل سے مجھے بھی آگاہ کریں۔تا کہ مجھے بھی اپنی رائے پر نظر ثانی کا موقع مل سکے۔اور اگر میری باتیں آپ کو اچھی لگیں تو ان کو آگے بھی پھیلائیں تا کہ کارِ خیر میں آپ کا حصہ بھی شامل ہو جائے۔

میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی ہے کہ میری تحریر میں کسی کی بھی دل آزاری نہ ہو۔اِلّا یہ کہ کچھ شخصیات کا نام لینا بہت مجبوری بن گیا ہے۔

اس کتاب کی تدوین واشاعت کے لیے تعاون پر علامہ افتخار تبسم صاحب کا شکر گزار ہوں۔اور اس کے ساتھ ہی شیخ امتیاز عثمانی صاحب کا بھی جنہوں نے اس پر نظر ثانی بھی کی۔حوصلہ افزائی بھی کی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اس کے ساتھ ہی میں محمد حنیف ونیس صاحب (سابقہ ناظم جامعہ سلفیہ،فیصل آباد) کا خاص طور پر مشکور ہوں۔جنہوں نے دامے درمے سخنے میری راہنمائی کی۔اور ان کی وجہ سے قرآن کریم کے بہت سے مقامات مجھ پر آشکار ہوئے۔اور انہوں نے ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کی اور ہر وقت کچھ علمی کام کرنے کی رغبت دلائی۔ان کی وجہ سے میں گھر سے نکلا اور شہر میں کچھ مقامات پر دروسِ قرآنی میں شرکت شروع کی۔یوں میں قرآن سے جڑا رہا۔اللہ تعالی ان تمام احباب کو جزائے خیر دے۔انسان خود کچھ بھی نہیں ہوتا۔مگر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس کو صحیح پٹڑی پر ڈال دیتے ہیں۔علم کو کبھی بھی ٹھہراؤ نہیں آسکتا۔یہ ہر لحظہ بڑھتا ہی جائے گا۔قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ہر زمانے کی ترقی کو ساتھ لے کر چلنے والی ہے۔جیسے جیسے انسان قرآن پر غور وتدبر کرتا جائے گا۔ترقی کی راہیں مزید روشن ہوتی جائیں گی۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں شکر کے کلمات ادا کرتا ہوں۔بے شک صرف وہی ذات ہی تعریف کے لائق ہے اسی کی عطا کردہ توفیق اور قدم بہ قدم راہنمائی اور مشکل حالات میں اس کی مدد کی وجہ سے یہ سارا سفر بہ آسانی طے کرنے کے قابل ہوا۔اللہ تعالی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین

حیدر علی۔فیصل آباد

20 جون،2020ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

آدم اور شیطان

اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے اختیار و ارادہ اور عقل و شعور کی صفات سے نوازا۔ آدمؑ کو حکم ہوا کہ تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔ اور جہاں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو۔ اس وقت آدم و حواؑ پر صرف ایک پابندی لگائی گئی۔ اور وہ یہ کہ (خاص شجر) کے قریب نہ جانا۔ یہاں دو نکات کی وضاحت ضروری ہے۔

1۔آدم کی پیدائش 2۔شجر ممنوعہ

1۔ آدم کی پیدائش

کچھ حلقوں کی طرف سے یہ سوال اٹھایا جا رہا ہے بلکہ کچھ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہاں ایک گروہ سے خطاب ہے۔ نہ کہ صرف اکیلے آدم سے۔ اس کی بنیاد ایک تو ڈارون کا نظریہ ارتقا ہے جس کے مطابق انسان بندر کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اور دوم کچھ مقامات پر اس واقعہ میں اللہ تعالی نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ انسانی پیدائش کے بارے میں چند آیات دیکھتے ہیں

سورہ التین (95) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ﴿4﴾

ہم نے انسان کو بہت ہی عمدہ حالت میں پیدا کیا ہے۔

یعنی انسان کو بہترین Proportion پر پیدا کیا ہے جسم کی ہیئت اور جسمانی اعضاء کا مناسب استعمال اسے جانوروں سے ممتاز کرتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں

سورہ ص (38) إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں (71) جب

اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا (72) تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا (73) مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہوگیا (74) (اللہ نے) فرمایا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آ گیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ (75)

اوپر والی آیات سے واضح ہے کہ انسان جب پیدا کیا گیا تو اس کے ساتھ ہی فرشتوں کو حکم ہوگیا کہ اس کے آگے سجدہ کریں۔ مزید یہ کہ زمین و آسمان کی تخلیق کے سلسلہ میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے "کن" اور وہ ہو جاتی ہے مگر واحد انسان کے متعلق اتنی تفصیلات دی ہیں اور پھر یہ کہا کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر اللہ میں فرماتے ہیں۔

سورہ المومنون (23) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ﴿١٤﴾

اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا ہے (12) پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا (13) پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا۔ پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی۔ پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا۔ پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا۔ تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے (14)

یہ ہے ساری تفصیل۔ اللہ تعالی نے اپنے آپ کو احسن الخالقین کہا۔ وہ تو قادر مطلق ہے بغیر کسی مسالا کے ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ کسی جانور یا بندر کو مزید روپ دے کر انسان بنائے۔ علاوہ ازیں ارتقاء تو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے۔ بہت سی مخلوقات نے اپنی شکلیں بدلیں۔ کئی معدوم ہوگئیں۔ اس کے علاوہ زمین کی ہیئت، خشکی، تری، پہاڑ، دریا ہر وقت تبدیلی کی زد میں ہیں۔ اگر ڈارون کا نظریہ ارتقا ہی حتمی ہے تو وہ چیمپینزی تک ہی کیوں رک گیا۔ وہ جس Missing link کا ذکر کرتا ہے وہ کہاں ہے؟

مگر ہمارے کچھ مفکرین سائنس سے مرعوب ہو کر قرآن کی آیات کو سائنس کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ "نفس واحدہ" کو ایک cell سے تعبیر کیا۔ حیرت ہے کہ پورے قرآن میں لفظ نفس کا ترجمہ بطور "ایک انسان، جان یا روح" کے کیا جاتا ہے۔ اور اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ان لوگوں نے کہا کہ سب سے پہلے آدم بطور ایک انسان نہیں بلکہ ایک پوری نسل کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور اسی زمین پر ہی یہ تخلیق کیا گیا۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ البقرہ (2) وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٣٥﴾ فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣٦﴾ فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿٣٧﴾ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

اور ہم نے کہا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو) لیکن اس درخت کے پاس نہ جانا نہیں تو ظالموں میں (داخل) ہو جاؤ گے (35) پھر شیطان نے دونوں کو وہاں سے پھسلا دیا اور جس (عیش ونشاط) میں تھے، اس سے ان کو نکلوا دیا۔ تب ہم نے حکم دیا کہ (بہشت بریں سے) چلے جاؤ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن ہو، اور تمہارے لیے زمین میں ایک وقت تک ٹھکانا اور معاش (مقرر کر دیا گیا) ہے (36) پھر آدم نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اس نے ان کا قصور معاف کر دیا بے شک وہ معاف کرنے والا (اور) صاحب رحم ہے (37) ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (38)

اب یہ چیز ذہن میں رہے کہ ملئکہ کے لیے آدم کو سجدے کا حکم اور شیطان کا اللہ کو چیلنج گزر چکا ہے۔

اس کے بعد پہلا حکم آدم کو اللہ نے دیا ہے کہ "اسْكُنْ أَنْتَ "زَوْجُكَ" واحد مخاطب کے صیغے ہیں۔"وَ كُلَا" اور "وَ لَا تَقْرَبَا" اور اگلی آیت میں "فَأَزَلَّهُمَا، فَأَخْرَجَهُمَا اور كَانَا" یہ سب تثنیہ کے صیغے ہیں۔ اور صرف ایک حکم "اهْبِطُوا" جمع کا صیغہ ہے جو ان آیات میں دو مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ اب اس ایک جمع والے لفظ کو بنیاد مان کر یہ عقیدہ قائم کر لینا درست نہیں کہ وہاں کسی انسانی گروہ سے خطاب ہے۔ حالانکہ اس کی آسان دلیل یہ ہے کہ آدم اس کی بیوی اور شیطان۔ ان کے لیے یہ جمع کا صیغہ استعمال کیا۔ جبکہ یہی لفظ قرآن نے ایک اور جگہ تثنیہ کے معنوں میں استعمال کیا۔

سورہ طہ (20) قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى ﴿١٢٣﴾

فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں بعض بعض کے دشمن (ہوں گے) پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا (123)

اب یہاں دیکھئے اِهْبِطَا کے ساتھ ہی جَمِيعًا کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ تو یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے اس میں اصل واقعہ کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ نہ کہ باہر کے نظریات سے مرعوب ہو کر ان کے لیے قرآن کریم سے سند حاصل کرنے کے لیے جواز تلاش کیے جائیں۔

اس لیے قرآن کریم کے ان مقامات سے واضح ہے کہ اولین پیدائش صرف آدمؑ اور اس کے بعد ان کی بیوی کی ہوئی۔ اور پھر جنت سے آدم، حوا اور شیطان سبھی زمین کی طرف اترے۔ تو جمع کا صیغہ قابل فہم ہے۔

مزید وضاحت کرتے چلیں کہ جنت ایک علیحدہ مقام (Place) ہے۔ اور زمین علیحدہ۔ کچھ لوگوں نے اس میں بھی کنفیوژن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہا کہ یہ واقعہ ایک تمثیل ہے۔ یا جنت جگہ نہیں بلکہ کیفیت کا نام ہے۔ مگر قرآن کریم کے مطابق۔

سورہ طہ (20) قُلْنَا يَا آدَمُ إِنَّ هَٰذَا عَدُوٌّ لَكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ

فَتَشْقٰی ﴿۱۱۷﴾ إِنَّ لَکَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرٰی ﴿۱۱۸﴾ وَأَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَلَا تَضْحٰی ﴿۱۱۹﴾

ہم نے فرمایا کہ اے آدم! یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوا نہ دے۔ پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ (117) یہاں تم کو یہ (آسائش) ہے کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے (118) اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ (119)

یہ صفات اور خصوصیات زمین کی زندگی پر ناممکن ہیں۔

2۔ شجر ممنوعہ۔

اب آتے ہیں اس واقعہ کی طرف جس کی وجہ سے آدمؑ اور حواؑ کو جنت سے نکلنا پڑا۔ عام تفاسیر میں یہی کہا جاتا ہے کہ یہ کسی درخت کا پھل تھا بلکہ کچھ نے یہ لکھا کہ یہ گندم کا پھل تھا جس سے آدمؑ وحواؑ کو منع کیا گیا۔ کچھ جدید مفسرین نے یہ کہا کہ پہلے پہل انسان ایک ہی امت تھے اور بعد میں ان میں اختلافات پیدا ہوئے۔ اور وہ فرقوں میں بٹ گئے۔ اس حالت کو شجر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسا کہ درخت کا تنا ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر بعد میں شاخیں جدا جدا ہو جاتی ہیں۔

مگر ہمارا نقطہ نظر کچھ مختلف ہے۔ قرآن کریم کے بہت سے مقامات ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے حتمی بات نہیں بتائی اور چند اشاروں اور کنایوں میں کچھ چیزیں بیان کر دی ہیں اور حتمی فہم انسانی عقل پر چھوڑ دیا ہے کہ آیا وہ اس سے ہدایت حاصل کرتا ہے یا نہیں۔ جو چیزیں ہمارے سامنے ہیں ان کے مطابق یہ کوئی کھانے کا پھل نہیں تھا بلکہ وہ جنسی عمل (Sex) تھا جس سے انہیں منع کیا گیا تھا۔ آیئے اس کے لیے قرآن کریم کی چند آیات ملاحظہ کرتے ہیں۔

سورہ الاعراف (7) فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا

ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ يَا بَنِيْ آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللّٰـهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يَا بَنِيْ آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَآ أَخْرَجَ أَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْآتِهِمَآ إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ أَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَإِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللّٰـهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰـهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٨﴾

تو شیطان دونوں کو بہکانے لگا تاکہ ان کی ستر کی چیزیں جو ان سے پوشیدہ تھیں کھول دے اور کہنے لگا کہ تم کو تمہارے پروردگار نے اس درخت سے صرف اس لیے منع کیا ہے کہ تم فرشتے نہ بن جاؤ یا ہمیشہ جیتے نہ رہو (20) اور ان سے قسم کھا کر کہا میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں (21) غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا جب انہوں نے اس پھل کو چکھا تو ان کی ستر کی چیزیں کھل چکی تھیں اور وہ بہشت کے (درختوں کے) پتے توڑ توڑ کر اپنے اوپر چپکانے لگے اور (ستر چھپانے لگے) تب ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کہ کیا میں نے تم کو اس درخت (کے پاس جانے) سے منع نہیں کیا تھا اور بتا نہیں دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے (22) دونوں عرض کرنے لگے کہ پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو ہم تباہ ہو جائیں گے (23) (اللہ نے) فرمایا (تم سب بہشت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک وقت (خاص) تک زمین پر ٹھکانہ اور (زندگی کا) سامان (کر دیا گیا) ہے (24) (یعنی) فرمایا کہ اسی میں تمہارا جینا ہوگا اور اسی میں مرنا اور اسی میں سے (قیامت کو زندہ کر کے) نکالے جاؤ گے (25) اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔ یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں

(26)اے بنی آدم (دیکھنا کہیں) شیطان تمہیں بہکا نہ دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو (بہکا کر) بہشت سے نکلوا دیا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیئے تا کہ ان کے ستر ان کو کھول کر دکھا دے۔ وہ اور اس کے بھائی تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے ہم نے شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق کار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے (27) اور جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ نے بھی ہم کو یہی حکم دیا ہے۔ کہہ دو اللہ بے حیائی کے کام کرنے کا ہرگز حکم نہیں دیتا۔ بھلا تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (28)

یہ سارا سیاق ہی واضح کر رہا ہے کہ یہ پھل وہی "جنسی عمل" ہے اور اس کے لیے لفظ "**الشجرہ**" بطور استعارہ استعمال کیا گیا ہے۔ آیت نمبر 20 بتا رہی ہے کہ شیطان نے اس لیے ان کو بہکایا "تا کہ ان کی پوشیدہ چیزیں ان کے سامنے کھول دے"۔ کوئی ظاہری پھل کھانے کے لیے یہ مقصد پیش نظر ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر آیت نمبر 22 میں جب یہ کہا "جب انہوں نے چکھ لیا پھل تو کھل چکی تھیں ان کے ستر کی چیزیں۔" تو یہ لازم ہے کہ جنسی عمل کے لیے کپڑوں کا اترنا اور ستر کی چیزوں کا بے نقاب ہونا۔ باقی یہ قرآن کا اسلوب ہے کہ بعض اوقات نتیجہ پہلے بتا کر علت بعد میں بیان ہوتی ہے۔ پھر یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ "**الشجرہ**" بے شمار جگہ پر "**هذه**" کی ضمیر سے آیا ہے۔ مگر اس آیت میں "**تلكما**" کی ضمیر ظاہر کر رہی ہے کہ آدم وحوّا دونوں کے جنسی اعضاء کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے بعد آیت نمبر 26 اور 27 کا مضمون بھی اس پر دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالی نے لباس اتارا جو ایک تو بدن کو زینت دے اور پھر پردے کے لیے ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ تقوی کا لباس سب سے بہتر ہے جو کہ زنا اور اس سے متعلقہ لوازمات سے بچ رہنے سے ہی حاصل ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالی اولادِ آدم کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہیں شیطان تمہیں بھی بہکا نہ دے۔ جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا اور ان سے ان کے کپڑے اتروا دیئے۔ اگر واقعی کسی درخت کا کوئی پھل مراد تھا تو یہاں اللہ کو یہی نصیحت کرتے ہوئے یہ کہنا چاہیئے

تھا کہ تم بھی ویسا ہی پھل نہ کھا لینا جیسا تمہارے والدین نے کھایا تھا۔ "کما" کا لفظ ظاہر کر رہا ہے کہ انسانیت کے لیے یہ نصیحت ہے کہ ویسے عمل سے بچنا ہے جیسے ہمارے والدین نے کیا تھا اور جنت سے نکالے گئے۔ یہی مضمون سورہ طہٰ (20) میں بیان ہوا ہے۔ آیئے ملاحظہ کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ إِلٰىٓ اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا إِلَّآ إِبْلِيْسَ أَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يَا اٰدَمُ إِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾ إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا اٰدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾

اور ہم نے پہلے آدم سے عہد لیا تھا مگر وہ (اسے) بھول گئے اور ہم نے ان میں صبر وثبات نہ دیکھا (115) اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو سب سجدے میں گر پڑے مگر ابلیس نے انکار کیا (116) ہم نے فرمایا کہ آدم یہ تمہارا اور تمہاری بیوی کا دشمن ہے تو یہ کہیں تم دونوں کو بہشت سے نکلوا نہ دے۔ پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ (117) یہاں تم کو یہ (آسائش) ہوگی کہ نہ بھوکے رہو نہ ننگے (118) اور یہ کہ نہ پیاسے رہو اور نہ دھوپ کھاؤ (119) تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا۔ (اور) کہا کہ آدم بھلا میں تم کو (ایسا) درخت بتاؤں (جو) ہمیشہ کی زندگی کا (ثمرہ دے) اور (ایسی) بادشاہت کہ کبھی زائل نہ ہو (120) تو دونوں نے اس سے کھا لیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتّے چپکانے لگے۔ اور آدم نے اپنے پروردگار کے حکم خلاف کیا تو (وہ اپنے مطلوب سے) بے راہ ہو گئے (121)

ان آیات میں بھی نفس مضمون وہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمؑ سے عہد لیا مگر وہ ثابت قدم نہ رہے اور کنٹرول نہ رکھ پائے۔ جیسا کہ (7/27) میں بیان ہوا ہے۔ کہ شیطان اور اس کا قبیل انسان کو وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے انسان اسے نہیں دیکھ سکتا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ شیطان نے آدمؑ کے

سامنے آ کر تو یہ نہیں کہا کہ یہ کام کرلو۔ بلکہ اس نے وسوسہ ڈالا۔ جو کہ شیطان کا طریقہ کار ہے۔ اس کے بعد انسان کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اس وسوسہ کے پیچھے چلتا ہے یا چونک کر اسے رد کر دیتا ہے۔ اب آدمؑ جنسی کشش کے آگے ہتھیار ڈال چکے تھے اور ان کو اپنے اوپر کنٹرول نہیں رہا تھا۔ یہاں کچھ لوگ اعتراض کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت حواؑ کے لیے آدمؑ کی بیوی کا لفظ استعمال کیا ہے تو پھر اس فعل کی ممانعت کیونکر ہوسکتی ہے۔ مگر یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہ پابندی اللہ تبارک و تعالی کی طرف سے لگائی گئی تھی۔ یہ اس کی مشیت اور حکمت تھی۔ بہر طور سیاق و سباق اسی چیز کی طرف ہی رہنمائی کر رہے ہیں۔

شیطان کا چیلنج۔

اب اس قصہ سے ذرا پیچھے کی طرف چلتے ہیں جہاں اللہ تعالی کا مکالمہ ہے شیطان کے ساتھ۔ جس میں اللہ تعالی نے حکم دیا ہے کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو شیطان نے انکار کر دیا۔ اور کچھ توجیحات پیش کیں جو آگے آیات میں سامنے آ رہی ہیں۔ یعنی اللہ تعالی ایک مخلوق پیدا کر رہے ہیں جنت میں بسانے کے لیے۔ اور شیطان یہ کہہ رہا ہے کہ میں اس کے سامنے نہیں جھکوں گا۔ الٹا اس کو اور اس کی اولاد کو گمراہ کر دوں گا۔ جب کہ اللہ تعالی اس چیلنج کو قبول کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے شک انسان مٹی سے بنا ہے مگر اس میں صلاحیت ہے کہ تجھے شکست دے دے۔ اب اس کے بعد اس چیلنج اور مقابلے کے اصول وضوابط طے پا گئے۔ انسان اس دنیا میں آ بسا اور شیطان کو قیامت تک مہلت مل گئی۔ اس کی تفصیلات دیکھتے ہیں۔

سورہ الاعراف(7) وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَآئِكَةِ اسْجُدُوْا لِآدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ أَنْظِرْنِيْ إِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِيْ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ

شَاكِرِينَ ﴿١٧﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾

اور ہم ہی نے تم کو (ابتدا میں مٹی سے) پیدا کیا پھر تمہاری صورت شکل بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم کے آگے سجدہ کرو تو (سب نے) سجدہ کیا لیکن ابلیس! کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں (شامل) نہ ہوا (11) (اللہ نے) فرمایا جب میں نے تجھ کو حکم دیا تو کس چیز نے تجھے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اس نے کہا کہ میں اس سے افضل ہوں۔ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے بنایا ہے (12) فرمایا تو (بہشت سے) اتر جا تجھے شایاں نہیں کہ یہاں غرور کرے پس نکل جا۔ تو ذلیل ہے (13) اس نے کہا کہ مجھے اس دن تک مہلت عطا فرما جس دن لوگ (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے (14) فرمایا (اچھا) تجھ کو مہلت دی جاتی ہے (15) (پھر) شیطان نے کہا مجھے تو تُو نے گمراہ کیا ہی ہے میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان (کو گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا (16) پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤں گا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا (17) (اللہ نے) فرمایا، نکل جا۔ یہاں سے پاجی۔ مردود۔ جو لوگ ان میں سے تیری پیروی کریں گے میں (ان کو اور تجھ کو جہنم میں ڈال کر) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا (18)

مزید دیکھیے

سورہ بنی اسرائیل (17) وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿٦١﴾ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٢﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ﴿٦٣﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿٦٤﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ ۚ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا ﴿٦٥﴾

اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا۔ بولا کہ

بھلا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے (61) (اور از راہ طنز) کہنے لگا کہ دیکھ تو یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے۔ اگر تو مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں تھوڑے سے شخصوں کے سوا اس کی (تمام) اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا (62) خدا نے فرمایا (یہاں سے) چلا جا۔ جو شخص ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو تم سب کی جزا جہنم ہے (اور وہ) پوری سزا (ہے) (63) اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکاتا رہ۔ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ اور ان کے مال اور اولاد میں شریک ہوتا رہ اور ان سے وعدے کرتا رہ۔ اور شیطان جو وعدے ان سے کرتا ہے سب دھوکا ہے (64) جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ زور نہیں۔ اور (اے پیغمبر) تمہارا پروردگار کارساز کافی ہے (65)

بیان کردہ آیات سے واضح ہے کہ شیطان بتا رہا ہے کہ کس طرح سے آدمؑ اور اس کی اولاد کو گمراہ کرے گا اور اس پر اللہ تعالی شیطان کی کچھ مزید صفات بیان کر کے کہتے ہیں کہ جتنا تیرا داوٴ ہے استعمال کر دیکھ۔ میرے بندے تیری چال میں آنے والے نہیں۔ اور جو تیرے پیچھے چل پڑا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ شیطان نے اپنے لیے ایک مہلت طلب کی جو اسے دے دی گئی۔ مزید تفصیل دیکھئے۔

سورہ الحجر (15) وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَآئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ م بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿٢٨﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٢٩﴾ فَسَجَدَ الْمَلَآئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ أَنْ يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ﴿٣٢﴾ قَالَ لَمْ أَكُنْ لِأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٣٤﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٣٥﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٣٦﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَـٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ

﴿٤١﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيسَ لَکَ عَلَيهِمْ سُلطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾

اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے ایک بشر بنانے والا ہوں (28) جب اس کو (صورت انسانیہ میں) درست کرلوں اور اس میں اپنی (بے بہا چیز یعنی) روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا (29) تو فرشتے تو سب کے سب سجدے میں گر پڑے (30) مگر شیطان! کہ اس نے سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کردیا (31) (خدا نے فرمایا) کہ اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا (32) (اس نے) کہا کہ میں ایسا نہیں ہوں کہ انسان، جس کو تو نے کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے بنایا ہے سجدہ کروں (33) (خدا نے) فرمایا یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے (34) اور تجھ پر قیامت کے دن تک لعنت (برسے گی) (35) (اس نے) کہا کہ پروردگار مجھے اس دن تک مہلت دے جب لوگ (مرنے کے بعد) زندہ کئے جائیں گے (36) فرمایا کہ تجھے مہلت دی جاتی ہے (37) وقت مقرر (یعنی قیامت) کے دن تک (38) (اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہوں) کو آراستہ کردکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا (39) ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں (ان پر قابو چلنا مشکل ہے) (40) (خدا نے) فرمایا کہ مجھ تک (پہنچنے کا) یہی سیدھا رستہ ہے (41) جو میرے (مخلص) بندے ہیں ان پر تجھے کچھ قدرت نہیں (کہ ان کو گناہ میں ڈال سکے) ہاں بد کرداروں میں سے جو تیرے پیچھے چل پڑے (42) اور ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے (43) اس کے سات دروازے ہیں۔ ہر ایک دروازے کے لیے ان میں سے جماعتیں تقسیم کردی گئی ہیں (44)

شیطان نے تکبر کیا اور اللہ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا۔ اور یہ وجہ بیان کی کہ چونکہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے۔ اس لیے میں اس سے برتر ہوں۔ اور میں اپنے سے کم تر کے آگے نہیں جھک سکتا۔ مگر اللہ نے آدمؑ کو عزت و تکریم سے

نوازا۔ اور جنت کو اس کا ہمیشہ رہنے والا گھر قرار دیا۔ اور تمام کائنات کی قوتوں کو انسان کے لیے مسخر کیا تاکہ ان سے کام لے سکے۔ یہ ساری عزت وتکریم شیطان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ اس لیے اس نے تہیہ کرلیا کہ انسان کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دے گا۔ اس نے اللہ سے مہلت طلب کی۔ اور اللہ نے کہہ دیا کہ تمہیں مہلت ہے مگر میرے بندوں پر تیرا کوئی اثر نہ ہوگا۔ مزید دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ ص (38) إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ
وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ
﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ
لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ
وَّخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ
يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ
﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٢﴾ إِلَّا
عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٨٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿٨٤﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكَ
وَمِمَّن تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٨٥﴾

جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے انسان بنانے والا ہوں (71) جب اس کو درست کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا (72) تو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا (73) مگر شیطان اکڑ بیٹھا اور کافروں میں ہوگیا (74) (خدا نے) فرمایا کہ اے ابلیس جس شخص کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اس کے آگے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ کیا تو غرور میں آگیا یا اونچے درجے والوں میں تھا؟ (75) بولا کہ میں اس سے بہتر ہوں (کہ) تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے بنایا (76) فرمایا یہاں سے نکل جا تو مردود ہے (77) اور تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت (پڑتی) رہے گی (78) کہنے لگا کہ میرے پروردگار مجھے اس روز تک کہ لوگ اٹھائے جائیں مہلت دے (79) فرمایا کہ

تجھ کو مہلت دی جاتی ہے (80) اس روز تک جس کا وقت مقرر ہے (81) کہنے لگا کہ مجھے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو بہکا تا رہوں گا (82) سوا ان کے جو تیرے خالص بندے ہیں (83) فرمایا سچ (ہے) اور میں بھی سچ کہتا ہوں (84) کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا (85)

فالحق والحق اقول سے یہ بات طے ہوگئی کہ شیطان کو قیامت تک کے لیے مہلت ہے اور جو اس کے راستے پر چلے گا اس کا دائمی ٹھکانہ جہنم ہے۔ اب شیطان کا ٹارگٹ یہ ہے کہ انسان جنت میں نہ جانے پائے۔ اور انسان نے اپنے آپ کو جنت کا اہل ثابت کرنا ہے۔ اس طرح سے یہ چیز بہت واضح ہے کہ شیطان کا اللہ سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی انسان کا اللہ سے کوئی مقابلہ ہے۔ اللہ کی ذات بہت ہی شان اور قوت والی ہے اس سے کسی کا مقابلہ ممکن نہیں ہے۔ اصل مقابلہ انسان کا شیطان سے ہے۔ اسی کی بنیاد پر انسان کا مقدر جنت یا جہنم ہے۔

بنیادی بات یہ ذہن نشین کرنے کی ہے کہ یہ دنیا بطور ایک آزمائش کے ہے اس لیے یہ عارضی ہے انسان کا اصل ٹھکانہ آخرت کی زندگی ہے۔ اور دوسری چیز یہ کہ یہ عدم مساوات پر قائم ہے جو کہ آزمائش کی ایک ضروری شرط ہے۔ آزمائش کا مطلب ہے کہ غیر موافق حالات (Unfavorable Conditions).

ہمارے ہاں یہ تصور رائج پا چکا ہے کہ جنت انسان کو بطور استحقاق مل جاتی ہے۔ اگر کوئی جہنم میں چلا بھی جاتا ہے۔ تو اپنی سزا پوری کر کے جنت میں چلا جائے گا۔ جیسا کہ یہود نے کہا کہ ہرگز آگ نہ چھوئے گی مگر صرف چند دن۔ اور وہیں سے یہ تصور مسلمانوں میں آ گیا حالانکہ قرآن کریم نے ایسے تصور کا سخت انداز میں رد کیا ہے۔ اور یہود کے تصور پر کہا کہ اگر اللہ نے کوئی ایسا عہد کیا ہے تو اللہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اور پھر کہا کہ یہ ان کی آرزوئیں ہیں۔ یہ چیز اللہ کے پروگرام میں شامل ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

سورہ سجدہ (32) وَلَوْ تَرٰىٓ اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْ رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ

حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَـٰذَا إِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾

اور کاش تم دیکھو کہ گنہگار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں گے (اور کہیں گے کہ) اے ہمارے پروردگار ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہم کو (دنیا میں) واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں بیشک ہم یقین کرنے والے ہیں (12) اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھردوں گا (13) سو (اب آگ کے) مزے چکھو اس لئے کہ تم نے اُس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا (آج) ہم بھی تمہیں بھلا دیں گے اور جو کام تم کرتے تھے اُن کی سزا میں ہمیشہ کے عذاب کے مزے چکھتے رہو (14)

پھر فرمایا سورہ سجدہ (32) وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾

اور جنہوں نے نافرمانی کی اُن کے رہنے کے لئے دوزخ ہے جب اس میں سے نکلنا چاہیں گے تو اس میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو (20)

مزید فرمایا سورہ البقرہ (2) بَلَىٰ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَـٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾

ہاں جو برے کام کرے، اور اس کے گناہ (ہر طرف سے) گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے (81)

یہاں یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ اصل واقعہ جو ہوا اللہ کے پاس۔ تو اس کی جزئیات اللہ نے کچھ کا ذکر کیا اور کچھ کا نہیں کیا۔ مگر قرآن میں کافی جگہ پر بیان کر دیا۔ کسی جگہ پر آیا ہے کہ جب شیطان نے سجدے سے انکار کر دیا تو اس کے بعد اللہ آدم کو جنت میں جانے کا حکم دے رہا ہے۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ اس حکم سے پہلے ہی شیطان قیامت کے دن تک کی مہلت مانگ رہا ہے۔ اب یہاں یہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان کو کیسے معلوم کہ واقعی آدمؑ کو جنت سے نکال دیا جائے گا۔ اور قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

اس لیے یہ ضروری نہیں کہ جن جزئیات پر وہ واقعہ ظہور میں آیا۔ اللہ نے وہ ساری جزئیات وقت کے لحاظ سے ہم کو بتا دی ہوں۔ بلکہ جو اللہ نے جس طرح ضروری سمجھا وہ ہمیں آگاہ کر دیا۔ اور لگ ایسا رہا ہے کہ جب اللہ تعالی نے انسان کو بنانے کا ارادہ فرشتوں سے ظاہر کیا تو جن جو اس سے پہلے کی مخلوق تھے ان کو بھی یہ سارا پروگرام اللہ نے بتا دیا ہوگا۔ اور جنت میں آدم وحواؑ کو بطور ٹرائل رکھا گیا۔ جس میں آدم وحواؑ ناکام ہو گئے۔ چنانچہ ان کو زمین پر بھیج دیا گیا۔ تاکہ اب آدمؑ کی اولاد میں سے ہر ایک اس آزمائش سے گزر جائے۔

آزمائش

یہ بات اٹل ہے کہ جنت میں صرف وہی لوگ جائیں گے جو نیک ہونگے اور جو اپنے عمل سے ثابت کر دیں گے۔ یعنی دنیاوی زندگی کی آزمائش میں جو لوگ نکھر جائیں گے۔ انسان جتنی دیر دنیا میں رہتا ہے اسے قدم قدم پر آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ مشکلات اللہ نے اس کے لیے بنائی ہیں بلکہ اس چیز کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔

انسان کے لیے یہ مشکلات اور یہ آزمائشیں اس کے اپنے جیسے انسانوں نے بنائی ہیں۔ اور اللہ تعالی کی ذات نے یہ چیک کرنا ہے کہ ہر قسم کی مشکل میں انسان کس طرح سے ردعمل React کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ نے جب انسان کو جنت سے نکال کر زمین پر بھیجا ہے تو ساتھ ہی کہہ دیا **بعضکم لبعض عدو** (البقرہ۔36) یعنی انسان ہی انسان کا دشمن ہے اور انسان ہی اس کے لیے مشکل کا باعث ہے اور وہی اس کے سامنے مسائل کھڑے کرتا ہے۔ اس چیز کا مشاہدہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں ہر جگہ کر سکتے ہیں۔ گھروں میں، دفتروں میں، بازاروں میں۔ کہیں باپ بیٹا ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہیں، کہیں ساس بہو نے گھر کو جہنم بنایا ہوا ہے۔ کہیں نند بھاوج ایک دوسرے کی جان کے پیاسے ہیں۔ کہیں میاں بیوی میں نباہ مشکل ہو رہا ہے۔ کہیں دو بھائی کسی

معاملے کی وجہ سے دشمن بنے ہوئے ہیں اور کہیں باس اپنے ورکرز کے لیے پریشانی کا سبب بنا ہوا ہے۔ آزمائش کی اس کے علاوہ بھی اور صورتیں ہیں۔ کہیں اتنی تنگدستی ہے کہ دو وقت کی روٹی کا ملنا مشکل ہے اور کہیں اتنی فراخی ہے کہ جو سرکشی میں تبدیل ہوگئی ہے۔ اب شیطان ہر ایک مدمقابل پر اپنے وار چلاتا ہے اور جو اس کے پیچھے چل پڑتا ہے وہ گمراہی کے راستہ کا اتباع کرتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ نے فرمایا

سورہ البقرہ (2) قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا)۔ تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (38)

پھر فرمایا

سورہ طہ (20) قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا ۖ وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿١٢٦﴾

فرمایا کہ تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔ تم میں بعض بعض کے دشمن (ہوں گے) پھر اگر میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا (123) اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہوجائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے (124) وہ کہے گا میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا (125) اللہ فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیے تھا) تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو تو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے (126)

اب یہ ظاہر ہوگیا کہ اوپر بیان کردہ متنازعہ معاملات میں جو شخص اللہ کی بیان کردہ ہدایت کے مطابق ردِعمل دے گا تو وہ فلاح پا جائے گا۔ اور ہوسکتا ہے ایسا کرنے میں اسے دنیاوی اعتبار سے کچھ نقصان کا سامنا کرنا پڑے۔ اسے اپنی حیثیت سے ہٹ کر جھکنا پڑے۔ چہ جائے کہ فریق مخالف شیطان کی پیروی میں اسے کتنا ہی زیادہ تنگ کردے۔ مگر یہ امتحان ہے صبر کا، برداشت کا، حوصلے اور ہمت کا، استقامت کا۔

زندگی جیسے جیسے اپنا سفر مکمل کرتی ہے مختلف جگہوں پر انسان کو مختلف طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور ہر آزمائش کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ اس کے بعد یا تو نئی آزمائش آتی ہے یا پھر ریلیف مل جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی آزمائشوں سے گزرنے کے ساتھ ہی کامیابی کی صورت میں انعام ساتھ ہی مل جاتا ہے اور انسان کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔

عقل و شعور۔

انسان کو دیگر مخلوقات میں جو فضیلت ہے وہ عقل و شعور کی وجہ سے ہے۔ اس لیے آسمانی ہدایت کے ساتھ ساتھ جو چیز سب سے اہم ہے وہ انسانی عقل کا استعمال ہے۔ نبیؑ جب کسی معاشرے میں آتے ہیں تو وہ سب سے پہلے لوگوں کی عقل کو اپیل کرتے ہیں۔ یہ نعمت اللہ نے انسان کو دی ہے تو اس کے مطابق اس کا ہی اللہ نے حساب لینا ہے۔ قرآن نے بے شمار جگہ پر عقل کے استعمال پر زور دیا ہے۔ کہیں کہا کہ "اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ تاکہ عقل سے کام لو (البقرہ 73)" اور کہیں کہا اولی الالباب اور فاعتبروا یاولی الابصار۔ اور كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ اس طرح خدا تمہارے لئے اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سوچو، غور و فکر کرو۔

اسی طرح انبیاؑ حضرات نے لوگوں کو ان کے معاملات میں جو مثالیں دی ہیں وہ ساری عقل کے استعمال سے متعلق ہیں۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی قوم سے کہا

سورہ الشعراء (26) وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ إِذْ تَدْعُوْنَ ﴿٧٢﴾ أَوْ

يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿۷۳﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿۷۴﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ
مَّا كُنتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۷۵﴾ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿۷۶﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ
﴿۷۷﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿۷۹﴾ وَإِذَا
مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿۸۰﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿۸۱﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي
خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿۸۲﴾

اوران کوابراہیمؑ کا حال پڑھ کر سنا دو(69) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو(70) وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں اور ان کی پوجا پر قائم ہیں (71) ابراہیمؑ نے کہا کہ جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری آواز کو سنتے ہیں؟(72) یا تمہیں کچھ فائدے دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟(73) انہوں نے کہا (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے(74) ابراہیمؑ نے کہا کیا تم نے دیکھا کہ جن کو تم پوجتے رہے ہو(75) تم بھی اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی(76) وہ میرے دشمن ہیں۔ مگر خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے)(77) جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے (78) اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے(79) اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے (80) اور جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا(81) اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا(82)

اسی طرح نبی کریمؐ نے اپنی قوم کے سامنے سب سے پہلے یہ بات رکھی کہ انہوں نے 40 سال ان میں گزارے ہیں۔ تو کیا اس سے نہیں پہچانتے۔ پھر جب کفار نے کہا کہ یہ کلام اس کو کوئی اور بندہ سکھا جاتا ہے تو آپ نے جواب دیا کہ اس کی تو زبان ہی عربی نہیں ہے۔ اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بے شمار جگہ پر یہ اسلوب استعمال کیا ہے۔ کبھی ہواؤں کی مثالیں ہیں کبھی بارش کی، کبھی فصلوں کی، کبھی خشکی و تری کی۔ یعنی جن چیزوں سے انسان کا واسطہ ہے انہی کے بارے میں وضاحت کر کے اللہ نے انسان کو اپنی عقل کے استعمال کرنے پر زور دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ نظریاتی حوالے سے ایک اصول متعین کر دیا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل (17) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی (36)

پھر فرمایا

سورہ اعراف (7) وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٧٩﴾

اور ہم نے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لیے پیدا کیے ہیں۔ ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں۔ اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (179)

عارضی جگہ۔

دنیا کی زندگی اللہ نے انسان کے لیے بہت خوشنما بنائی ہے۔ اور اسے ہر طرح سے مزین کیا ہے۔ مگر اس کو ہیشگی نہیں دی۔ جبکہ ہیشگی آخرت کو دی ہے۔ اور انسان کو متنبہ کر دیا ہے کہ یہاں جتنی دیر رہنا ہے اس کا اتنا ہی سامان اکٹھا کرے۔

سورہ النّازعات (79) فَأَمَّا مَن طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾

تو جس نے سرکشی کی (37) اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا (38) اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے (39) اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا (40) اس کا ٹھکانہ بہشت ہے (41)

پھر فرمایا

سورہ اعلیٰ (87) بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٧﴾

مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو (16) حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے (17)

پھر فرمایا

سورہ یونس (10) إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُوْنَ ﴿٧﴾ أُولَـٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں (7) ان کا ٹھکانہ ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے (8)

یہ سب کچھ اس وضاحت سے اس لیے بیان کر دیا کہ انسان اپنے آپ پر قابو رکھے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ دنیا کے اندر جھوٹی شان وشوکت Status-Co کی دوڑ ہے اور اس کو پانے کے لیے انسان ہر حد پھلانگتا چلا جاتا ہے۔ اور ہر جائز و ناجائز ذریعہ سے دولت اکٹھا کرنے کی ہوس میں ہے۔ اور ایسی ہی تربیت اولاد کی ہو جاتی ہے۔ پھر انسان کاروبار یا گھر والوں کی ناجائز خواہشات کو ڈھال بناتا ہے۔ حالانکہ اللہ نے واضح لفظوں میں بتا دیا ہے۔

سورہ انفال (8) وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾

اور جان رکھو کہ تمہارا مال اور اولاد بڑی آزمائش ہے اور یہ کہ خدا کے پاس (نیکیوں کا) بڑا ثواب ہے (28)

معاشرہ میں جو مادہ پرستی کی دوڑ چل نکلی ہے۔ جس میں ہر آنے والے وقت کے لیے انسان مال اور جائیداد اکٹھی کرتا چلا جا رہا ہے۔ حالانکہ دنیا بمثل ایک سرائے ہے اور اسے چاہئے کہ جتنا قیام کرنا ہے اتنا ہی اکٹھا کرے۔ اپنی خواہشات کی تکمیل کے بعد اگلی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کے لیے زیادہ سے زیادہ اکٹھا کر جایا جائے۔ جیسا کہ اگلے آنے والے بالکل لولے لنگڑے ہونے ہیں۔

انہوں نے کچھ نہیں کرنا۔ اسی لیے اللہ نے بار ہا انسان کو یہ احساس دلایا ہے کہ اسی دنیا سے متعلق نہ ہو کے رہ جانا۔

سورہ فاطر (35) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّـهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّـهِ الْغَرُورُ ﴿٥﴾

لوگو خدا کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے (5)

اور یہ سب کچھ اس لیے کہ جس دنیا کے لیے اور گھر والوں کے لیے انسان جائز و ناجائز کی ساری حدیں پھلانگتا ہے اور اس میں وقت کا گزرنا ایسا ہی ہے جیسا آنکھ کا جھپکنا۔ اللہ تعالی نے بے شمار قوموں کی مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ وہ تم سے زیادہ طاقتور تھے مال اور اولاد والے تھے اور ان کے پاس ہر شے بہت وافر مقدار میں تھی۔ مگر تم ان میں سے اکثر کا ذکر بھی نہیں پاتے۔ اور ایسا ہی مطالبہ لوگ روز محشر کریں گے کہ یا اللہ تم نے تو ہمیں زیادہ عرصہ رہنے ہی نہیں دیا۔ اس لیے اب ہمیں دوبارہ بھیج تا کہ ہم نیک عمل کریں۔

سورہ المومنون (23) قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ﴿١١٢﴾ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ﴿١١٣﴾ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١١٤﴾

(اللہ) پوچھے گا کہ تم زمین میں کتنے برس رہے؟ (112) وہ کہیں گے کہ ہم ایک روز یا ایک روز سے بھی کم رہے تھے، شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے (113) (اللہ) فرمائے گا کہ (وہاں) تم (بہت ہی) کم رہے۔ کاش تم جانتے ہوتے (114)

اس لیے آخرت کو ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے اور یہ ذہن میں دہراتے رہنا چاہئے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کا جواب دینا ہے۔

اب شیطان نے یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ دنیا اور اس کی زندگی کو مزین کر کے دکھائے گا۔ اور انسان کو اسی دنیا کی زندگی میں الجھا کے رکھ دے گا۔ اب ہم چند مقامات دیکھتے ہیں کہ وہ یہ سب کچھ کیسے کرے گا۔

شیطانی ہتھیار۔

شیطان جن ہتھیاروں سے انسان پر وار کرتا ہے اس میں کچھ تو بالکل واضح ہوتے ہیں جن کے بارے میں ہر ذی شعور جانتا ہے کہ یہ کام غلط ہے۔مثلاً جھوٹ بولنا، ملاوٹ کرنا، کرپشن کرنا، فحاشی وعریانی وغیرہ وغیرہ۔مگر اس کے بہت سے وار غیر مرئی ہوتے ہیں جن میں انسانوں کے پھنس جانے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ان میں سب سے اہم یہ ہیں۔

1۔سورہ البقرہ (2) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِيْ الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُمْ بِالسُّوٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ أَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰـهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾

لوگو! جو چیزیں زمین میں حلال طیب ہیں وہ کھاؤ۔اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔وہ تمہارا کھلا دشمن ہے(168)وہ تو تم کو برائی اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے اور یہ بھی کہ اللہ کی نسبت ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں (کچھ بھی) علم نہیں(169)

اس میں کچھ چیزیں واضح ہیں مگر جو آخری جملہ ہے وہ بہت ہی اہم ہے۔اور ایک عرصہ دراز سے لوگ اس کا شکار ہوتے آئے ہیں یعنی ہم لوگوں کا بالواسطہ (Directly) اسلام کا مطالعہ نہیں ہے یا ہم نے بالواسطہ دین، قرآن سے نہیں لیا۔بلکہ اس میں سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ ہم کس گھر میں پیدا ہوئے۔اور ہمیں بچپن سے کیا سکھایا گیا؟ اس کے بعد ہم جس مسجد اور مدرسہ میں آتے جاتے رہے۔وہاں جو علماء نے بیان کر دیا وہی ہم نے حرف آخر سمجھ لیا۔اور اگر ہم نے مطالعہ کی کوشش کی تو صرف اپنے مسلک اور صرف اپنے بزرگوں کی کتابیں پڑھ کے۔اس کے بعد نسل بعد نسل اسلاف کی عقیدت اور آباؤاجداد کی اندھی تقلید سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود کر دیتی ہے۔اور جو کچھ ہم تک پہنچتا ہے ہم اسے ہی حرف آخر سمجھنے لگتے ہیں۔ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہر محراب و منبر سے اٹھنے والی آواز اور ہر عالم کی کتاب میں وہی کچھ ہے جو اللہ کی منشا ہے۔

قارئین کرام! اللہ تعالی نے انسان کو زمین پر بھیجا تو اس کے ساتھ ہی اس کی ہدایت کے لیے کتابیں بھیجیں۔یہاں تک کہ آخری نبیؐ اللہ کا آخری پیغام یعنی قرآن کریم لے کر آئے۔اس کی

کچھ خصوصیات ایسی ہیں جو باقی کتب الہیہ کو حاصل نہ تھیں۔پہلی کتابوں کے پیروکار کچھ عرصہ بعد ان میں اپنی خواہشات داخل کر دیتے تھے۔یعنی تحریف کر دیتے اور شیطان بھی اس کام میں ان کا ہمنوا تھا۔اور اللہ تعالی ایک کے بعد دوسرا نیا پیغمبر بھیج کر اپنی وحی کو پھر سے خالص کر دیتے۔مگر آخری نبیؐ اور آخری کتاب کے بعد ہدایت کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔اس لیے اللہ نے اس کتاب کی حفاظت کا ذمہ بھی خود لیا اور یہ بھی واضح کر دیا کہ شیطان اس کے آگے اور پیچھے سے اس میں تحریف نہیں کر سکتا۔اس لیے اس کا جو نسخہ آج ہمارے پاس ہے ہو بہو وہی ہے جیسا نبی کریمؐ نے دیا۔

خدائی حفاظت کی وجہ سے اس میں تبدیلی ناممکن تھی۔اس لیے مفاد پرستوں اور فتنہ پسندوں نے شیطانی آلہ کار بن کر تراجم،شرحیں اور تفسیروں میں ذاتی خیالات داخل کئے اور مزید برآں امت کو قرآن سے دور رکھنے کے لیے فقہ، روایات، فتاوی، فرقہ بندی، پیر پرستی، مزارات اور تعویذ گنڈوں کے آہنی شکنجے ایسی مضبوطی سے کس دیئے کہ ہر قول اور عمل کی سند میں " قال رسول اللہ " سے اپنے تئیں کہہ کر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور ان اعمال میں اس قدر رچ بس گئے کہ قرآن کی واضح تعلیمات سے منہ موڑ لیا۔اس لیے آج کسی بھی گروہ کا عالم منبر پر کھڑا جو بیان کرتا ہے عوام اس کو اللہ کا فرمودہ ہی تصور کرتی ہے۔حالانکہ اللہ نے اس آیت میں واضح طور پر منع کیا کہ اللہ کی طرف وہ منسوب نہ کرو جو تم نہیں جانتے۔لیکن ان ذرائع سے شیطان لوگوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ کتنے ہی مسلمان ہیں جو ایسی باتیں بیان کر رہے ہوتے ہیں۔جن کی کوئی سند نہیں ہوتی۔مگر سننے والے سبحان اللہ، ماشاءاللہ کے نعرے بلند کر رہے ہوتے ہیں۔

2۔سورہ البقرہ (2) اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَاللّٰـهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰـهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٦٨﴾

(اور دیکھنا) شیطان (کا کہنا نہ ماننا وہ) تمہیں تنگ دستی کا خوف دلاتا اور بے حیائی کے کام کرنے کو کہتا ہے۔اور اللہ تم سے اپنی بخشش اور رحمت کا وعدہ کرتا ہے۔اور اللہ بڑی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے (268)

جہاد فی سبیل اللہ کے بعد سب سے بڑی نیکی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہے اور اللہ تعالی نے قرآن میں بار ہا اس کی تلقین کی ہے اور خرچ کرنے والوں کے لیے انعام واکرام گنوائے ہیں۔ اور کنجوسی کر کے مال جمع کرنے اور اسے گنتے رہنے کو وسیلہ عذاب قرار دیا ہے۔ اور یہاں تک کہا کہ قیامت کے روز یہی مال و دولت آگ میں تپایا جائے گا اور ان کے پہلو اور پیٹھیں داغے جائیں گے۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ شیطان ہر وقت انسان کو یہ بتاتا ہے کہ اگر خرچ کر دیا تو تنگدستی کا شکار ہو جاؤ گے۔ اور وہ انسان کو اس چیز کی ترغیب دیتا ہے کہ اول تو مال کو اپنے لیے ہی سنبھال کر رکھے۔ دوسرا خرچ کرے تو شیطانی رسومات پر اور اللہ کی راہ سے روکنے پر خرچ کرے۔

اس لیے اس چیز کا تعین بہت ضروری ہے کہ جو خرچ ہو رہا ہے وہ اللہ کی منشا اور اس کے راستے پر ہی خرچ ہو رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ اللہ کی راہ سے روکنے پر خرچ ہو رہا ہو۔ عمومی زندگی میں اللہ نے انسان کو بتایا ہے کہ خرچ کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے اور نہ ہی کنجوسی کرے۔ دینی معاملات پر خرچ کرتے ہوئے اس بات کو مدنظر رکھنا چاہیے کہ آپ کا پیسہ اسراف کی نذر تو نہیں ہو رہا۔ کیونکہ شیطان نے لوگوں کو ایسی راہیں دکھا دی ہیں جہاں لوگ نیک نیتی کے ساتھ چندہ دیتے ہیں مگر آگے اس کے استعمال میں اسراف وتبذیر کا عنصر واضح ہوتا ہے۔

اس کے بعد شیطان بے حیائی کے کام کرنے کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔ آج کے اس دور میں شیطان کے اس وار سے بچنا بہت مشکل کام ہے۔ جیسے جیسے میڈیا کو آزادی ملی ہے اور ٹیکنالوجی نے ترقی کی ہے ویسے ویسے بے حیائی کے کام کو وسعت ملی ہے اور موبائل کی بدولت گھر کا ہر فرد اس کی زد میں آچکا ہے۔ اس لیے والدین کو بچوں کو موبائل دیتے وقت اس چیز کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اور اس جانب بچوں کی پوری تربیت کرنی چاہیے کہ وہ اس کے استعمال میں اخلاقیات کو مد نظر رکھیں۔ اور گھروں پر کیبل سے بھی مخرب الاخلاق چینل بند کروا دیں۔ اور بچوں کو عبادات اور تلاوتِ قرآن کا پابند بنائیں۔ جس طرح کی ہم بچوں کی تربیت کریں گے ویسا ہی ان کا اخلاق بنے گا، اور خود بھی کوشش کریں کہ ہر وقت الرٹ رہیں اور ایسی چیزوں سے بچیں۔

3۔ سورہ النساء (4) لَعَنَهُ اللّٰهُ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿١١٨﴾

وَلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰـهِ ۚ
وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطَانَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰـهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ
وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

جس پر اللہ نے لعنت کی ہے (جو اللہ سے) کہنے لگا میں تیرے بندوں سے (غیر اللہ کی نذر دلوا کر مال کا) ایک مقرر حصہ لے لیا کروں گا۔ (118) اور ان کو گمراہ کرتا اور امیدیں دلاتا رہوں گا اور یہ سکھاتا رہوں گا کہ جانوروں کے کان چیرتے رہیں اور (یہ بھی) کہتا رہوں گا کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی صورتوں کو بدلتے رہیں اور جس شخص نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا وہ صریح نقصان میں پڑ گیا (119) وہ ان کو وعدے دیتا ہے اور امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ شیطان انہیں وعدے دیتا ہے جو دھوکا ہی دھوکا ہے (120)

شیطان اپنے داؤ پیچ بتا رہا ہے کہ وہ کس طرح سے انسانوں کو گمراہ کرے گا۔ اور ہم میں سے بہت سے لوگ اس کے جھانسے میں آئے ہوئے ہیں۔ اپنے ارد گرد دیکھ لیں۔ کس طرح مزارات کے جال بچھے ہوئے ہیں۔ اللہ کے نام پر گدی نشین معصوم انسانوں کا استحصال کر رہے ہیں۔ پھر شیطان انسانوں کو جھوٹی تسلیاں اور لارے لگاتا ہے۔ کہ کوئی انسان کیسا بھی شرک اور گمراہی کا کام کرے وہ اسے مزین کر کے دکھاتا ہے۔ اور آج کل ہم دیکھ رہے ہیں مزارات والی ویڈیوز، کس طرح سے مزید غلط کام کر رہے ہوتے ہیں اور وہ انہیں باعث ثواب سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی کاروبار میں بے ایمانی کر رہا ہے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ کاروبار میں ایسا ہی چلتا ہے۔ اور اگر وہ بہت ہی زیادہ غلط کام کر رہا ہے تو پھر بھی اس کے ذہن میں ہے کہ کچھ عبادات حج عمرہ وغیرہ کر لینے سے وہ گناہ معاف کروالے گا۔ شیطان اسے برابر ورغلاتا رہتا ہے کہ سب ٹھیک ہے۔ لوگ غلط کام بھی کر رہے ہوتے ہیں اور وہ یہی سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ اس سے اچھا کوئی کام نہیں ہے۔ اور ان کے علماء ان کو کچھ واقعات اور اقوال سنا کر بہلا رہے ہوتے ہیں کہ وہ بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔

سورہ النمل (27) اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ

﴿۲۳﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰـهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۲٤﴾

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے(23) میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم خدا کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال انہیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو (سیدھے) راستے سے روک رکھا ہے پس وہ راستے پر ہدایت نہیں پاتے۔(24)

اب دیکھئے کہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرنا کیسا غلط عمل ہے۔مگر شیطان نے اسے بھی مزین کر کے دکھا دیا ہے کہ لوگ اس کو بالکل درست سمجھ رہے ہیں۔اور یوں دھوکے کا شکار ہو رہے ہیں۔ بہت سے فرقے ہیں جنہوں نے ظاہری وضع قطع کو ہی دین کا مقصد سمجھ لیا ہے اور بہت سے ہیں جنہوں نے صرف عبادات کو ہی وجہ نجات سمجھ لیا ہے۔اور معاملات میں سے دین کو بے دخل کر دیا ہے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم جو بھی عمل کریں تو سب سے پہلے یہ تعین ضرور کر لیں کہ قرآن کے ذریعے سے اللہ کا منشا کیا ہے۔آیا وہ عمل قرآن کے احکام کے مطابق ہے یا اس سے قرآنی احکام کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔

4۔سورہ المائدہ(5) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰـهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ(90) شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے اور تمہیں اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے تو تم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے(91)

ان آیات میں بڑی وضاحت کے ساتھ ان کاموں سے روک دیا گیا جو شیطانی ہیں۔ ہمارے

معاشرے میں بھی یہ کام بڑی کثرت سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ چہ جائے کہ ہمارے یہاں شراب اور جوئے کے خلاف قوانین بھی موجود ہیں۔مگر ان کی کثرت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اور رہی سہی کسر کرکٹ نے پوری کر دی ہے۔یعنی انٹرٹینمنٹ کی آڑ میں ایک تو جواریوں کی موج ہوگئی ہے اور دوسرا ساری قوم کا وقت برباد ہوتا ہے۔دیکھیں کتنا بڑا دھوکہ ہے کہ ساری قوم الجھ جاتی ہے اور اپنا اتنا زیادہ کاروباری نقصان کرتی ہے۔طالب علموں کے وقت کا ضیاع ہوتا ہے۔مگر میچ جیتنے پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے اور میچ ہارنے پر دل ڈوب رہا ہوتا ہے۔پچھلے 30 یا 40 سال کا ریکارڈ دیکھا جائے تو کوئی ٹیم جیت گئی کوئی ہار گئی۔کبھی کوئی کھلاڑی اچھی کارکردگی دکھا رہا ہے۔ اور کبھی بری۔مگر کوئی نہیں سوچتا کہ اس کا عوام کو کیا فائدہ ہوا۔آج کے کھلاڑی، جواری اور میڈیا ہاؤسز کی چاندی ہوجاتی ہے۔اس پر مستزاد میچ کے دوران نماز کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔اور ہر طبقہ فکر کے لوگ یعنی ڈاکٹر، جج، سائنسدان، وکیل، ٹیچر اور علماء تک گہری دلچسپی رکھتے ہیں بلکہ مساجد میں دعائیں بھی کروائی جاتی ہیں۔دیکھیں کس طرح شیطان نے ساری قوم کو چکمہ دے رکھا ہے۔

بت پانسے۔

ہمارے معاشرے میں اگر چہ بت موجود نہیں ہیں۔مگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کام ویسے ہی کے ہو رہے ہیں اور مزارات، دربار، مولوی، پیر، آستانے ویسے ہی کے کام سرانجام دے رہے ہیں۔اس کے علاوہ بھی انفرادی طور پر بہت سے لوگ گھروں میں تعویذ گنڈے، دم درود اور جادو ٹونے کا کام کر رہے ہیں۔ان اعمال کے بارے میں آج بھی لوگوں کے وہی خیالات ہیں جو دور جاہلیت میں مشرکین عرب کے تھے۔یعنی اللہ کو چھوڑ کر لوگ اپنے معاملات کے حل کے لیے ان لوگوں کے پاس جاتے ہیں۔اور شیطان نے یہ اعمال لوگوں کو مزین کر کے دکھا رکھے ہیں۔

5۔سورہ نور(24) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكٰى مِنْكُمْ

مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾

اے مومنو! شیطان کے قدموں پر نہ چلنا۔ اور جو شخص شیطان کے قدموں پر چلے گا تو شیطان تو بے حیائی (کی باتیں) اور برے کام ہی بتائے گا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک شخص بھی تم میں پاک نہ ہوسکتا۔ مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ اور اللہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے (21)

یہ شیطان کا سب سے طاقتور وار ہے۔ بھوک کے بعد جنسی جذبہ شدید ترین ہوتا ہے۔ اس لیے اس میں پھسلنے کا خطرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگلی بات یہ ہے کہ معاشرے میں جنسی جذبہ کی تسکین کے مواقع کس قدر میسر ہیں۔ ہمارے ہاں مخرب الاخلاق فلموں نے ان مواقع کو بہت زیادہ ترقی دی ہے۔ اور جدید ٹیکنالوجی نے ان کو ہر موبائل کے بس میں کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ کیبل پر چلنے والے خاص انڈین اور پاکستانی ڈراموں نے ہماری ثقافت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ بظاہر یہی محسوس ہوتا ہے کہ بچے اور خواتین تفریح کے لیے ڈرامے دیکھ رہے ہیں۔ مگر لاشعوری طور پر ان کا ذہن تبدیل کیا جا رہا ہوتا ہے۔ اور پھر جب معاشرے پر اس کے اثرات یا نتائج مرتب ہوتے ہیں تو لوگ چلانا شروع کر دیتے ہیں۔ معاشرتی اقدار میں تبدیلی کے چند مظاہر دیکھئے۔

1۔ گھروں سے بھاگ کر شادی کے رجحان میں اضافہ۔

2۔ شادی کے موقع پر ہندوانہ رسوم کی ادائیگی اور فضول خرچی کی انتہا۔

3۔ پہلے پہل لڑکی دلہن بن کر آتی تو گھر کے کام کاج اور لڑکے کے والدین کی خدمت عبادت سمجھ کر کرتی۔ مگر آج کل سب سے پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ کس طرح لڑکے کے گھر والوں سے علیحدگی اختیار کی جائے۔

4۔ پہلے پہل لڑکی کو شادی کے وقت تک ماں باپ مناسب تعلیم کے ساتھ ساتھ گھریلو ذمہ داریاں جیسے کھانا پکانا، سینا پرونا، دینی تعلیم، سلائی کڑھائی کے تمام کام سکھا دیتے۔ مگر آج کل صرف دنیاوی تعلیم کے علاوہ کسی اور چیز پر توجہ ہی نہیں دی جاتی۔

5۔ پہلے ہر کھانے پینے کی چیز گھر میں ہی تیار کی جاتی۔ مگر آج کل باہر سے Junk food کی

صورت میں ایک نیا Status Symbol معرض وجود میں آیا۔ جو اپنے ساتھ بیماریوں کا سیلاب بھی لے کر آیا۔

6۔اس ساری غیر مناسب تربیت کی وجہ سے طلاق اور خلع کی شرح میں بے انتہا اضافہ اور مزید معاشرتی مسائل میں اضافہ۔

6۔سورہ انعام (6) وَلَقَدْ أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَـٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

اور ہم نے تم سے پہلے بہت سی امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے۔ پھر (ان کی نافرمانیوں کے سبب) ہم انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں پکڑتے رہے تاکہ عاجزی کریں (42) تو جب ان پر ہمارا عذاب آتا رہا کیوں نہیں عاجزی کرتے رہے۔ مگر ان کے تو دل ہی سخت ہو گئے تھے۔ اور جو وہ کام کرتے تھے شیطان ان کو (ان کی نظروں میں) آراستہ کر دکھاتا تھا (43)

اس آیت میں اللہ تعالی بہت ہی اہم چیز کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ انسان ایسے اعمال کرتا ہے جن کے بارے میں وہ سمجھتا ہے کہ وہ بالکل درست کام کر رہا ہے۔ مگر اصل میں شیطان اس کے غلط اعمال کو مزین کر کے دکھا رہا ہوتا ہے۔ اور اصل میں اس کے بداعمال کی ہی یہ سزا ہوتی ہے کہ اس کو صحیح راستہ نہیں ملتا۔ اسی لیے اوپر والی آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ بہت سی قوموں کی طرف پیغمبر بھیجے مگر انہوں نے ان کو جھٹلا دیا اور ان کی بات نہ مانی۔ اور حقیقت میں اللہ کے پیغام کو ہی جھٹلا دیا۔ تو اللہ نے ان کے حالات تنگ کر دیئے۔ اس پر ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ یہ لوگ غور کرتے اور دیکھتے کہ کس وجہ سے دنیا کی زندگی کی تکلیفیں برداشت کرنا پڑ رہی ہیں۔ اور اپنے اعمال کی طرف رجوع کرتے۔ مگر غلط اعمال کا اس دنیا میں سب سے برا اثر یہ ہوتا ہے کہ دماغ کی درست فیصلہ کرنے کی قوت سلب ہو جاتی ہے اور عقل وفکر ماؤف ہو جاتے ہیں۔ اور انسان یہ سمجھتا ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اس کی اس کیفیت کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

سورہ کہف (18) قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ

الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾

کہہ دو کہ ہم تمہیں بتائیں جو عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں (103) وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں (104)

اسی چیز کو ایک اور جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

سورہ الزخرف (43) وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾

اور جو کوئی اللہ کی یاد (قرآن) سے آنکھیں بند کر لے (یعنی تغافل کرے)۔ ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے (36) اور یہ (شیطان) ان کو (سیدھے) راستے سے روکتے رہتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ سیدھے راستے پر ہیں (37)

یعنی انسان کو اس دنیا کی زندگی کو انتہائی سنجیدہ لینا چاہیے اور جونسا بھی طریقہ یا مسلک اختیار کرے تو سوچ سمجھ کر کرے اور یہ دیکھ لے کہ وہ جس بھی طریقہ پر ہے آیا وہ قرآن کریم کے مطابق ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں جیسا قرآن نے بیان کیا ہے۔

سورہ فاطر (35) أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهِ فَرَاٰهُ حَسَنًا فَإِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٨﴾

بھلا جس شخص کو اس کے اعمال خوشنما کر کے دکھائے جائیں اور وہ ان کو بہت اعلیٰ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے)۔ بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ تو ان لوگوں پر افسوس کر کے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس سے واقف ہے (8)

یعنی انسان اپنے لیے خود ہی دھوکے کا سامان کرتا ہے آج کرپشن کا دور دورہ ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ عمرہ، حج، روزہ جیسی عبادات سے ان کی کرپشن اور دیگر گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے وہ کرپشن کرتے رہتے ہیں اور عبادات بھی کرتے رہتے ہیں۔ اور بزعم خویش یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی عبادات ان کی کرپشن اور دیگر غلط اعمال پر پردہ ڈال دیں گی۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ حق اور کفر

کے جو اصول قرآن نے بتا دیئے ہیں یہ ان کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالی نے واضح طور پر کافی جگہوں پر لکھا ہے کہ صرف متقی لوگ ہی جنت میں جائیں گے اور گناہ گار، بدکردار جہنم میں جائیں گے۔ تیسری کوئی قسم نہیں ہے کہ آپ کام تو غلط کرتے جائیں اور دنیاوی زندگی کی ساری سہولیات اکٹھی کریں ہر جائز و ناجائز طریقے سے۔ مگر کچھ الفاظ دہرا کر جنت بھی حاصل کر لیں۔ اللہ تعالی نے واضح طور پر فرمایا۔

سورہ النآزعات (79) فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴿٤١﴾

تو جس نے سرکشی کی (37) اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی (38) اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے (39) اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور دل کو خواہشوں سے روکتا رہا (40) اس کا ٹھکانہ بہشت ہے (41)

وقت، صحت۔

جس طرح اللہ تعالی نے انسان کو ان گنت نعمتوں سے نوازا ہے اسی طرح وقت اور صحت بھی اس کی عظیم نعمتوں میں سے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں جہاں ہر کام اللہ کی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح صحت کا معاملہ ہے۔ بہت زیادہ بد پرہیزی بھی کی جاتی ہے اور ہر وقت اللہ سے صحت کی دعا بھی کی جاتی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالی نے جب کائنات بنائی ہے تو اس میں مختلف قوانین جاری کر دیئے ہیں مثلاً آگ کا کام ہے جلانا۔ پانی کا کام ہے ٹھنڈک پہنچانا۔ چھری کا کام ہے کاٹنا۔ اب ان چیزوں کی خصوصیات ساری دنیا میں ایک ہی طرح کا کام کرتی ہیں۔ بعینہ یہ قوانین انسانی جسم اور اس کے اندر بھی کارفرما ہیں۔ انسانی جسم کے اندر مختلف عضلات اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ جن میں دل، معدہ، پھیپھڑے، گردے اور جگر وغیرہ۔ انسان کو ایک مناسب مقدار میں متوازن خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اگر ان اعضا میں سے کوئی ایک بھی اپنا کام درست انداز میں نہ کرے تو سارا جسم متاثر ہوتا ہے۔ ان سب

اعضا میں کسی ایک کے بھی درست کام نہ کرنے کی صورت میں ڈاکٹر مخصوص خوراک پر پابندی لگا دیتا ہے۔مثلاً اگر کسی کو دل کا مرض ہے تو اس کے لیے گوشت (خصوصاً بڑا) کا استعمال بند کروا دیا جاتا ہے۔اب انسان اگر مناسب پرہیز نہ کرے تو آہستہ آہستہ وہ عضو جواب دے جاتا ہے۔اور نتیجہ مسلسل ہسپتالوں کے چکر اور دوائیوں کا استعمال لازم ہو جاتا ہے۔اس لیے یہ ضروری ہے کہ انسان مناسب مقدار میں متوازن غذا استعمال کرے اور صحت کے قوانین کے ماتحت زندگی گزارے۔اگر وہ روزانہ ورزش یا صبح کی سیر کو معمول بنائے گا اور مناسب غذا استعمال کرے گا تو لامحالہ اس کی صحت دیگر لوگوں کے مقابلے میں اچھی رہے گی اور وہ ڈاکٹروں اور دوائیوں سے بھی محفوظ رہے گا۔مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان صحت کا خیال خود رکھے اور اس پر توجہ دے۔

سورہ محمد (47)وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَأْكُلُوْنَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿12﴾

اور جو کافر ہیں وہ فائدے اٹھاتے ہیں اور (اس طرح) کھاتے ہیں جیسے حیوان کھاتے ہیں۔اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے(12)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ایک کیفیت کا ذکر کیا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی کو عیاشی سے گزارتے ہیں۔ بڑے بڑے فنکشن، شادی، سالگرہ، عقیقہ وغیرہ ایسے مناتے ہیں اور جھوٹی شان و شوکت کا اور دولت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔اور کھانے میں بے شمار ڈشز سے صرف خاندان والوں کو متاثر کرنا چاہتے ہیں۔اور خود بھی گھروں میں کھانا پینا ہی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں۔اللہ نے اس کو پکارا ہے کہ جیسے جانور کھاتے ہیں۔

باب دوم

مَا اَنۡزَلَ اللّٰہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جب زمین پر بھیجا تو اس کے ساتھ ہی انبیا کرامؑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کیونکہ انسانی عقل اس قابل نہ تھی کہ وہ اپنے لیے عمرانی نظام خود سے تشکیل دے سکے۔ تو انبیا کرامؑ کے ذریعے وحی انسانوں تک پہنچائی۔ جس کی مدد سے انسان نہ صرف حلال وحرام میں تمیز کرنے لگا بلکہ تہذیب وتمدن بھی تشکیل دینے لگا۔ اور اپنے معاشرتی معاملات میں وحی سے راہنمائی لینے لگا۔ تاریخ میں بے شمار اقوام گزری ہیں جنہوں نے وحی کی راہنمائی میں بہت عروج حاصل کیا۔ اور بے شمار اقوام ایسی ہیں جنہوں نے وحی کو چنداں اہمیت نہ دی بلکہ رسولوں کو جھٹلایا تو انہیں دنیا کے اندر ہی نیست ونابود کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ نبی کریم محمدؐ پر آ کر ختم ہو گیا۔ جہاں ایک طرف انبیاء کرامؑ کے سلسلے کا اختتام ہوا تو دوسری طرف آپؐ کے ذریعے انسانیت کو اللہ کا آخری پیغام قرآن کریم کی صورت میں مل گیا۔ جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کی راہنمائی کا کام کرے گا۔

علاوہ ازیں اس کتاب کو ایک خاص خصوصیت حاصل ہے جو کہ دیگر کتب سماوی کو حاصل نہ ہو سکی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا۔

سورہ حجر (15) اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿9﴾ بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (9)

پہلی کتابوں کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا تھا کہ کتاب آنے کے کچھ عرصہ بعد اس کے پیروکار اس میں تحریف کر دیا کرتے تھے۔ اور اس طرح سے وحی میں شیطانی خیالات کی آمیزش ہو جاتی تھی۔ مگر قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر کہہ دیا کہ شیطان اس کتاب کے آگے اور پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے گا چنانچہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی رونما نہیں ہو سکے گی۔ سورہ حم سجدہ (41) لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ ﴿42﴾ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے نہ پیچھے سے۔ (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (خدا) کی اُتاری ہوئی ہے (42)

پچھلی کتابوں میں جب تحریف ہوتی تو اللہ تعالی بعد میں ایک نیا نبی بھیجتے جونئی کتاب لاتا۔اور وہ پچھلی کتاب میں جوتبدیلیاں رونما ہوچکی ہوتیں۔وہ درست ہوجاتیں اور وحی پھر سے اپنی خالص شکل میں معرض وجود میں آجاتی۔

سورہ الحج (22) وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيَاتِهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۵۲﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً لِّلَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَفِي شِقَاقٍ م بَعِيدٍ﴿۵۳﴾

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر (اس کا یہ حال تھا کہ) جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اللہ اس کو دور کردیتا ہے۔پھر اللہ اپنی آیتوں کو مضبوط کردیتا ہے۔اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے (52) غرض (اس سے) یہ ہے کہ جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے اس کو ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں ذریعہ آزمائش ٹھہرائے۔بے شک ظالم پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں (53)

اب جب کہ آخری پیغمبرؑ کے بعد کوئی اور نبی نہیں آنا اور نہ ہی قرآن کے بعد کوئی اور کتاب آنی ہے۔اور قرآن کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لےلیا۔اب اس میں تو کسی قسم کی تبدیلی ہونہیں سکتی۔مگر اب صورتحال یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں بہت سی کتابیں روایات اور فقہ کی آگئیں اور ہر بات قول رسول قرار دے کر دین کا منبع قرار پا گئی۔جس سے شیطان اور اسلام دشمنوں کو خوب موقع ملا اور ہر کسی نے پسند کی بات ان کتابوں میں درج کی۔اور اس کے ساتھ فرقوں کا وجود ہوا۔اور ہر ایک نے پسند کا دین اپنے ہاں رائج کرلیا اور گزرتے وقت کے ساتھ اس میں من پسند تبدیلیاں کیں۔اور قرآن کی اصل تعلیم مخفی ہوکر رہ گئی بلکہ قرآن کے ساتھ یہ ظلم ہوا کہ اس کو بطور ثواب پڑھنا شروع کیا گیا اور کہا گیا کہ ہر ہر حرف پر دس نیکیاں ہیں۔مگر اپنی زندگی کے معاملات پسند کی روایات اور پسند کی فقہ کے مطابق چلائے گئے۔چنانچہ آج اصل دین کہیں گم ہی ہو

گیا ہے۔اور معاشرے میں صورتحال یہ ہے کہ کسی سے قرآن کی بات کرو تو وہ ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ شب و روز کے اعمال میں اس قدر پکے ہو چکے ہیں کہ انہی اعمال کو منشاء خدا سمجھ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تقریباً 41 کے قریب کتبِ روایات ہیں آپ Wikipedia پر چیک کر سکتے ہیں۔ فقہ کے الگ سے امام ہیں جن کی کتابیں موجود ہیں۔ اور معاملات انہی کے مطابق حل کئے جا رہے ہیں۔ جبکہ قرآن کریم کے متعلق اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں۔

1۔سورہ النحل (16) وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

اور (اس دن کو یاد کرو) جس دن ہم ہر اُمت میں سے خود اُن پر گواہ کھڑے کریں گے۔ اور (اے پیغمبر) تم کو ان لوگوں پر گواہ لائیں گے۔ اور ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے (89) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں بنیادی معاملات کا مفصل بیان موجود ہے اور اللہ کی ہدایت اور رحمت قرار دی ہے۔

2۔سورہ بنی اسرائیل (17) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے (82)

یہ قرآن شفا ہے اور اللہ کی رحمت ہے۔ ان کے لیے جو اس کے احکامات پر من و عن عمل کرتے ہیں اور اس کو اچھی طرح سے سمجھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو قرآن کو ہدایت کا ذریعہ نہیں سمجھتے اور اس کے فہم کو اپنی خواہشات اور ذاتی عقائد کے تابع رکھتے ہیں اور غیر قرآنی تصورات کو موضوع روایات و دیگر کتب کے ذریعے قرآن پر دلیل باندھتے ہیں۔ ان کے لیے اس میں ہدایت کی بجائے خسارہ ہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ معاشرے میں توحید کی بجائے شرک بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے اور اخلاق و

کردار کی تکمیل کی بجائے دین صرف الفاظ کی دہرائی کے ذریعے جنت حاصل کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

3۔سورہ الحدید(57)هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيَاتٍ ۢ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٩﴾

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ بےشک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے (9)

یہاں اللہ نے کتاب کا بڑا واضح مقصد بیان کیا ہے کہ اس سے جہالت کے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔اور ایسا اسی وقت ممکن ہے جب اس کتاب کے احکام پر عمل کیا جائے۔نہ کہ صرف دہرائی کے ذریعے ثواب کا ذریعہ بنا لیا جائے۔یا بس اس کو ختم کرنے کی دوڑ ہو اور غور وفکر نہ کیا جائے۔یا بس مردے بخشوانے کے کام آئے۔

4۔سورہ المائدہ(5)إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ أَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِآيَاتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ ۖ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيْلِ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۖ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ آتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوْا

الْخَيْرَاتِ ۚ إِلَى اللَّـهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّـهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَن يَفْتِنُوكَ عَن بَعْضِ مَا أَنزَلَ اللَّـهُ إِلَيْكَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّـهُ أَن يُصِيبَهُم بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّـهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٥٠﴾

بیشک ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہ کریں تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں (44) اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کردے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں (45) اور ان پیغمبروںؑ کے بعد انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلی کتاب (ہے) تصدیق کرتی ہے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے (46) اور اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق فیصلے کیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں (47) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر نگہبان ہے تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آچکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا ہم نے تم میں سے ہر ایک (جماعت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو

حکم اس نے تم کو دیئے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تم کو اختلاف تھا وہ تم کو بتا دے گا (48) اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے (الرٹ) رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں (49) کیا یہ زمانۂ جاہلیت کی طرح کے فیصلے چاہتے ہیں؟ اور اللہ کے فیصلے سے بڑھ کر اور کس کا فیصلہ اچھا ہے ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں؟ (50)

ان آیات میں کچھ چیزیں قابل وضاحت ہیں۔

ثَمَنًا قَلِیلًا۔

عمومی طور پر اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ قرآنی آیات کے عوض کم قیمت مت لینا لیکن اس کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ قرآن نے مختلف انداز میں اس کو استعمال کیا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ جب کسی کے سامنے حق آجائے تو وہ صرف دنیاوی فائدہ کے لیے اس کو ماننے کو تیار نہ ہو۔ اور سمجھ جانے کے بعد بھی لوگوں کو نہ بتائے۔ یعنی جس سے اس کے منصب کو نقصان ہو۔ سرداری یا کرسی چھن جانے کا خوف ہو۔ پھر کوئی ایسا شخص جس کے پیروکار ہوں اور وہ بڑی مدت سے خاص قسم کے عقائد رکھتا ہو مگر حق پہچان کر بھی نہ مانے۔ کیونکہ وہ سرداری اور پیروکار کھو دے گا۔ اور عقیدہ تبدیل کرنا تو بہت ہی مشکل کام ہے۔ مگر دنیاوی فائدے کے بدلے حق کے مطابق عقیدہ نہ بدلے۔ اور حق کو چھپا دے۔ دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ البقرہ (2) فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ﴿٧٩﴾

تو ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنے ہاتھ سے تو کتاب لکھتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے (آئی) ہے، تاکہ اس کے عوض تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیوی منفعت) حاصل کریں۔

پس ہلاکت ہے ان کے لیے، اس لیے کہ (بے اصل باتیں) اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں اور (پھر) ہلاکت ہے ان کے لیے، اس لیے کہ ایسے کام کرتے ہیں (79)

یہ بالکل آج کے معاشرے کی عکاسی ہے کہ ہر کوئی اپنے پاس سے کتاب لکھتا ہے اور کہتا ہے یہی دین ہے اور یہی نبیؐ کا طریقہ تھا۔ تاکہ وہ کتاب زیادہ سے زیادہ فروخت ہو اور اس سے اچھی کمائی حاصل ہو چاہے وہ نظریات قرآن کے مطابق ہیں یا نہیں۔ آیا جو کچھ نبیؐ کے نام پر لکھا گیا وہ نبیؐ نے فرمایا بھی ہے یا نہیں۔ مگر اس طرح کی کتابیں لکھنے سے مرید حضرات دھڑا دھڑ وہ کتابیں خرید لیتے ہیں۔ اور پیر صاحب کی واہ واہ بھی ہو جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ وہ کتابیں فرقوں کے نزدیک حجت قرار پاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔

سورہ البقرہ (2) إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَا أَنْزَلَ اللّٰـهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۙ أُوْلٰـئِكَ مَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰـهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴿١٧٤﴾

جو لوگ (اللہ) کی کتاب سے ان (آیتوں اور ہدایتوں) کو جو اس نے نازل فرمائی ہیں چھپاتے اور ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں سے) پاک کرے گا۔ اور ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب ہے (174)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ کیا حکم دے رہا ہے۔ مگر وہ اس کو چھپا دیتے ہیں۔ اور اپنے پاس سے لوگوں کو غلط باتیں بتاتے رہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جو وہ کہہ رہے ہیں وہی اللہ کہتا ہے۔ اور چونکہ وہ عرصہ دراز سے غلط عقائد پھیلا رہے ہوتے ہیں اب جب کہ حق ان پر عیاں ہو جاتا ہے تو وہ اس کو اس لیے چھپاتے ہیں کہ جس چیز کی وہ عرصہ دراز سے تبلیغ کر رہے ہیں یہ اس کے ساتھ میچ نہیں کھاتی۔ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔

سورہ ال عمران (3) بَلٰى مَنْ أَوْفٰى بِعَهْدِهِ وَاتَّقٰى فَإِنَّ اللّٰـهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٧٦﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰـهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُوْلٰـئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

اللّٰـهُ وَلَا يَنظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾

ہاں جوشخص اپنے عہد کو پورا کرے اور (اللہ سے) ڈرے تو اللہ ڈرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (76) جولوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں (کو بیچ ڈالتے ہیں اور ان) کے عوض تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں ان سے اللہ نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے روز ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دکھ دینے والا عذاب ہوگا (77)

مزید فرمایا۔سورہ اٰل عمران (3) وَإِذْ أَخَذَ اللّٰـهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٧﴾

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب عنایت کی گئی تھی اقرار کرالیا کہ (جو کچھ اس میں لکھا ہے) اسے صاف صاف بیان کرتے رہنا۔اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑا سا فائدہ حاصل کی۔یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں برا ہے(187)

ان تمام آیات سے واضح ہے کہ یہ یہود ونصاری کے خاص گروہ تھے جو اللہ کے احکام میں تحریف و تبدل بھی کیا کرتے تھے۔اور سچ بات لوگوں سے چھپایا کرتے تھے اور صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کی پسند کے فتوے جاری کرتے اور اس کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے۔

سبق اس سے یہ ملتا ہے کہ اللہ کے بتائے ہوئے احکام کو بلاکم وکاست بیان کیا جائے اور خالص قرآنی تعلیم کو پھیلایا جائے۔ اور صرف عوام کی خوشنودی کے لیے اصل مقصد کو ہرگز نہ بھلایا جائے۔اور نہ ہی اپنی پسند کے اقوال یا اپنے مسلک کے عقائد اور دیگر کتبِ روایات وفقہ کی تعلیمات کو قرآن پر فوقیت دی جائے۔

تصدیق۔

قرآن کریم کے بارے میں اللہ نے بیشتر مقامات پر یہ کہا ہے کہ یہ کتاب اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔یعنی سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ کتاب یا یہ پیغمبرؑ اپنے سے پہلی کتاب کی تصدیق کرتی ہے مطلب کہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ پہلے والی کتاب اللہ کی طرف سے ہے۔اور ان تمام کتابوں اور

رسولوں پر تمام مسلمانوں کو ایمان لانے کا کہا جا رہا ہے۔مگر قرآن نے اس کو کہیں وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے۔

تصدیق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک کتاب اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے اور اس کے مطابق اس پر لوگوں نے عمل کیا پھر ایک عرصہ گزرا اور لوگوں نے اس کتاب میں اپنی مرضی کی تبدیلیاں کر لیں۔ اس کے بعد ایک نیا پیغمبرؑ آتا اور نئی کتاب لے کر آتا۔اور اس نئی کتاب کے مطابق پہلی کتاب میں کی گئی تبدیلیوں کی درستگی کر دیتا۔یعنی دین کے احکامات کو دوبارہ سے اللہ کی منشاء کے مطابق اور شریعت کے مطابق کر دیتا۔یعنی بعد میں آنے والی کتاب کے ساتھ پہلی کتاب کو Tele کیا جاتا۔جیسا کہ ہم بعض اوقات کسی سند یا کسی دستاویز کی کاپی کی تصدیق کرواتے ہیں اور اس کو جمع کرواتے وقت یہ تحریر درج کرتے ہیں کہ "نقل بمطابق اصل لف ہے۔"یہی کام ہر نیا آنے والا پیغمبرؑ کرتا تھا۔نئی کتاب کے مطابق۔اس طرح سے جو شیطانی خیالات اور لوگوں کی پسند کے احکام دین میں جگہ پا چکے ہوتے۔وہ دین سے نکال دیئے جاتے اور دین پھر سے خالص وحی الٰہی کے مطابق تشکیل پا جاتا۔

یہی بات سورہ المائدہ آیت نمبر 46 میں فرمائی گئی کی عیسیٰؑ تشریف لائے تو انہوں نے تورات کی تصدیق کی۔یعنی درستگی کی۔اور پھر آپؑ کو انجیل عطا ہوئی۔اور انجیل نے بھی تورات کی تصدیق کی۔یعنی اپنے ساتھ Tele کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورہ المائدہ آیت نمبر 48 میں کہا کہ ہم نے اے پیغمبرؐ آپ کی طرف کتاب اتاری جو پہلی کتابوں کی درستگی بھی کرتی اور ان پر نگہبان بھی ہے۔یعنی اب جو حکم قرآن کے مطابق ہوگا وہی پہلی کتابوں کا درست حکم سمجھا جائے گا اس کے علاوہ جو بھی ہوگا وہ انسانی اور شیطانی آمیزش ہوگی۔اسی چیز کی وضاحت آگے چل کر آیت نمبر 68 میں کر دی۔ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيمُوْا التَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ کہو کہ اے اہل کتاب! جب تک تم تورات اور انجیل کو اور جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم

لوگوں پر نازل ہوا، ان کو قائم نہ رکھو گے کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے اور یہ (قرآن) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے۔اس (قرآن) سے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور کفر اور بڑھے گا تو تم قوم کفار پر افسوس نہ کرو (68)

یعنی اب فائنل ہدایت قرآن کی صورت میں اللہ کی طرف سے آ گئی ہے۔اب جو کوئی بھی تورات یا انجیل پر چلنے کا دعوی کرتا ہے یا مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے اسے قرآن کے مطابق ہی عمل کرنا ہے اور یہ عمل اتنا مشکل ہے کہ وہ لوگ پہلے ہی اپنے تئیں تورات اور انجیل پر عمل پیرا تھے۔جس میں انہوں نے تحریف کی ہوئی تھی۔قرآن آیا تو خالص وحی کی تعلیم ان کے سامنے آ گئی۔اب ان کے لیے تورات یا انجیل کو اصل خدائی تعلیم کہنا مشکل ہو گیا۔اس لیے اللہ نے فرمایا کہ قرآن سے تو ان کا کفر اور سرکشی اور بڑھے گی اسی لیے اگلی آیت میں کہہ دیا إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصَارٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائیں گے اور عمل نیک کریں گے خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا ستارہ پرست یا عیسائی ان کو (قیامت کے دن) نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے (69)

اللہ پر ایمان کا مطلب ہے اس کی وحی (قرآن) پر ایمان۔

آیات (5/44-50) میں بنیادی بات اللہ نے یہ بتا دی کہ جو بھی اب اللہ کے نازل کردہ یعنی (قرآن) کے مطابق فیصلے نہیں کرے گا وہ ظالم ہے، کافر ہے اور فاسق ہے۔اور اس باب میں نبیؐ کو اس قدر پابند کیا گیا کہ کافروں کی خواہشات کی پیروی بالکل نہیں کرنی۔اور ان سے اس حد تک الرٹ رہنا ہے کہ وہ تمہیں بہکانے کی پوری کوشش کریں گے یعنی جب بھی نبیؐ سے بحث و مباحثہ ہوتا تو وہ یہی کہتے کہ جناب ہماری تورات یا انجیل میں یہ لکھا ہوا ہے وہ بھی تو اللہ ہی کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں۔اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے یہ بات فرمائی ہے تو آپ ان سابقہ کتابوں پر ایمان کا دعوی بھی کرتے ہیں اور پیغمبروں پر بھی۔تو پھر آپؐ کی بات ان کی مطابقت میں کیوں نہیں ہے۔تو اللہ نے

نبیؐ کو سختی سے پابند کر دیا کہ ان کی کسی دلیل کے بہکاوے میں نہیں آنا کیونکہ تورات یا انجیل میں وہ لوگ تحریف کر چکے تھے اور اسی طرح انبیاءؑ کے اقوال بھی غلط طور پر ان سے منسوب تھے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا جو بات میں قرآن میں آپؐ کو بتا رہا ہوں یا جو حکم دے رہا ہوں اس کے مقابلے میں ان لوگوں کی بات کی پیروی نہیں کرنی وگرنہ آپ بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور یہ تو اہل کتاب کے علماء کی عادت تھی کی وہ الفاظ کو ان کی اصل جگہ سے ہٹا دیتے تھے۔ بعض چیزوں کا مطلب بدل دیتے تھے۔ بعض احکام چھپا لیتے تھے۔ مگر یہ اللہ کی ڈائریکٹ رہنمائی تھی اور قرآن موجود تھا تو نبیؐ ان کے بہکاوے میں نہ آئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مقامات پر اعتراض کفار کی جانب سے ہوتا ہے مگر جواب اللہ قرآن میں دے رہے ہیں۔ اس لیے نبیؐ بھی جواب کے لیے اللہ کی وحی کا ہی انتظار کرتے۔ مثال کے طور پر سورہ فرقان (25) ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ هٰـذَا إِلَّا إِفْكٌ ۨ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿٤﴾ وَقَالُوْا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٦﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰـذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ۙ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهُ نَذِيْرًا ﴿٧﴾ أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهُ جَنَّةٌ يَّأْكُلُ مِنْهَا ۚ وَقَالَ الظَّالِمُوْنَ إِنْ تَتَّبِعُوْنَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٨﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩﴾

اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہی ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنا لی ہیں۔ اور لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے۔ یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر (اُتر) آئے ہیں (4) اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جس کو اس نے لکھ رکھا ہے اور وہ صبح وشام اس کو پڑھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (5) کہہ دو کہ اُس (اللہ) نے اُس کو اُتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے (6) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نازل نہیں کیا گیا اس کے پاس کوئی فرشتہ اس کے ساتھ ہدایت کرنے کو رہتا (7) یا اس کی طرف (آسمان سے) خزانہ اتارا جاتا یا اس کا

کوئی باغ ہوتا کہ اس میں کھایا کرتا۔ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو (8) (اے پیغمبر) دیکھو تو یہ تمہارے بارے میں کس کس طرح کی باتیں کرتے ہیں سو گمراہ ہو گئے اور راستہ نہیں پاسکتے (9)

اب یہ اللہ کا واضح حکم ہے کہ جو بھی معاملات ہیں چاہے عبادات ہوں، اخلاقیات ہوں، معاشرتی اور معاشی ہوں، ریاستی سطح پر ہوں یا انفرادی سطح پر۔ ان میں فیصلہ صرف اور صرف قرآن (ماانزل اللہ) ہی کا ہوگا۔ لیکن آج کے دور کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ ایک اچھا خاصا ذخیرہ ایسا موجود ہے جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نبیؐ کے فرمودات ہیں یا نبیؐ کے بعد کے دور کے فقہا جنہوں نے اپنے دور کے لحاظ سے کچھ معاملات کے فیصلے کئے۔ مگر ایک طبقہ بضد ہے کہ وہ معاملات تا قیامت ویسے ہی رہنے ہیں اور ان کی تجدید نہیں ہوسکتی اور نہ ان پر نظر ثانی ہوسکتی ہے۔ حالانکہ جن معاملات پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پابند نہیں بنایا بلکہ انسانی عقل کو آزاد چھوڑا ہے کہ وہ خود سے وحی کی مطابقت پر فیصلہ کر لے۔ تو ان معاملات پر بھی کہیں نہ کہیں سے قول رسول کہہ کر پیش کر دیا جاتا ہے یا فقہ کے کسی امام کا نقطہ نظر سامنے رکھ دیا جاتا ہے۔ گویا وہ معاملہ صدیوں پہلے ہی حل کر دیا گیا ہے اور اب اس سے روگردانی ممکن نہیں۔

5۔ سورہ المائدہ (5) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّـهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) خدا نے نازل فرمائی ہے اس کی اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمیں کافی ہے بھلا اگر ان کے باپ دادا نہ تو کچھ جانتے ہوں اور نہ سیدھے رستے پر ہوں (تب بھی؟) (104)

جو لوگ ہدایت نہ لینا چاہتے ہوں ان کی ہمیشہ سے ایک جیسی نفسیات رہتی ہے جس کا قرآن کریم نے تذکرہ کیا ہے۔ یعنی جو کچھ ان کے آباؤ اجداد کی طرف سے چلتا آرہا ہوتا ہے۔ ان کے لیے وہی کچھ حتمی ہوتا ہے اور وہ اس پر ہر طرح سے مطمئن ہوتے ہیں۔ آج بھی ایسا ہی معاملہ ہے جو

شخص جس فرقہ یا مسلک کے گھر پیدا ہو گیا ہے وہ ساری عمر اسی پر ہی قائم رہتا ہے اور کم ہی لوگ ہیں جو اپنے ذہن سے غور و فکر کے بعد کسی راستے کا چناؤ کرتے ہیں۔ تو قرآن کریم کا مقصد کہنے کا یہ ہے کہ جو کچھ آباؤ اجداد سے ہوتا آ رہا ہو۔ وہ ہدایت کی گارنٹی نہیں ہے بلکہ اس کی قرآن سے پرکھ انتہائی ضروری ہے۔ اور رسول اپنے دور میں یہ فیصلہ کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں کے فرقے صحیح راہ سے ہٹ گئے ہیں کیونکہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ کر دیگر کتابوں اور آئمہ کو اپنا راہبر مقرر کیا ہے۔

6۔ سورہ انعام (6) اَفَغَيْرَ اللّٰـهِ أَبْتَغِيْ حَكَمًا وَهُوَ الَّذِيْ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٤﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٦﴾

(کہو) کیا میں اللہ کے سوا اور منصف تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہاری طرف مفصل کتاب بھیجی ہے اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (تورات) دی ہے وہ جانتے ہیں کہ (قرآن) تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق نازل ہوا ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا (114) اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں مکمل ہیں اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا جانتا ہے (115) اور زمین میں لوگوں کی اکثریت (گمراہ ہے) اگر تم ان کا کہا مان لو گے تو وہ تمہیں اللہ کا راستہ بھلا دیں گے یہ محض خیال کے پیچھے چلتے اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں (116)

دین کا معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اکثریت کے پیچھے چلا جائے اور نہ ایسا کہ ظنی معاملات کو اپنا لیا جائے۔ بلکہ دین تو محکم اصولوں کا نام ہے۔ وہ حق ہے اور اللہ نے تفصیل کے ساتھ ہر بات کے بارے میں بتا دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ اصول اب کبھی تبدیل نہیں ہو سکتے۔ اب ایسی محکم چیز کے ہوتے ہوئے بھی کوئی ظن کی پیروی کر سکتا ہے جو مختلف کتابوں میں ہو اور اس بارے متضاد

احکام ہوں۔اور جن کے پیچھے کتاب اللہ کی واضح دلیل کی بجائے محض منسوب الی الرسول ہونا پایا جائے۔ یا وہ مسلکی عقائد ہوں۔ ہرگز نہیں۔اللہ تعالی ہمیشہ حق کی بات کرتے ہیں جو صرف اور صرف قرآن میں موجود ہے۔

7۔سورہ العنکبوت (29)وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں کہہ دو کہ نشانیاں تو خدا ہی کے پاس ہیں۔اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں (50) کیا اُن لوگوں کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے (51)

یعنی نبیؐ سے بطور گارنٹی لوگ معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔اور یہاں تک کہتے کہ جس طرح موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو معجزات دیئے گئے۔آپ کو کیوں نہیں دیئے گئے۔اور پھر یہ بھی کہا کہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ کیوں نہیں اتارا۔ان لوگوں کے اس مطالبہ کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ بطور نشانی کیا یہ کتاب (قرآن) کافی نہیں ہے۔اور اس میں رحمت بھی ہے اور نصیحت بھی۔اور دوسرے مقام پر کہا گیا کہ اس میں شفا بھی ہے۔

اب یہ خصوصیات صرف اللہ کے کلام میں ہی ہوسکتی ہیں۔انسانی کلام کتنا ہی کمال کو پہنچا ہوا کیوں نہ ہو۔ان خصوصیات سے خالی ہوگا۔اور انسانی کلام میں ہر وقت تحریف،تبدل اور آمیزش کا خدشہ موجود رہتا ہے۔ چاہے عقیدت کے طور پر ہو یا دشمن کی طرف سے سازش کے طور پر۔ جب کہ کلام الٰہی کے بارے میں اللہ تعالی انسانوں اور جنوں کو چیلنج دے چکے ہیں اور بتا چکے ہیں کہ وہ ایسا کلام نہیں بنا سکتے۔ بلکہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے خود لیا اور یہ بھی کہا کہ شیطان اس کے آگے پیچھے سے اس میں تبدیلی نہیں کرسکتا۔ یوں قرآن ایسی کتاب ہے کہ ہر طرح کے حالات میں اور ہر دور میں ہدایت اور عقائد کی درستگی کے لیے اس سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

8۔سورہ الانعام (6) وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٤﴾ وَهَـٰذَا كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٥٥﴾ أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ﴿١٥٦﴾ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿١٥٧﴾

اور یہ کہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تو تم اسی پر چلنا اور دیگر راستوں پر نہ چلنا کہ (ان پر چل کر) اللہ کے راستے سے الگ ہو جاؤ گے ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم پرہیزگار بنو (153) (ہاں) پھر (سن لو کہ) ہم نے موسیٰؑ کو کتاب عنایت کی تھی تا کہ ان لوگوں پر جو نیکوکار ہیں نعمت پوری کر دیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان (ہے) اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تا کہ (ان کی امت کے) لوگ اپنے پروردگار کے رُوبرو حاضر ہونے کا یقین کریں (154) اور (اے کفر کرنے والو) یہ کتاب بھی ہمیں نے اتاری ہے برکت والی۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تا کہ تم پر مہربانی کی جائے (155) (اور اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری تھیں اور ہم ان کے پڑھنے سے (معذور اور) بے خبر تھے (156) یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان لوگوں کی نسبت کہیں سیدھے راستے پر ہوتے۔ سو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے (لوگوں کو) پھیرے۔ جو لوگ ہماری آیتوں سے پھیرتے ہیں اس پھیرنے کے سبب ہم ان کو برے عذاب کی سزا دیں گے (157)

ان آیات میں یہی واضح کیا گیا ہے کہ کتاب اللہ (قرآن) پر چلنا ہی سیدھا راستہ ہے اور اس کے

علاوہ دیگر کتب کی پیروی کرنا سخت سزا کا موجب۔ اللہ نے یہاں ہرطرح سے اتمام حجت کر دیا ہے۔ کہ کہیں لوگ ایسا نہ کہیں کہ ہماری طرف تو کوئی کتاب ہی نازل نہیں کی۔ اور پھر جو لوگ اللہ کی آیات سے پھیرتے ہیں۔ ان کے لیے سخت عذاب کی وعید ہے۔ مطلب یہ کہ ایک بات اللہ تعالی واضح انداز سے فرمارہے ہیں۔ مثال کے طور پر ہر انسان نے زندگی کے تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ اور اس دن ذرہ برابر نیکی بھی انسان کو ملے گی اور ذرہ بھر برائی بھی اسی کی طرف لوٹائی جائے گی۔ پھر جس کے نیک اعمال کے وزن بھاری ہونگے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ یہ اصول اللہ نے قرآن میں کافی جگہ بیان کر دیا۔ مگر اس واضح بات کو چھوڑ کر ہمارے علماء یہ تعلیم دیں کہ اللہ کو تو کوئی ایک عمل پسند آجاتا ہے۔ اس کے لیے علماء اکثر ایک مثال دیتے ہیں زانیہ عورت والی۔ جو ساری عمر زنا کرتی رہی مگر صرف پیاسے کتے کو پانی پلانے کی وجہ سے وہ جنت میں چلی گئی۔ اس کے علاوہ سوقتل کرنے والے کو بھی علماء کرام تو بہ قبول ہونے کی وجہ سے جنت بھیج دیتے ہیں۔ اس طرح کی کہانیوں کی تائید میں علماء نے کتب سے روایات بھی پیش کر دیں۔ جو کہ منسوب ہیں رسول اللہ کی طرف۔ اب یہ دیکھیں کتنا بڑا تضاد ہے۔

اللہ تعالی لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرارہے ہیں تا کہ لوگ سیدھے راستے پر چلیں۔ مگر علماء لوگوں کو غیر ارادی طور پر تعلیم دے رہے ہیں کہ زندگی میں جو مرضی کرتے رہو۔ ہاں کچھ عبادات کر لو اور دیگر وظائف پڑھتے رہو تو آپ کو جنت میں لازمی داخلہ مل جائے گا۔

اس چیز نے اس قدر معاشرتی بگاڑ پیدا کیا ہے کہ لوگ اپنے معاملات میں اس قدر بدعنوان ہو چکے ہیں مگر صرف عبادات پر اعتماد کرتے ہیں یا کوئی ایسا عمل جو اللہ کو پسند آجاتا ہے۔ اس لیے لوگوں میں اخلاقی زوال پیدا ہو گیا۔ اب وہ روزمرہ کے معاملات میں بے ایمانی کو کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ روزانہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور روزانہ ایسے وظائف پڑھ لیتے ہیں جن سے بزعم خویش وہ سارے گناہ معاف کروا لیتے ہیں۔ جب کہ قرآن حق بات کہتا ہے اور وہ یہی ہے کہ ہر ہر عمل کا حساب دینا ہے اور اس کے بعد فیصلہ ہے کہ جنت یا جہنم۔

9۔سورہ ابراھیم (14) الٓرٰ ۚ كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿۱﴾
الٓرٰ۔ (یہ) ایک (پُرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف (خدا) کے راستے کی طرف (1)
اس آیت میں اللہ تعالی نے واضح کیا ہے کہ کتاب اس لیے نازل کی ہے تا کہ تم لوگوں کو جہالت کے اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آؤ۔ اور ان کو علم و اخلاق کے اعلی مرتبے پر فائز کر دو۔ اور یہ خصوصیت صرف اور صرف اللہ کی کتاب کی ہے۔ کہ جو احکام اللہ تعالی نے اپنے بندوں کے لیے نازل کیے ہیں ان پر عمل کی وجہ سے ہی ایسا ممکن ہے۔ نبیؐ کا کام اللہ کا پیغام اور اس کے احکام جو وحی کی صورت میں ہوتے ہیں وہ انسانوں تک پہنچا دینا ہوتا ہے۔ نبیؐ وہ احکام یا وحی کا کوئی بھی حصہ اپنے پاس سے ترتیب نہیں دیتا۔ اس میں اس کے لیے سورۃ الحاقہ میں سخت وعید موجود ہے۔ بلکہ نبیؐ خود ان احکام پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور اپنے متبعین کو بھی یہی تلقین کرتا ہے۔ اس آیت (14 / 1) کے ساتھ ہی تین آیات چھوڑ کر فرمایا وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿۵﴾
اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے جاؤ۔ اور ان کو خدا کے دن یاد دلاؤ اس میں ان لوگوں کے لیے جو صابر و شاکر ہیں (قدرت خدا کی) نشانیاں ہیں (5)
اس کے بعد سورہ الحدید (57) میں فرمایا هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَى عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۹﴾
وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تا کہ تم کو اندھیروں میں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ بے شک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے (9)
پھر سورہ طلاق (65) میں طلاق کے احکام دینے کے بعد فرمایا أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا

فَاتَّقُوْا اللّٰـهَ يَا أُوْلِي الْأَلْبَابِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج قَدْ أَنْزَلَ اللّٰـهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿۱۰﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا
عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰـهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى
النُّوْرِ ج وَمَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰـهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ
فِيْهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللّٰـهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿۱۱﴾

اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے (10) (اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں تا کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے آئیں اور جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا اللہ ان کو بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ابد الآباد ان میں رہیں گے۔ اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے (11)

یعنی اندھیروں سے روشنی کی طرف نکلنا صرف اور صرف وحی الٰہی کے احکامات پر چلنے سے ہی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ جو چیزیں انسان کی عقل کی پیداوار ہیں ان کے ذریعے یہ مقصد حاصل کرنا ممکن ہی نہیں۔ وہ صرف اور صرف بگاڑ ہی پیدا کر سکتی ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ہاں فقہ کی تدوین کے بارے میں جو کچھ ہوا۔ کہ مختلف لوگوں نے زندگی کے مسائل کے بارے میں اپنی رائے دی۔ مگر بعد میں آنے والوں نے ان بزرگوں کی رائے کو حتمی سمجھ لیا۔ اور ان پر علیحدہ علیحدہ گروہ بن گئے۔ یوں آج ہمارا معاشرہ اسی لیے فساد کا شکار ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جن معاملات پر اللہ نے واضح حکم دیا ہے اس پر من وعن عمل کیا جاتا۔ اور جن معاملات پر اللہ نے انسانوں کی عقل پر فیصلہ چھوڑا ہے تو وہ ہر زمانے کی مناسبت سے لوگ خود طے کر لیتے وحی الٰہی کی روشنی میں۔ مگر موجودہ دور کے لوگوں کو بھی مجبور کر دیا گیا کہ وہ ہزار سال پہلے مدون شدہ فقہ کی پابندی کریں۔ جو کہ ممکن نہیں۔ اور کچھ معاملات میں کہا گیا کہ ان کا فیصلہ روایات کی رو سے ہوگا۔ اور ایسا اس لیے ہے کہ وہ ساری روایات منسوب کی جاتی ہیں نبیؐ کی طرف۔ حالانکہ نبیؐ امت کو صرف اور صرف قرآن کریم دے کر گئے۔ اس لیے مثال کے طور پر اب طلاق کا معاملہ ہی دیکھ لیجئے۔ کہ قرآن کے واضح

احکام کے ہوتے ہوئے بھی ہمارے ہاں بیک وقت تین طلاق اور حلالہ جیسی قباحتیں ابھی بھی رائج ہیں۔

اس کے ساتھ ہی غور کریں تو آج کے دور میں ڈی این اے ٹیسٹ سے ریپ کیس کی واضح شہادت حاصل کی جاسکتی ہے۔مگر فقہ کے مطابق چار گواہ لازمی ہونے چاہئیں۔اس کے علاوہ کسی بھی جرم یا قتل کی اگر ویڈیو فوٹیج یا Thumb Impression دستیاب ہے۔تو اس کے لیے کسی بھی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔مگر ہزار سال پہلے کی مرتب فقہ کو آج کے دور میں لاگو کر کے معاشرے میں اصلاح کی توقع نہیں کی جاسکتی۔اسی طرح کے دیگر معاملات ہیں۔

اس کے علاوہ عبادات کے معاملے میں ہر فرقے نے اپنی کتب روایات ترتیب دی ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا یہی دعوی ہے کہ ان کتب میں موجود روایات ہی نبیؐ کی بیان فرمودہ ہیں۔

اس کے بعد اگلا طبقہ آتا ہے۔جس نے جادو،ٹونے،ٹوٹکے اور دم درود اور وظائف کے نام پر لوگوں کو لوٹنا شروع کیا ہے۔وہ کتاب الہی میں سے بھی اور باہر سے بھی کچھ الفاظ لیتے ہیں اور ان کے ذریعے سے عمل اور جوڑ توڑ بناتے ہیں۔اور لوگوں کو اس کام پہ لگا دیا ہے کہ ہر شخص جس کا کوئی نہ کوئی مسئلہ پھنسا ہوا ہے مثال کے طور پر روزگار کے بارے میں، یا رشتے کے بارے میں یا کوئی بیماری کا معاملہ ہے تو بجائے وہ اپنی حاجات اللہ کے آگے پیش کرے۔اس کی بجائے وہ گھر بیٹھ کر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔اور اس پر کتابوں کی کتابیں موجود ہیں۔اور پھر اس پر ہمارے علماء کی غلط گارنٹیاں ہیں کہ فلاں وظیفہ پڑھ لو تو اگلے پچھلے سارے ہی گناہ معاف ہوجائیں گے۔اور جنت میں داخلہ تو اس قدر آسان بنا دیا گیا کہ بس جس نے ایک دفعہ بھی لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو اس پر جنت واجب ہے۔

یہ سب غیر قرآنی تصورات ہیں۔اللہ تعالی نے قرآن میں ایسی کوئی گارنٹی نہیں دی۔اور آخرت میں معاملہ کتاب اللہ یعنی قرآن کریم کے مطابق ہی انجام پانا ہے۔اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنی زندگی میں قرآن پڑھیں اور اس کو سمجھیں تاکہ پتا چلے کہ اللہ کیا کہتے ہیں اور اس پر عمل کریں اور دوسروں تک پہنچائیں تاکہ ہماری یہ دنیا بھی سکون والی ہو۔اور آخرت میں بھی کامیابی ہو۔

باب سوم

قول فیصل

اللہ تعالی نے اس قرآن کو کتاب کہہ کر پکارا ہے۔یعنی وحی کے احکام کا مجموعہ۔پہلی امتوں کو بھی جو وحی کی جاتی رہی ان کے احکام کو بھی کتاب کا نام دیا گیا۔لیکن جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا کہ پہلی کتابوں میں ان لوگوں نے اپنے پاس سے تحریف کر لی۔اور اللہ کے احکام کو خلط ملط کر دیا۔مگر چونکہ قرآن کا محفوظ کیا جانا تا قیامت مقصود تھا اس لیے اللہ تعالی نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا اور یہ بتا دیا کہ باطل اس کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالی کا اولین حکم یہی ہے کہ اس کی کتاب کی پیروی کی جائے۔اور نبی اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔نبی کا الگ سے کوئی پروگرام اور ایجنڈا نہیں ہوتا۔اس کا فریضہ یہی ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تعلیم دے اور حکمت کی تعلیم دے اور لوگوں کی تربیت کرے۔یعنی نبی بھی کتاب اللہ کی دعوت کا پابند ہوتا ہے۔سورہ الحاقہ (69) تَنْزِيلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيْلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ﴿٤٧﴾

(یہ قرآن) پروردگار عالم کا اُتارا (ہوا) ہے (43) اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے (44) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے (45) پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے (46) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (47)

اسی لیے اللہ نے سورہ المائدہ (5) میں فرمایا کہ يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

اے پیغمبر جو اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (67)

اور اس کے علاوہ یہ بھی فرمادیا۔سورہ النور(24) قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾

کہہ دو کہ اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول اللہ کے حکم پر چلو۔اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا) جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پا لو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکام خدا کا) پہنچا دینا ہے(54)

پھر فرمایا۔سورہ العنکبوت (29) وَإِنْ تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾

اور اگر تم (میری) تکذیب کرو تو تم سے پہلے بھی اُمتیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں۔ اور پیغمبر کے ذمے کھول کر سنا دینے کے سوا اور کچھ نہیں(18)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب کے موضوع پر اللہ تعالی نے قرآن کریم میں کیا احکام دیئے ہیں۔قرآن کے آغاز ہی میں سورہ فاتحہ ہے جس میں ہم دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ تو ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔اب اس کے ساتھ ہی اللہ تعالی کا جواب موجود ہے۔

1۔سورہ البقرہ(2) ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ ﴿٢﴾

یہ کتاب (قرآن مجید) اس میں کچھ شک نہیں (کہ کلامِ باری تعالی ہے) متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے(2)

اس کے بعد ابراہیمؑ کی دعا ہے

2۔سورہ البقرہ(2) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

اے پروردگار، ان (لوگوں) میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا

کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے(129)

اب ابراھیمؑ کی دعا میں نبیؐ کی ڈیوٹی واضح ہے۔

3۔سورہ المائدہ (5) يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٦﴾

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخرالزماں) آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الٰہی) میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور بہت کچھ سے درگزر کر جاتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے(15) جس سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیرے میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے راستہ پر چلاتا ہے(16)

اس کتاب کے ذریعے اللہ ہدایت کی راہ دکھلاتا ہے اور اسی کے ذریعے اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور سیدھے راستے پر چلاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی دوسری راہ نہیں ہے۔ آج جو لوگوں نے بے شمار احکامات وضع کر لیے ہیں اور انہیں منسوب کر دیا ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ہے اور ان میں سے بعض تو قرآن کریم کی تعلیمات سے ٹکراتے ہیں۔ مگر ہمارے علماء اس چکر میں ایسے پھنسے ہیں کہ قرآن کریم کی تعلیمات کو چھوڑ کر دیگر کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور انہی پر عمل کرتے ہیں۔ اب ان کو قرآن کی طرف بلایا جاتا ہے مگر وہ اپنی روش پر بضد ہیں۔

4۔سورہ الاعراف (7) وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِّنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُم بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾ فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَٰذَا الْأَدْنَىٰ وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِن يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ يَأْخُذُوهُ ۚ أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِم مِّيثَاقُ الْكِتَابِ أَن لَّا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ۗ وَالدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦٩﴾ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ

وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ﴿١٧٠﴾

اور ہم نے ان کو جماعت جماعت کر کے ملک میں منتشر کر دیا۔ بعض ان میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے (یعنی بدکار)۔ اور ہم آسائشوں، تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں (168) پھر ان کے بعد ناخلف ان کے قائم مقام ہوئے جو کتاب کے وارث بنے۔ یہ (بے تامل) اس دنیائے ادنی کا مال ومتاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بخش دیئے جائیں گے۔ اور (لوگ ایسوں پر طعن کرتے ہیں) اگر ان کے سامنے بھی ویسا ہی مال آجاتا ہے تو وہ بھی اسے لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے کتاب کی نسبت عہد نہیں لیا گیا کہ خدا پر سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہیں گے۔ اور جو کچھ اس (کتاب) میں ہے اس کو انہوں نے پڑھ بھی لیا ہے۔ اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لیے بہتر ہے کیا تم سمجھتے نہیں (169) اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا التزام رکھتے ہیں (ان کو ہم اجر دیں گے کہ) ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے (170)

ان آیات میں اللہ تعالی نے واضح طور پر مثال دے کر بتایا کہ وہ لوگ دنیا کا مال بھی کھا جاتے اور یہ بھی کہہ دیتے کی ہم تو بخش دیئے جائیں گے۔ حالانکہ ان سے وعدہ لیا گیا تھا کہ اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ یعنی اگر اللہ نے ایسا کوئی وعدہ یا بات نہیں کی تو پھر تم اپنی طرف سے جوڑ کر لوگوں سے کیوں ایسی بات کہتے ہو۔ اسی نسبت سے کہا کہ کتاب سے تمسک قائم رکھنا ہے یعنی جو بات کتاب کے مطابق ہے وہی حق ہے اسی کی تعلیم دینی ہے اور اسی کی تبلیغ کرنی ہے۔ کوئی جیسے مرضی کہتا رہے کہ یہ وظیفہ یا یہ سورہ پڑھتے رہو تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ مگر آپ ہر بات کتاب اللہ (قرآن مجید) سے چیک کرو۔ کہ کیا اللہ نے کوئی ایسی گارنٹی دی ہے؟

اسی طرح کے وظائف دنیاوی معاملات کے حل کے لیے نکلے ہوئے ہیں اور ان کی بنیاد پر پیری مریدی کی ایک غلط عمارت پورے استحکام کے ساتھ معاشرے میں کھڑی ہے اور لوگوں کا استحصال کر رہی ہے۔ حالانکہ کوئی بھی فرد ایسا نہیں جو دنیاوی پریشانیوں سے پاک ہو۔ یہ زندگی کا لازمی جزو ہے۔ اس میں بعض اوقات انسان کے اپنے ہاتھوں کی غلطیوں کا عمل دخل ہوتا ہے۔ اور

بعض اوقات اللہ کی طرف سے آزمائش کا معاملہ ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں صبر، استقامت اور توکل علی اللہ سے کام لیتے ہوئے صرف اللہ کے حضور دعا کی جائے۔ اور اسی کے سامنے اپنی حاجات رکھی جائیں تو وہ سننے والا، جاننے والا ہے ضرور کوئی نہ کوئی راہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور پھر سے آسانی والا معاملہ آجاتا ہے۔

5۔ سورہ الاحقاف (46) وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا أَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوسٰى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۰﴾ يَا قَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَاءُ ج أُولٰئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

اور جب ہم نے جنوں میں سے ایک گروہ تمہاری طرف متوجہ کیا کہ قرآن سنے۔ تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش ہو جاؤ۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں (29) کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا راستہ بتاتی ہے (30) اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا (31) اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں (32)

یہاں بھی یہی بات کہی گئی کہ قرآن ہی باقی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے کہ اس میں سے کونسے احکام وحی خالص ہیں اور کونسے انسانی خیالات کی آمیزش اور تحریف والے ہیں۔ اور جن بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ یہی کتاب حق ہے اور یہی کتاب سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتی ہے۔ جس

کے سبب سے مغفرت ممکن ہے اور عذاب الیم سے چھٹکارا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی کتاب موجود نہیں جو ان خصوصیات کی حامل ہو۔

ہمارے جو کہا جاتا ہے کہ قرآن میں احکامات ہیں اور ان کی تشریح اور تفصیل دیگر کتبِ روایات میں موجود ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے اپنے آپ کو ایک مفصل کتاب کہا ہے۔ یعنی جو کچھ اس کے اندر موجود ہے وہ تو تا قیامت ویسا ہی رہے گا۔ اور جو کچھ اس نے بیان نہیں کیا تو اس لیے کہ اس کا باقی رکھنا مقصود نہیں تھا۔ مثال کے طور پر قرآن نے زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا مگر اس کی شرح نہیں بتائی۔ تو اس کا واضح مقصد ہے کہ اللہ نے ہر دور میں اس کی شرح کے تعین کو اس دور کے تقاضوں کے مطابق انسانی عقل پر چھوڑ دیا۔

اسی طرح عبادات کا معاملہ ہے جب اللہ نے انسان کو پابند نہیں کیا کہ نماز میں کتنی رکعات ہیں تو اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اللہ کا مقصد انسان کو رکعات کی پابندی میں قید کرنا نہیں تھا۔ کچھ معاملات ایسے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے جب انسان کو زمین پر بھیجا تو ساتھ ہی احکامات بیان کر دیئے۔ اب انسانی تاریخ چلتی رہی۔ حضرات انبیا کرامؑ آتے رہے اور وحی میں جو بھی تبدیلی ہوتی رہی وہ لوگوں کو پتا چلتا رہا۔ یہاں تک کہ آخری نبیؐ اور آخری کتاب انسانوں تک پہنچ گئی۔ اب اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ تمام عبادات کی تفصیل قرآن میں موجود ہونا چاہئے تھی۔ حالانکہ وہ عبادات پہلے انسان سے چلی آ رہی ہیں۔ اور جب اللہ نے وہی احکام نماز، روزہ، حج، زکوۃ بارے دیئے تو ان لوگوں کو پتا تھا کہ یہ کیا احکام ہیں۔ اور اس لیے ان کو کوئی الجھن پیش نہ آئی۔

اب ہمارے یہ معاملہ ہوا کہ جیسے نبیؐ نے عبادات کی ہیں ویسے ہی عبادات ادا ہونگی تو درست تسلیم کی جائیں گی وگرنہ غلط۔ اب کچھ لوگوں نے ان کے طریقے مختلف کتابوں میں لکھ دیئے اور پھر کہا کہ یہی نبیؐ کا طریقہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر فرقہ نے اپنی پسند کا طریقہ چن لیا اور پھر اس پر سختی سے کاربند ہو گئے کہ یہی نبیؐ کا طریقہ ہے حالانکہ نبیؐ کا تو کوئی ایک طریقہ ہوگا۔

اس کے ساتھ ان کتابوں میں ایسی روایات کا ذخیرہ داخل کر دیا گیا جن سے مقصد حیات فوت ہو

جاتا ہے اور جس طرح کا انسان ہمیں قرآن بنانا چاہتا ہے وہ سمت اور رخ ہی بدل جاتا ہے۔ان روایات میں صرف شارٹ کٹس بتائے گئے ہیں اور چھوٹی چھوٹی باتیں اور وظیفے دہرانے کے عوض ساری زندگی کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔اور جنت میں محل بھی بن جاتے ہیں اور درخت بھی لگ جاتے ہیں۔لیکن دنیا ان باتوں پر عمل میں لگی ہوئی ہے صرف اس وجہ سے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعی فرمانِ رسولؑ ہیں۔اور ان میں سے بعض روایات ایسی ہیں جو بالواسطہ قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں اور بہت سی ایسی ہیں جن کے بارے میں علماء کرام بھی جانتے ہیں کہ وہ ضعیف ہیں۔اب ان میں بھی یہ قسمیں ہیں اور ایک فرقہ کے نزدیک مستند حدیث دوسرے کے نزدیک ضعیف ٹھہرتی ہے۔

مگر ان کے مقابل قرآن کریم کی تعلیم حقیقت پر مبنی ہے۔اس میں کسی قسم کا جھول نہیں ہے۔اور سو فیصد یقینی علم من جانب اللہ ہے۔ پھر اس میں ہدایت ہے، روشنی ہے اور شفا ہے اور رحمت خداوندی ہے۔تو ایک یقینی علم کو چھوڑ کر ظنی چیزوں کے پیچھے چلنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف معاملات میں فیصلہ سازی کے لیے اللہ کی طرف سے کیا احکام دیئے گئے ہیں۔ یہ معاملات دینی عقائد سے متعلق ہوں یا ذاتی۔تو اس وقت نبیؑ کے سامنے لائے جاتے تھے اور بعض اوقات کچھ پیچیدہ موضوعات ہوتے۔مگر اللہ کی طرف سے نبیؑ کو برابر راہنمائی دی جاتی رہی۔اور اہل کتاب کے ساتھ جو مباحث ہوتے ان میں اللہ تعالی کی طرف سے نبیؑ کو تاکید کی جاتی تھی کہ جو بھی فیصلہ آپ نے کرنا ہے وہ "ما انزل اللہ" کے مطابق کرنا ہے۔آیئے کچھ آیات دیکھتے ہیں۔

1۔سورہ النساء (4) إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿۱۰۵﴾

(اے پیغمبر) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے تا کہ اللہ کی ہدایت کے مطابق لوگوں کے مقدمات میں فیصلہ کرو اور (دیکھو) دغابازوں کی حمایت میں کبھی بحث نہ کرنا (105)

یعنی جو اللہ نے احکام قرآن مجید میں نازل کر دیئے ہیں اب معاملات کے فیصلے ان کے مطابق

ہوتے ہیں اور وحی خالص اللہ ہی کا کلام ہوتا ہے۔ اس میں نبیؐ کی ذاتی خواہشات اور رائے شامل نہیں ہوتی۔ اسی لیے آپؐ سے کہا گیا کہ جو لوگ خائن ہیں ان کے بارے میں کبھی نہ جھگڑنا۔ اور یہی طریقہ اللہ کا پچھلے انبیاءؑ کے بارے میں رہا ہے۔

2۔سورہ البقرہ (2) كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰـهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ إِلَّا الَّذِيْنَ أُوْتُوْهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللّٰـهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهٖ وَاللّٰـهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢١٣﴾

(پہلے تو سب) لوگ ایک ہی امت تھے (لیکن وہ آپس میں اختلاف کرنے لگے) تو اللہ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے پیغمبر بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں تاکہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے ان میں فیصلہ کردے۔ اور اس میں اختلاف بھی انہیں لوگوں نے کیا جن کو کتاب دی گئی تھی باوجود یہ کہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے (اور یہ اختلاف انہوں نے صرف) آپس کی ضد سے (کیا) تو جس امر حق میں وہ اختلاف کرتے تھے اللہ نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھا دی۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے (213)

ہر نبیؐ پابند ہوتا تھا لوگوں کے درمیان اختلافی معاملات کے فیصلے کتاب اللہ کے مطابق کرنے کا۔ اسی لیے اللہ تعالی نے بارہا کہا کہ اس نے یہ کتاب مفصل اتاری ہے جو ہر شے کی وضاحت کرتی ہے اور اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔ اور اللہ ہی تو ہے جو سب سے بڑھ کر لوگوں کے معاملات جانتا ہے۔ اور اس نے جو احکام نازل کئے ہیں وہ حکمت پر مبنی ہیں۔ انسانی عقل ان معاملات کا احاطہ نہیں کرسکتی۔ اس لیے ان کا حل دینے سے قاصر ہے۔

3۔سورہ آل عمران (3) أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ أُوْتُوْا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰـهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٢٣﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ وَّغَرَّهُمْ فِي دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ

لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ وَ وُفِّيَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾

بھلا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب اللہ (یعنی تورات سے) حصہ دیا گیا اور وہ (اس) کتاب اللہ کی طرف بلائے جاتے ہیں تا کہ وہ (ان کے تنازعات کا) ان میں فیصلہ کر دے تو ایک فریق ان میں سے کج ادائی کے ساتھ منہ پھیر لیتا ہے (23) یہ اس لیے کہ یہ اس بات کے قائل ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چند روز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی اور جو کچھ یہ دین کے بارے میں بہتان باندھتے رہے ہیں اس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے (24) تو اس وقت کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے (یعنی) اس روز جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (25)

یہاں اللہ تعالی نے اپنی بات ایک مثال کے ساتھ سمجھا دی ہے کہ جب ان کو بلایا جاتا ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق ان کا فیصلہ کیا جائے تو ایک فریق منہ پھیر لیتا اور اعراض کرتا۔ اب آگے اللہ نے ان کا عقیدہ بتایا اور پھر اپنا فیصلہ سنایا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ دوزخ کی آگ میں صرف چند دن گزاریں گے۔ مگر اللہ نے بتا دیا کہ یہ ان کی آرزوئیں ہیں اور من گھڑت عقیدے ہیں جنہوں نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ ہر نفس نے جو کچھ کیا ہے اسے اس کا بدلہ ملنا ہے۔ بدقسمتی سے یہی عقیدہ ہمارے ہاں دَر آیا۔ کہ مسلمان اول تو دوزخ میں جائیں گے نہیں۔ اور اگر گئے تو اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر واپس جنت میں آجائیں گے۔ یہ اس لیے کہ ان کا جنت اور دوزخ کا تصور ہی درست نہیں۔ پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ دنیا میں کوئی بھی اللہ کی چہیتی قوم نہیں ہے۔ یہ دنیا تو اس نے اس لیے بنائی ہے تا کہ ہر نفس کی آزمائش ہو جائے۔ اور جو بھی اس آزمائش میں کامیاب ہو گیا تو وہی فلاح پائے گا۔ اور جو ناکام رہا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور ہر دو کے ساتھ اللہ نے یہی کہا "خالدین فیھا"۔

سورہ الجن (72) اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾

ہاں اللہ کی طرف سے احکام کا اور اس کے پیغاموں کا پہنچا دینا (ہی) میرے ذمے ہے۔ اور جو

شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرے گا تو ایسوں کے لئے جہنم کی آگ ہے ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے(23)۔

سورہ السجدہ(32)وَأَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَأْوٰاهُمُ النَّارُ كُلَّمَآ أَرَادُوْآ أَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ أُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٠﴾

اور جنہوں نے نافرمانی کی اُن کے رہنے کے لئے دوزخ ہے جب چاہیں گے کہ اس میں سے نکل جائیں تو اس میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور اُن سے کہا جائے گا کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھوٹ سمجھتے تھے اس کے مزے چکھو(20)

اس کے برعکس ہمارے معاشرے کی حالت دیکھ لیجئے۔ انہوں نے ایسے ایسے وظائف بنا رکھے ہیں جن سے کوئی جہنم میں جا ہی نہیں سکتا۔ اور اس کے بعد ایسے ایسے عقائد ہیں مثلاً یہ کہ نبیؐ اس دن سر سجدہ سے اٹھائیں گے ہی نہیں جب تک ساری امت کو بخشوا نہیں لیتے۔ اس سے آگے بڑھیے تو جو لوگ دوسروں کے پیروکار ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کے پیر انہیں آخرت کی سزا سے بچا لیں گے۔

مگر یہ قرآن کا حتمی فیصلہ ہے کہ ہر ہر عمل کا حساب دینا پڑے گا اور اس کے بعد جو جہاں گیا ہمیشہ وہیں رہنا ہے۔ جگہ ادلی بدلی ہر صورت نہیں ہونی۔ اس لیے یہ عقیدہ یہودیوں کا تھا کہ وہ صرف چند دن کے لیے جہنم جائیں گے۔ اب ہم کچھ آیات دیکھتے ہیں جہاں اللہ تعالی نے اپنا اور نبیؐ کا اختیار واضح کیا ہے۔

1۔سورہ الانعام(6)قُلْ إِنِّيْ نُهِيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ أَتَّبِعُ أَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾ قُلْ إِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ لَّوْ أَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ

﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴿٦٥﴾ وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ﴿٦٦﴾

اور اس طرح ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں (تاکہ تم لوگ ان پر عمل کرو) اور اس لئے کہ گنہگاروں کا راستہ ظاہر ہو جائے (55) (اے پیغمبر! کفار سے) کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں (56) کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار کی دلیل روشن پر ہوں اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ جس چیز (یعنی عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے (ایسا) حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (57) کہہ دو کہ جس چیز کے لئے تم جلدی کر رہے ہو اگر وہ میرے اختیار میں ہوتی تو مجھ میں اور تم میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور خدا ظالموں سے خوب واقف ہے (58) اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتا نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے (59) اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ

(یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا (60) اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے (61) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے (62) کہو بھلا تم کو جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں سے کون نجات دیتا ہے (جب) کہ تم اسے عاجزی سے اور دل میں پکارتے ہو (اور کہتے ہو) اگر اللہ ہم کو اس (تنگی) سے نجات بخشے تو ہم اس کے بہت شکر گزار ہوں (63) کہو کہ اللہ ہی تم کو اس (تنگی) سے اور ہر سختی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر (تم) اس کے ساتھ شرک کرتے ہو (64) کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھیں (65) اور اس (قرآن) کو تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ وہ سراسر حق ہے۔ کہہ دو کہ میں تمہارا داروغہ نہیں ہوں (66)

ان آیات میں بڑی وضاحت کے ساتھ کچھ مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔

سب سے پہلے یہ کہ نبیؐ کی زبان سے کہلوایا گیا کہ مجھے منع کیا گیا ہے ان کی عبادت سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا ۔ یعنی نبیؐ اللہ کے حکم کے پابند ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آپؐ نے کہہ دیا کہ تمہاری خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا کہ کوئی بت یا اور ہستیاں جن کی تم عبادت کرتے ہو یا پچھلی کتابوں میں جو تحریفات تم نے کی ہیں اور کچھ عقائد صرف قصے اور افسانوں کی بنیاد پر وضع کیے ہیں یہ سب کچھ تمہیں بہت اچھا لگتا ہے۔ مگر میں تو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل یعنی قرآن پر قائم ہوں اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تمہارے عقائد کے بارے میں جو بھی فیصلہ ہونا ہے وہ قرآن کریم کے مطابق ہونا ہے۔ اب اس کے جواب

میں کفار کا مطالبہ ہوتا کہ اچھا آپؐ ہماری بات نہیں مانتے تو پھر جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو وہ لے کر آؤ۔

اس کے جواب میں نبیؐ سے کہلوایا گیا کہ میں اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ وہ (عذاب) رب کے حکم سے ہے اور اگر میرا حکم ہوتا تو فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ یعنی اس چیز کا فیصلہ اللہ کی ذات نے کرنا ہے۔ اور نبیؐ اپنی مرضی سے اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ پھر نبیؐ کی زبان سے اللہ کی شان، تعریف اور خوبیوں پر مبنی اس کائنات کے نظام کا بیان ہے۔ اور اس کے ساتھ زندگی اور موت کے اختیار کی بات ہے۔ یعنی نبیؐ ان سب معاملات پر ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتا۔ یہ سارے اوصاف صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات کی طرف لوٹتے ہیں۔ اور پیغام رسالت صرف اور صرف قرآن ہے جس کی لوگوں نے تکذیب کی اور اپنی خواہشات کو ہی اپنا الہ بنالیا۔

بالکل اسی طرح آج بھی قرآن کو فراموش کر دیا گیا ہے اور مہجور بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ یعنی اگر کوئی قرآن کی طرف آتا بھی ہے تو صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے۔ اس کی سمجھ اور اس پر عمل تو دور کی بات ہے بلکہ روایات کے انبار کے ذریعے اس کو بے اثر کر دیا گیا ہے۔ جب ایسی روایات ہوں کہ قرآن کا کوئی خاص حصہ یا خاص سورۃ پڑھنے سے جنت میں داخلہ مل جائے گا۔ تو پھر قرآن کو اسی مقصد کے لیے پڑھا جائے گا اس سے کوئی ہدایت تھوڑی حاصل کرے گا۔ اور بدقسمتی یہ کہ ایسی روایات کو منسوب کیا جاتا ہے نبیؐ کی طرف۔

اللہ تعالی نے یہ کتاب نازل کی تھی کہ اس کے ذریعے سے ایک پرامن معاشرے کی تشکیل ہوتی۔ مگر قرآن کو ثواب کا ذریعہ سمجھ لیا گیا اور معاشرتی رسم ورواج انہی ضعیف روایات کے مطابق طے کئے جانے لگے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا معاشرہ بے سکونی کا شکار ہے۔

2۔ سورہ الرعد (13) وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ أُشْرِكَ بِهٖ ؕ إِلَيْهِ أَدْعُوْ وَإِلَيْهِ مَاٰبِ ﴿٣٦﴾ وَكَذٰلِكَ أَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ﴿٣٧﴾

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے جو تم پر نازل ہوئی ہے خوش ہوتے ہیں اور بعض گروہ اس کی بعض باتیں نہیں بھی مانتے۔ کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤں۔ میں اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے (36) اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو عربی زبان کا فرمان نازل کیا ہے۔ اور اگر تم علم (ودانش) آنے کے بعد ان لوگوں کی خواہشوں کے پیچھے چلو گے تو خدا کے سامنے کوئی نہ تمہارا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا (37)

ان آیات میں بھی نبیؐ کی طرف سے عاجزی کا اظہار ہے جب وہ کہہ رہے ہیں کہ مجھے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ وعید بھی سنادی گئی ہے کہ اس علم یعنی قرآن کے آنے کے بعد کسی کی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی۔

یعنی کوئی لاکھ کہے کہ وحی کے علاوہ بہت سے اعمال ہیں جن کا بہت فائدہ ہے مگر نبیؐ تو پابند ہوتا ہے صرف وحی کا۔ اور صرف اس کی تعلیم وتبلیغ ہی اس کا فریضہ ہوتا ہے نہ کہ اپنے اقوال اور خواہشات کا۔ اس طریقہ سے نبیؐ کی ذات کو ڈائریکٹ اللہ تعالی کنٹرول کرتے ہیں۔ اور ہر لحظہ نبیؐ کی الائنمنٹ درست رکھتے ہیں۔ جب بھی نبیؐ کا جھکاؤ لوگوں کی من گھڑت باتوں کی طرف ہوتا ہے تو اللہ اسی وقت نبیؐ کو ٹوک دیتے ہیں۔ اور نبیؐ اسی وقت اپنی درستگی کر لیا کرتے ہیں۔

مگر آج نبیؐ موجود نہیں ہیں مگر اللہ کا پیغام یعنی وحی قرآن کریم بالکل اصل حالت میں موجود ہے۔ اس لیے ہر ایک کے لیے موقع ہے کہ وہ اپنے عقائد قرآن کریم کے مطابق درست کر لے۔ اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔ اور گمراہی سے بچ جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ خالص قرآنی تعلیمات کو سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بڑی ذمہ داری ہے کہ قرآنی تعلیمات کو دوسروں تک پھیلایا جائے۔ تا کہ اس کا پیغام ہر فرد تک پہنچ جائے۔

باب چہارم

قرآن کریم

نوع انسان کے لیے اللہ تعالی کا آخری پیغام قرآن کریم آج بھی مکمل اور اصل حالت میں ہمارے سامنے موجود ہے اور اس کا پیغام قیامت تک آنے والوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے۔ غالب، حکمت والے رحیم اللہ کا نازل کردہ ہے۔حق و باطل کے لیے کسوٹی ہے۔نفسیاتی امراض کے لیے مکمل شفاء ہے۔عقائد کی درستگی کرتا ہے اور تزکیہ نفس کا باعث ہے۔

وحی کی سابقہ کتب کے ساتھ معاملہ یہ رہا کہ ان کے متبعین نے ان میں ردوبدل اور تحریف کردی اور اس طرح اسے خالص نہ رہنے دیا۔ بلکہ انسانی خیالات کی آمیزش کر دی۔لیکن قرآن کریم کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا۔سورہ الحجر (15) إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ ﴿٩﴾ بے شک یہ (کتاب) نصیحت ہمیں نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (9) اور مزید وضاحت فرمادی کہ سورہ حم سجدہ (41) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ م بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ (اور) دانا (اور) خوبیوں والے (خدا) کی اُتاری ہوئی ہے (42)

قرآن کریم اللہ تعالی نے جبریلؑ کے ذریعے آپؐ کے دل پر نازل کیا۔سورہ الشعراء (26) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿١٩٤﴾ اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اُترا ہے (193) (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تا کہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو (194)

اس کے بعد نبیؐ کی بنیادی ذمہ داری یہ تھی کہ وہ یہ پیغام لوگوں تک پہنچائے۔سورہ المائدہ (5) يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٦٧﴾ اے پیغمبر جو (قرآن) اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوا۔سب لوگوں کو پہنچادو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا)۔اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک اللہ منکروں کو ہدایت

نہیں دیتا(67)

یہ ذمہ داری نبیؐ پر عائد کرنے کے ساتھ ہی نگرانی کا عمل بھی جاری رکھا۔سورہ الجن (72)عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُولٍ فَإِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوْا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾ غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا (26) ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے (27) تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے(28)

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ قرآن کا نازل کرنا اور اس کی حفاظت اور لوگوں تک پہنچانے کا سارا انتظام اللہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا۔ بلکہ اس کا فہم و ادراک اور معنی و مطالب کی سمجھ بھی اللہ کے ڈائریکٹ کنٹرول میں ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے سمجھا دیتا ہے اسی لیے اللہ نے نبیؐ کو ہدایت کی کہ سورہ طہ (20) وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ اور دعا کرو کہ میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے(114)

دوسرے لفظوں میں جب اللہ کہتا ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے تو اصل میں یہی وہ قانون ہے جس کے مطابق جس نے ہدایت لینا ہوتی ہے وہ ہدایت پا لیتا ہے اور جو ہدایت لینا ہی نہ چاہے وہ اس سے دور ہی رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کے ہاں جبر نہیں ہے وہ تو فرماتا ہے۔ سورہ الرعد (13) أَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا أَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا(31) تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے راستے پر چلا دیتا۔مزید فرمایا سورہ الانعام (6) قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٤٩﴾ کہہ دو کہ خدا ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا(149)۔ایک اور مقام پر فرمایا سورہ النحل (16) وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٩﴾ اور سیدھا راستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے۔ اور بعض راستے ٹیڑھے ہیں (وہ اس تک نہیں پہنچتے) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے پر چلا دیتا (9)

اللہ کے ہاں جبر نہیں ہے بلکہ لوگوں کے اندر گروہ ہیں جن میں سے نیک و پرہیز گار ہدایت پر ہیں اور بدکردار ہدایت سے دور ہیں۔ پہلے دیکھئے نیک لوگوں کے بارے میں قرآن کیا کہتا ہے۔

1۔سورہ الانعام (6) وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۖ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٤﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٥﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٨٦﴾ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٨٧﴾

اور ہم نے (ابراہیمؑ) کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ بخشے۔ (اور) سب کو ہدایت دی۔ اور پہلے نوحؑ کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داوٗدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھی۔ اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں (84) اور زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو بھی۔ یہ سب نیکوکار تھے (85) اور اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ اور یونسؑ اور لوطؑ کو بھی۔ اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضلیت بخشی تھی (86) اور بعض کو ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بھی۔ اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا راستہ بھی دکھایا تھا (87)

2۔سورہ الاعراف (7) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

اور جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال ڈالیں گے۔ ان کے محلوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہم کو یہاں کا راستہ دکھایا اور اگر اللہ ہم کو راستہ نہ دکھاتا تو ہم راستہ نہ پا سکتے۔ بے شک ہمارے پروردگار کے رسول حق بات (وحی) لے کر آئے تھے اور (اس روز) منادی کر دی جائے گی کہ تم ان اعمال کے صلے میں جو دنیا میں کرتے تھے اس

بہشت کے وارث بنا دیئے گئے ہو(43)

3۔سورہ ابراہیم (14)وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ج وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَا آذَيْتُمُونَا ج وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۱۲﴾

اور ہم کیونکر اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (دین کے سیدھے) راستے بتائے ہیں۔ جو تکلیفیں تم ہم کو دیتے ہو اس پر صبر کریں گے۔ اور اہل توکل کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے (12)

4۔سورہ مریم (19) أُولٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَآئِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ج إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ﴿۵۸﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنے پیغمبروں میں سے فضل کیا۔ (یعنی) اولاد آدم میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی اولاد میں سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت دی اور برگزیدہ کیا۔ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو سجدے میں گر پڑتے اور روتے رہتے تھے (58)

5۔سورہ الزمر (39)وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَّعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ج فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ج أُولٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللّٰهُ وَأُولٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿۱۸﴾

اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا ان کے لئے بشارت ہے۔ تو میرے بندوں کو خوشخبری سنا دو (17) جو بات کو سنتے اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں (18)

ان کے بعد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ اور چہ جائکہ اللہ نے ان کو دل و دماغ، کان اور آنکھیں عطا کیں۔ مگر انہوں نے اپنے ذہن خود سے بند کر لیے۔ اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے کام نہ لیا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کہا

گیا۔

1۔سورہ الملک (67) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ﴿٨﴾ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ﴿٩﴾ وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ﴿١٠﴾

(جہنم) گویامارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ تمہارے پاس کوئی ڈرانے والانہیں آیا تھا؟ (8) وہ کہیں گے کیوں نہیں! بالکل ڈرانے والا آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا کہ خدا نے تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ تم تو بڑی غلطی میں (پڑے ہوئے) ہو (9) اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے (10)

2۔سورہ النساء (4) فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللَّهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿٨٨﴾

تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو حالانکہ اللہ نے ان کو ان کے کرتوتوں کے سبب اوندھا کر دیا ہے کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے اس کو سیدھے راستے پر لے آؤ۔ اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لئے کبھی بھی راستہ نہیں پاؤ گے (88)

3۔سورہ القصص (28) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(اے محمدؐ) تم جس کو چاہتے ہواُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (56)

4۔سورہ الزخرف (43) أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٤٠﴾

کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہو۔ اور جو صریح گمراہی میں ہو (اسے راہ پر

لا سکتے ہو)(40)

5۔سورہ اٰل عمران (3) كَيْفَ يَهْدِي اللّٰـهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ج وَاللّٰـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٨٦﴾ أُولٰـئِكَ جَزَآؤُهُمْ أَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰـهِ وَالْمَلَآئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿٨٧﴾ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٨٨﴾

اللہ ایسے لوگوں کو کیونکر ہدایت دے جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے اور (پہلے) اس بات کی گواہی دے چکے کہ یہ پیغمبر برحق ہے اور ان کے پاس دلائل بھی آ گئے اور اللہ بے انصافوں کو ہدایت نہیں دیتا (86) ان لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور انسانوں کی سب کی لعنت ہو (87) ہمیشہ اس لعنت میں (گرفتار) رہیں گے ان سے نہ تو عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ انہیں مہلت دے جائے گی (88)

6۔سورہ المائدہ (5) ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ يَّأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ وَاتَّقُوا اللّٰـهَ وَاسْمَعُوا وَاللّٰـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿١٠٨﴾

اس طریق سے بہت قریب ہے کہ یہ لوگ صحیح صحیح شہادت دیں یا اس بات سے خوف کریں کہ (ہماری) قسمیں ان کی قسموں کے بعد رد کر دی جائیں گی اور اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو (گوشِ ہوش سے) سنو اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (108)

7۔سورہ التوبہ (9) إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِّيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰـهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰـهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللّٰـهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٣٧﴾

امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرتا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں۔ ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام۔ تاکہ ادب کے مہینوں کو جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کر لیں۔ اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کر لیں۔ ان کے برے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں۔ اور اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (37)

8۔سورہ النحل (16) ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۱۰۷﴾

یہ اس لئے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں عزیز رکھا۔ اور اس لئے اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (107)

9۔سورہ الزمر (39) أَلَا لِلّٰهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۚ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى إِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾

دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست (ولی) بنائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔ تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ ان میں ان کا فیصلہ کردے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا (3)

10۔سورہ المومن (40) وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾

اور فرعون کے لوگوں میں سے ایک مومن شخص جو اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتا تھا کہنے لگا کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے پروردگار (کی طرف) سے نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس کے جھوٹ کا ضرر اسی کو ہوگا۔ اور اگر سچا ہوگا تو کوئی سا عذاب جس کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے تم پر واقع ہو کر رہے گا۔ بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو بے لحاظ جھوٹا ہے (28)

ان آیات سے واضح ہے کہ ہدایت یا گمراہی کے راستے کا انتخاب انسان کا اپنا ہے۔ پھر اللہ فرماتے ہیں

سورہ انعام (6) فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ

صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٥﴾

توجس شخص کواللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے،اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے اس طرح اللہ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے(125)

سورہ الزمر(39) أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ أُوْلٰٓئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾

بھلا جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو،اور وہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی پر ہو(تو کیا وہ سخت دل کافر کی طرح ہوسکتا ہے) پس ان پر افسوس ہے جن کے دل اللہ کی یاد سے سخت ہورہے ہیں۔اور یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں(22)

اس کے علاوہ جوگمراہ لوگ ہیں ان کے دلوں پر مہر لگادی جاتی ہے

سورہ البقرہ(2) إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٧﴾

جولوگ کافر ہیں انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو ان کے لیے برابر ہے۔وہ ایمان نہیں لانے کے(6) اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا رکھی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑا ہوا) ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب (تیار) ہے(7)

سورہ التوبہ(9) رَضُوْا بِأَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨٧﴾

یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں۔(گھروں میں بیٹھ) رہیں ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں(87)

سورہ انعام(6) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ حَتّٰى إِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا إِنْ هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾

اوران میں بعض ایسے ہیں کہ تمہاری (باتوں کی) طرف کان رکھتے ہیں۔اور ہم نے ان کے دلوں پر تو پردے ڈال دیئے ہیں کہ ان کو سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں ثقل پیدا کر دیا ہے (کہ سن نہ سکیں) اور اگر یہ تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لائیں۔ یہاں تک کہ جب تمہارے پاس تم سے بحث کرنے کو آتے ہیں تو جو کافر ہیں کہتے ہیں یہ (قرآن) اور کچھ بھی نہیں صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں(25)

سورہ بنی اسرائیل (17)وَ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ﴿٤٦﴾

اوران کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھ نہ سکیں اوران کے کانوں میں ثقل پیدا کر دیتے ہیں۔اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کرتے ہو تو وہ بدک جاتے اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں(46)

سورہ الکہف (18)وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيَاتِ رَبِّهٖ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ إِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوْهُ وَفِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۖ وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَهْتَدُوْا إِذًا أَبَدًا ﴿٥٧﴾

اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جس کواس کے پروردگار کے کلام سے سمجھایا گیا تو اُس نے اس سے منہ پھیر لیا۔اور جو اعمال وہ آگے کر چکا اس کو بھول گیا۔ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے کہ اسے سمجھ نہ سکیں۔اور کانوں میں ثقل (پیدا کر دیا ہے کہ سن نہ سکیں) اور اگر تم ان کو راستے کی طرف بلاؤ تو کبھی راستے پر نہ آئیں گے(57)

قرآن کریم نے اسی لیے بار ہا غور و تدبر اور تفکر پر زور دیا ہے کیونکہ صرف ترجمہ وتفسیر پڑھ کر مطلب سمجھنا مشکل ہے اس لیے بہت سے مقامات گہرے غور وفکر کے متقاضی ہیں۔اور اس میں سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ کبھی بھی اپنی رائے کو حتمی اور فائنل نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ہر وقت ذہن کھلا رکھا جائے اور ہر رائے پر غور کیا جائے۔اور طالب علمانہ انداز سے ہر نئی چیز سیکھنے کی کوشش کی جائے تو بہت حد تک مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم منبع رشد و ہدایت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ رابطہ ہے۔ اس لیے اس کی تلاوت کے لیے بھی احکام اللہ ہی کی طرف سے دیئے گئے ہیں۔

سورہ النحل (16) فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ﴿۹۸﴾ إِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۹۹﴾

اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے پناہ مانگ لیا کرو (98) کہ جو مومن ہیں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اُن پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا (99)

سورہ الاعراف (7) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَأَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے (204)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جگہ جگہ یہ واضح طور پر بتا دیا کہ عملی زندگی میں قرآن کریم کا کس قدر عمل دخل ہوگا۔

سورہ انعام (6) قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ج وَأُوْحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ ج أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً أُخْرٰى ج قُلْ لَّا أَشْهَدُ ج قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّإِنَّنِيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو آگاہ کر دوں۔ اور جس شخص تک قرآن پہنچے (وہ بھی اسکے ذریعے آگاہ کر دے۔) کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں (اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں (19)

اللہ تعالیٰ نے پہلی بات یہ طے کر دی کہ نبیؐ کی طرف صرف اور صرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نبیؐ کو کوئی اور چیز نہیں دی گئی۔ اس کی مزید وضاحت سورہ رحمٰن میں یہ کہہ کر کر دی اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾ (خدا جو) نہایت مہربان (1) اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی

(2)۔یعنی رحمن نے صرف قرآن ہی کی تعلیم دی۔اس طرح سے قرآن سے باہر کسی بھی قسم کی وحی خفی یا جلی کی نفی ہوگئی۔مگر مسلمان سادہ لوح ہیں کسی بھی طرح کے جھانسے میں بڑی آسانی سے آجاتے ہیں۔صرف مقدس نقاب ڈالنے کی ضرورت ہے۔کہا گیا کہ حدیث ہی قرآن کی تشریح کرتی ہے۔اب تقریباً35 مجموعے ہیں۔شیعہ حضرات کے الگ سے مجموعے ہیں۔

(تفصیل کے لیے Google پر Total Books of Hadith لکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔)

اور ان میں سے کونسا مستند ہے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔صرف جسے صحیح ترین کہا جاتا ہے یعنی بخاری شریف تو اس کا باب التفسیر پڑھ کر ہی سر چکرا جاتا ہے۔یہ مجموعے ایرانیات واسرائیلیات سے بھرے ہوئے ہیں۔مگر سازشی اپنی سازش میں کامیاب ہوئے۔اور مسلمان قرآن کو صرف ثواب کے لیے پڑھنے لگے اور زندگی کے معاملات کے فیصلے روایات کے ذریعے کرنے لگے۔

دوسری اہم بات جو اس آیت میں بیان ہوئی وہ یہ کہ قرآن جس فرد تک بھی پہنچے وہ اسی کے ذریعے انذار کرے گا، آگاہ کرے گا، برے اعمال کے نتائج سے ڈرائے گا۔اس کے علاوہ اور کوئی پیغام نہیں جو لوگوں تک پہنچایا جائے۔اور جو بھی فرد قرآن پر آ گیا تو اس کا زندگی کا میدان واضح ہو گیا۔اب عمل کے لیے اس کے سامنے راستہ سیدھا ہے۔اس میں کوئی اور چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔اگلا کام اللہ کی ذات کا ہے۔

تیسری بات یہ کہ نبیؐ کی زبان سے شہادت دی گئی کہ الہ صرف اور صرف اللہ کی ذات ہے اس کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں ہے۔اب جبکہ صرف اللہ ہی الہ ہے تو کسی اور کا نہ تو نام پکارا جا سکتا ہے نہ کسی اور ہستی سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔اور نہ ہی حاجت روائی کے لیے کسی دربار یا مزار یا آستانے کا در کھٹکھٹایا جا سکتا ہے۔اس کی وضاحت فرما دی گئی۔

سورہ یوسف (12) مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۚ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾

جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ

دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (40)

کس قدر واضح حکم ہے مگر آج ہمیں پھر ایک اور جھانسا دیا گیا اور وہ ہے نبیؐ کی ذات کا۔ کبھی شریعت محمدیؐ کے نام پر۔ کبھی سنت رسولؐ کے نام پر۔ کبھی اہل بیت کی محبت کے نام پر۔ کبھی اطاعت رسولؐ کے نام پر اور کبھی عشق رسولؐ کے نام پر۔ اور ان سب کے پس منظر پر وہی غیر قرآنی تصورات وعقائد اور ہدایت سے دوری۔ بدلتے وقت میں ان کی نئی نئی صورتیں سامنے آ رہی ہیں۔ اور دنیا قرآن چھوڑ کر نعت گوئی، نعت خوانی اور محافل میلاد کے چکر میں پڑ گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم نے واضح طور پر بتا دیا گیا کہ

سورۂ آل عمران (3) مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿٧٩﴾

کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے) تم ربانی ہو جاؤ۔ کیونکہ تم کتابِ الٰہی پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو (79)

اسی چیز کو دوسری جگہ صبغۃ اللہ کہا گیا یعنی اللہ کے رنگ میں رنگ جاؤ۔ سورہ البقرہ (2) صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً وَّنَحْنُ لَهُ عَابِدُوْنَ ﴿١٣٨﴾ (کہہ دو کہ ہم نے) خدا کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور خدا سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں (138)

کیونکہ رسول کا ایک ہی فریضہ ہوتا ہے کہ اس نے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں ہوتا۔ نہ وہ اپنی ذات کے لیے کچھ مانگتا ہے۔ بلکہ ہر رسول نے یہی کہا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ مگر میرا اجر تو اللہ پر ہے۔ نہ ہی ان کا کام ذاتی شہرت یا

کوئی دنیاوی مفاد ہوتا ہے۔ اسے تو ایک ہی ذمہ داری دی جاتی ہے۔ کہ سورہ المائدہ (5) يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ أُنْزِلَ إِلَيْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰـهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰـهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ ﴿٦٧﴾

اے پیغمبر جو اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوا سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا بیشک اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا (67)

سورہ یوسف (12) نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْکَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ أَوْحَيْنَا إِلَيْکَ هٰـذَا الْقُرْاٰنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ ﴿٣﴾

(اے پیغمبر) ہم اس قرآن کے ذریعے سے جو ہم نے تمہاری طرف بھیجا ہے تمہیں ایک نہایت اچھا قصہ سناتے ہیں اور تم اس سے پہلے بےخبر تھے (3)

یہ سورہ یوسف کی ابتدا ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ جتنے بھی قوموں کے واقعات ہیں اور انبیاء حضرات کی سرگزشت ہے وہ اللہ تعالی نے قرآن کریم کے ذریعے نبی کریمؐ کو بتائے۔ پھر سورہ کہف میں اصحابِ کہف اور حضرت ذوالقرنینؑ کا واقعہ ہے۔ وہ اصل میں مکہ کے لوگوں کے سوالات تھے جن کے جواب اللہ تعالی نے قرآن کریم میں دیئے ہیں۔ پھر سورہ فرقان میں واضح طور پر بتا دیا۔ لَا يَأْتُوْنَکَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاکَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿٣٣﴾ اور یہ لوگ تمہارے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب واضح جواب بھیج دیتے ہیں (33)

یہ اس لیے کہ اصل میں نبیؐ کو تو اللہ کی ذات چلا رہی ہے اور نبیؐ کو ان واقعات یا جوابات کا خود سے کوئی ادراک نہیں ہے۔ اللہ کی ذات ہی ہے جو نبیؐ کی راہنمائی کر رہی ہے اور کفار کے ساتھ جو مقابلہ ہے وہ اصل میں اللہ کے ساتھ کفار کا مقابلہ ہے اور اس چیز کو سورہ آل عمران میں واضح کر دیا۔ ذٰلِکَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيهِ إِلَيْکَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ (اے محمدؐ) یہ باتیں اخبار غیب میں سے

ہیں جو ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا متکفل کون بنے تو تم ان کے پاس نہیں تھے اور نہ اس وقت ہی ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے(44)

نبیؐ کو تو گزرے واقعات کے بارے میں حتمی علم نہیں تھا اور یہ سارا علم اور یہ واقعات اللہ کی ذات قرآن کے ذریعے آپؐ کو بتا رہی ہے۔ اور یہ سارا مکہ جانتا ہے کہ نبیؐ ان پڑھ تھے اور نبوت سے پہلے نہ پڑھنا جانتے تھے اور نہ لکھنا۔ قرآن نے اس کی شہادت دی ہے۔ مزید اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ بنی اسرائیل (17) إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ﴿٩﴾

یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لئے اجرِ عظیم ہے(9)

یعنی قرآن کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ہدایت نہیں ہے۔ اس پر عمل کر کے ہی ہدایت حاصل کی جا سکتی ہے۔ اور نبیؐ کے دور میں اور اس کے بعد بھی قرآن کے علاوہ اور کوئی مجموعہ نہیں تھا۔ پھر دو اڑھائی سو سال بعد روایات کے مجموعے مرتب ہونا شروع ہوئے۔ اور پھر فقہ کی تدوین ہوئی۔ لیکن قرآن کے علاوہ جو بھی کام ہے وہ انسانی کاوش ہے پھر اس میں کچھ حصہ ایسا ہے جو براہِ راست قرآن سے متصادم ہے۔ اس کے علاوہ یہود و ہنود اور انگریزوں کی سازشیں اس پر مستزاد ہیں۔

لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ بہر طور ہدایت صرف قرآن ہی کے اندر ہے۔ اور آخرت میں فلاح و کامیابی کا سارا دارومدار صرف اور صرف قرآن حکیم پر ہی ہے۔ قرآن حکیم نے بنیادی باتوں اور احکام و قوانین کا تعین کر دیا ہے۔ اور باقی معاملات میں وہ عقل انسانی کو آزاد چھوڑتا ہے۔ مگر روایات اور فقہ نے باقی معاملات میں عقل کو پابند کر دیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سارا مذہب روایات اور فقہ پر چل رہا ہے اور قرآن حکیم کا کام صرف حصول ثواب، حفظ، مردوں کی بخشش ہی رہ گیا ہے۔ اور اس کے الفاظ دہرانے کو ہی مقصد ٹھہرا لیا گیا ہے۔ اور ان چیزوں کو تقویت ضعیف

روایات نے خوب دی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل (17)وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾

اور ہم قرآن (کے ذریعے) سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے (82)

اللہ نے جو کتاب (قرآن) نازل کی ہے وہ بڑی بلیغ ہے اور اس میں شفا ہے سینوں (نفسیاتی) کے امراض کی۔ اور مومنوں کے لیے رحمت ہے۔ یعنی جو بندہ اللہ تعالی اور یوم آخرت (حساب کتاب) پر ایمان رکھتا ہے۔ ہر وقت اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ تو یہ بات اسی کے لیے ہے کہ وہ قرآن کے خزانوں سے فیض یاب بھی ہوتا ہے۔ اسکا فہم اور حکمت بھی حاصل کرتا ہے۔ اس سے شفا یعنی ہر طرح کا ذہنی سکون بھی اسے ہی نصیب ہوتا ہے۔ مگر جو بندہ اس کے برعکس ہوتا ہے یعنی نیک صالح نہیں ہے (یہاں اللہ تعالی کافروں کی بات نہیں کر رہے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی اس میں شامل ہیں۔) مگر وہ اپنے موجودہ تصور یا عقیدہ کی تائید حاصل کرنے کے لیے اسے پڑھتا ہے تو اس کو ویسے ہی دلائل مل جاتے ہیں۔ یعنی جن کے دل ٹیڑھے ہوتے ہیں اللہ ان کو مزید ٹیڑھا کر دیتے ہیں۔ مگر اپنے تئیں وہ بڑے خوش ہوتے ہیں کہ انہوں نے بڑا تیر مارا ہے۔ اور حالانکہ وہ خسارہ اٹھا رہے ہوتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کا فہم اللہ تعالی کے براہ راست کنٹرول میں ہے۔ کیونکہ وہ دلوں کے بھید جانتا ہے۔ اس نے واضح طور پر ارشاد فرما دیا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل (17)وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾

اور جب قرآن پڑھا کرتے ہو تو ہم تم میں اور ان لوگوں میں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے حجاب

پر حجاب کر دیتے ہیں (45) اوران کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں کہ اسے سمجھ نہ سکیں اوران کے کانوں میں ڈاٹ لگا دیتے ہیں۔اور جب تم قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا ذکر کرتے ہوتو وہ بدک جاتے اور پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں (46)

اللہ تعالی نے یہاں ایک خاص اصول کا ذکر کیا ہے وہ یہ کہ اعمال صالحہ کی بنیاد آخرت پر ایمان ہے۔آخرت پر ایمان پختہ ہوگا تو لامحالہ کوئی بھی اللہ تعالی کے احکام وقوانین اوراس کی بندگی سے سرکشی نہیں کرے گا۔اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا۔سورہ انعام (6) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾ اور جولوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی پوری حفاظت کرتے ہیں (92)

نماز کا ذکر کر کے یہاں بتانا مقصود ہے کہ آخرت پر ایمان اورقرآن پر ایمان کا لازمی نتیجہ عاجزی اورانکساری ہے۔اوراس کی عملی شکل نماز ہے۔عاجزی اللہ کو محبوب ہے اس کے انبیاءؑ کا وصف ہے عاجزی دل میں نرمی اور لجاجت پیدا کرتی ہے۔اسی لیے جولوگ نماز سے دور ہوتے ہیں اکثر سخت دل ہوتے ہیں اور متکبر ہوتے ہیں۔متکبر انسان دنیا میں بھی اپنا بہت زیادہ نقصان کرتا ہے اور آخرت میں بھی اس کے لیے کوئی اچھا ٹھکانہ نہیں ہے۔سورہ المومن (40) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ﴿٦٠﴾ اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔جولوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہوئے (اعراض کرتے) ہیں۔عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہوں گے (60) پھر فرمایا سورہ السجدہ (32) إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيَاتِنَا الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿١٥﴾ ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب اُن کو اُن سے نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے اوراپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے (15)

اس لیے نماز اورقرآن کا لازمی نتیجہ عاجزی ہے اللہ فرماتے ہیں۔سورہ بنی اسرائیل (17) وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنَاهُ

لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ أَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ج إِنَّ الَّذِيْنَ
أُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ إِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا
إِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْأَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾

اور ہم نے اس قرآن کو سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے اور وہ سچائی کے ساتھ نازل ہوا اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے (105) اور ہم نے قرآن کو جزو جزو کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اُتارا ہے (106) کہہ دو کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ (یہ فی نفسہ حق ہے) جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا ہے۔ جب وہ ان کو پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں (107) اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بےشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہو کر رہا (108) اور وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑتے ہیں (اور) روتے جاتے ہیں اور اس سے ان کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے (109)

اس کے بعد نبیؐ کی زبان سے بھی کہلوا دیا گیا۔

سورہ نمل (27) إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّأُمِرْتُ
أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ
ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ج وَمَا
رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

(کہہ دو) کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقام ادب) بنایا ہے اور سب چیزیں اُسی کی ہیں اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا فرمانبردار رہوں (91) اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں۔ تو جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور جو گمراہ رہتا ہے تو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں (92) اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے۔ وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم اُن کو پہچان لو گے۔ اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا پروردگار اُن سے بےخبر نہیں ہے (93)

جولوگ ہر وقت اتباع رسول، اطاعت رسول اور سنت رسول پر عمل کی تلقین کرتے ہیں۔ان کے لیے یہ آیات مشعل راہ ہیں کہ نبیؐ کی زبانی اللہ نے کہلوادیا کہ تم کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ صرف اس مقدس شہر کے رب (اللہ تعالیٰ) کی ہی عبادت کروں۔یعنی اللہ کے آگے سر جھکاؤں اور اسی کی حمد وثناء بیان کروں اور اسی کے حکم کو مانوں اور اسی کے نام کا ذکر کروں۔اور اپنی تمام حاجات اسی کی بارگاہ میں پیش کروں۔کیونکہ وہی مجیب الدعوات ہے اور قاضی الحاجات ہے اور مشکل کشا ہے اور دو جہاں کا خالق و مالک اور رازق ہے۔

مگر یہاں حالت یہ ہے کہ مختلف لوگوں اور فرقوں نے اللہ کو چھوڑ کر کچھ بزرگ ہستیوں کو اپنا الہ بنایا ہوا ہے۔بہت سے لوگ نبیؐ کی نعتیں ہی پڑھتے رہتے ہیں۔کچھ لوگ درود کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔کچھ لوگوں نے اہل بیت کو ہی اپنا الہ بنالیا ہے۔حالانکہ نہ تو اللہ نے ایسا کوئی حکم دیا ہے اور نہ اس کے رسولؐ نے کوئی ایسی ہدایات دی ہیں۔بلکہ تمام انبیاء کی یہی بنیادی تعلیم تھی کہ الہ صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے علاوہ جتنی بھی بزرگ ہستیاں یا انبیائے کرامؑ ہیں ان لوگوں نے اپنا حساب دینا ہے۔اللہ فرماتے ہیں۔سورہ اعراف (7) فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ﴿٧﴾

توجن لوگوں کی طرف پیغمبر بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے (6) پھر اپنے علم سے ان کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے (7)

توجس نے خود حساب دینا ہے وہ بھلا کسی اور کے کیا کام آسکے گا۔پھر نبیؐ کی زبانی یہ کہلوادیا گیا کہ مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن کریم کی تلاوت کروں۔کیونکہ یہی ہدایت کی راہ ہے اور جو بھی ہدایت چاہتا ہے تو اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو قرآن سے ہدایت نہیں لیتا تو پس وہ گمراہ ہے اور اس کا نقصان اسی کو ہے۔اب ہمارے معاشرے میں حالت یہ ہے کہ لوگ صرف قرآن کو حصول ثواب کے لیے پڑھتے ہیں۔اور نہ اس پر غور وفکر کرتے ہیں اور نہ ہی اس کو سمجھنا چاہتے ہیں۔بلکہ لوگوں نے قرآن چھوڑ کر روایات کی کتابوں اور فقہ کی کتابوں کو پڑھنا شروع کیا اور اپنا دین انہی روایات کے قالب میں ڈھالا اور دین کو ہزار سال پہلے والی فقہ کے تابع کیا۔حالانکہ

واضح طور پر نبیؑ کے ذریعے کہلوایا گیا کہ صرف قرآن کی تلاوت کرنی ہے۔ تلاوت کا مطلب پڑھنا ہے اور سمجھ کے پڑھنا ہے اور اس کے احکام کے پیچھے چلنا ہے۔ اور اس پر عمل کرنا ہے۔

قرآن چھوڑنے کا نتیجہ۔ چونکہ ان روایات کے بارے میں یہ کہا گیا کہ وہ نبیؑ کے اقوال ہیں اور اس تصور کو اس قدر راسخ کیا گیا اور ایک عقیدہ کی صورت دی گئی۔ پھر یہ کہا گیا کہ ان کتب روایات کے اندر درج کسی ایک روایت کا انکار بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ یہ تصور اچھی طرح راسخ کرنے کے بعد یہود ونصاری کو کھل کر موقع ملا کہ وہ ان روایات کے ذریعے دین کو بھی بدل دیں۔ اس لیے انہوں نے انہی کتب کے اندر اسرائیلیات کو داخل کر دیا۔ اب قرآن کی نسبت تو یہ کام انتہائی مشکل تھا کیوں کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا۔ پھر اللہ تعالی نے یہ گارنٹی دی کہ شیطان اس قرآن کے آگے اور پیچھے سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ اور روایات کی نسبت یہ کام انتہائی آسان تھا کہ کوئی بھی بات درج کر کے شروع میں" قال رسول اللہ" لگا دیا جائے۔ اس طرح سے دین بھی بدل گیا اور انسانی زندگی کا مقصد (ٹارگٹ) بھی بدل گیا۔ قرآن کریم نے اصحابِ رسولؐ میں اعلی انسانی واخلاقی صفات پیدا کر دیں اور ان کو پکے وسچے مومن بنا دیا۔ جن کا مقصد دنیاوی مشکلات برداشت کر کے اخروی زندگی کا حصول تھا۔ مگر جب دین کی شکل بدل گئی تو دنیاوی آسائش وآرام اولین ترجیح قرار پائی۔ ہر جائز وناجائز ذرائع سے۔ اخروی زندگی آنکھوں سے اوجھل ہوئی۔ اعلی انسانی واخلاقی صفات تو دور کی بات۔ عام مسلمانوں کے خصائص واوصاف بھی ہاتھ سے گئے۔ دونمبری، بدعنوانی، بے ایمانی، دولت کی حرص وہوس، بداخلاقی ضرورت قرار پا گئی۔ اور اس سب کے باوجود کچھ نہ کچھ الفاظ دہرانے سے جنت کے پروانے بھی مل گئے۔ اس طرح کی روایات پروموٹ کی گئیں کہ گناہ کرتے جاؤ، بس کچھ الفاظ، وظائف، درود یا کچھ قرآنی آیات دہرالو تو ہر طرح کے گناہ معاف۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ ایک جمعہ کے دن سے اگلے جمعہ کے دن تک صرف جمعہ پڑھنے پر سارے ہفتے کے گناہ معاف۔ پھر یہ بھی کہا گیا کہ حج اور عمرہ کرنے پر زندگی بھر کے گناہ معاف۔ بلکہ ایک سال حج یا عمرہ ادا کیا اور اگلے سال پھر حج یا عمرہ کیا تو اس دوران کے سارے گناہ معاف۔

اب ان گارنٹیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت ابتر ہو گئ۔ اوران کو ہر طرح کی بدعنوانی اور بدعملی کی چھوٹ مل گئی کہ زندگی اپنی مرضی سے گزاریں اور صرف چند الفاظ دہرانے سے جنت پکی۔ حالانکہ پورے قرآن کریم میں ایسی کوئی بات اللہ نے نہیں کہی۔ بلکہ قرآن کریم نے انسانی زندگی کا تصور کچھ ایسے دیا۔ اللہ فرماتے ہیں۔ سورہ الملک (67) تَبَارَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ﴿۱﴾ اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ﴿۲﴾

وہ (ذات) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (1) اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے (2)

انسان اصل میں جنت کی مخلوق ہے اللہ تعالی نے اسے جنت میں رہنے کے لیے ہی بنایا ہے لیکن کسی حادثہ کے نتیجے میں یہ دنیا کی زندگی میں آ گیا۔ یہ دنیا ایک عارضی قیام گاہ ہے۔ پھر یہاں کی زندگی عدم مساوات سے عبارت ہے۔ اور ہر فرد مختلف طرح کی جسمانی و دماغی صلاحیتوں سے مزین ہے۔ ہر فرد کو مختلف طرح کے حالات کا سامنا ہے۔ اور یہ زندگی پھولوں کی سیج نہیں۔ امیر ہو یا غریب۔ ہر ایک کو مشکل حالات کا سامنا رہتا ہے۔ آزمائش کا مطلب ہے کہ ناموافق حالات۔ یا ناپسندیدہ صورتحال۔ لیکن اس کو بہرطور یہ زندگی گزارنا ہے۔ ستر یا اسی سال۔ اور پیدائش سے لے کر موت تک انسان کو آزمائش کا سامنا رہتا ہے۔ ہر فرد کے لحاظ سے آزمائش کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا۔ سورہ البلد (90) لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ﴿٤﴾ کہ ہم نے انسان کو تکلیف (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے (4) انسان کی اس زندگی کا حساب اللہ کے ہاں مرتب ہو رہا ہے۔ اس کے مطابق اس کی جنت یا جہنم کا فیصلہ ہونا ہے۔ اسی بارے اللہ فرماتے ہیں۔ سورہ البقرہ (2) فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا أُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿۳۹﴾

جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنھوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (38) اور جنہوں نے (اس کو) قبول نہ کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ میں جانے والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے (39)

اسی کی مزید وضاحت فرما دی۔ سورہ البقرہ (2) بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَأُوْلٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أُوْلٰٓئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿٨٢﴾

ہاں جو برے کام کرے، اور اس کے گناہ (ہر طرف سے) گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے (81) اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں، وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں (عیش کرتے) رہیں گے (82)
یعنی اللہ تعالی نے بتا دیا ہے کہ دو گروہ ہیں۔ ایک ایمان والے جو کہ جنت کے حق دار ہیں اور دوسرا گناہ گار جو دوزخ میں رہیں گے۔ اور اس اللہ کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بھی نا انصافی یا ظلم نہیں ہوگا۔ اور ہر فرد اپنے کیئے کا پھل پالے گا۔ اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ اعراف (7) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ج فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُوْلٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَأُوْلٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِاٰيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

اور اس روز (اعمال کا) تلنا برحق ہے تو جن لوگوں کے (عملوں کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں (8) اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بےانصافی کرتے تھے (9)
سورہ القارعہ (101) فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِي عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿٨﴾ فَأُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾
تو جس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے (6) وہ دل پسند عیش میں ہوگا (7) اور جس کے

وزن ہلکے نکلیں گے(8)اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے(9)

اب پورے قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ انسان جس طرح کے مرضی اعمال کرے اور بس کچھ الفاظ دہراتا رہے یا کوئی وظیفہ یا درود پڑھتا رہے تو وہ جنت کا حق دار ہوگا۔ بلکہ اللہ تعالی نے ہر جگہ ایمان اور اعمال صالحہ کا ہی تذکرہ کیا ہے اسی کے ساتھ صبر استقامت، جہاد بالنفس اور جہاد بالمال کا تذکرہ ہے۔یعنی انسان کی ساری زندگی کا حساب ہونا ہے۔اور پھر اس کے مطابق رزلٹ آؤٹ ہونا ہے۔مگر جب قرآن کو چھوڑ کر روایات پر عمل ہو رہا ہو تو پھر معاشرے کا حال سب کے سامنے ہے۔

سورہ احقاف(46)وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْا أَنْصِتُوْا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ م بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ إِلَى الْحَقِّ وَإِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يَا قَوْمَنَا أَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ أَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِيَآءُ ج أُولٰئِكَ فِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾

اور جب ہم نے جنوں میں سے ایک گروہ تمہاری طرف متوجہ کیا کہ قرآن سنیں۔تو جب وہ آپؐ کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں (29) کہنے لگے کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرتی ہے (اور) سچا (دین) اور سیدھا راستہ بتاتی ہے (30) اے قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو اور اس پر ایمان لاؤ۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دکھ دینے والے عذاب سے پناہ میں رکھے گا (31) اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکے گا اور نہ اس کے سوا اس کے حمایتی ہوں گے۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں (32)

آیات بالا سے قرآن کی شان اور عظمت کا احساس ہوتا ہے کہ اللہ نے ایسا انتظام کر دیا کہ اس کا پیغام ہر مخلوق تک پہنچ جائے۔ یہاں اس کتاب کی خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ کہ پہلی کتابوں میں جو حقائق اللہ کی طرف سے پیش ہوتے یہ قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ یعنی وہ لوگ پہلی کتابوں کے بارے واقفیت رکھتے تھے۔ اب انہوں نے قرآن سنا اور اپنی قوم کو جا کر آگاہ کر دیا کہ ایک کتاب اللہ کی طرف بلانے والی آئی ہے۔ لہذا اس پر ایمان لاؤ تو تمہارے گناہوں کی بخشش ہو جائے گی۔ اور دردناک عذاب سے چھٹکارا پا جاؤ گے۔ اور جو اس کتاب پر ایمان نہیں لائے گا تو اللہ کو تھکا نہیں سکے گا۔

یہاں داعی اللہ سے مراد کتاب قرآن مجید ہے۔ جو یہ اوصاف اپنے اندر رکھتی ہے کہ اس پر عمل کر کے دنیا کی زندگی بھی بہتر بنائی جا سکتی ہے اور آخرت کو بھی سنوارا جا سکتا ہے۔

دوسری اہم بات یہ کہ نبیؐ کا فریضہ بھی اللہ کا پیغام انسانوں تک پہنچانے کا ہی ہوتا ہے۔ نبیؐ کا علیحدہ سے کوئی بھی اپنا پروگرام نہیں ہوتا۔ اس لیے نبیؐ کی اطاعت سے مراد اللہ کی کتاب کی اطاعت ہی متصور ہوگا۔ نبیؐ لوگوں کو اللہ ہی کی طرف بلاتا ہے اور انہیں اللہ کے احکام پر عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اپنے اس سارے عمل کے دوران اللہ کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی لیے اللہ نے واضح کر دیا۔ سورہ الحاقہ (69) تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٣﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾

یہ تو پروردگار عالم کا اُتارا ہوا ہے (43) اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے (44) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے (45) پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے (46) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (47) اور یہ (کتاب) تو پرہیزگاروں کے لئے نصیحت ہے (48)

یعنی پیغام خداوندی بالکل خالص ہوتا ہے اس کے اندر نبیؐ کا کوئی ذاتی خیال اور آرزو تک کو دخل نہیں ہوتا۔ اور اس کے بعد اس کے لوگوں تک پہنچا دینے پر اللہ فرماتے ہیں۔ سورہ الجن (72)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ أَن قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿٢٨﴾

غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا (26) ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا اور اس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے (27) تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے ہیں اور (یوں تو) اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا ہے اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے (28)

یعنی نبیؐ کے اوپر بھی نگران ہوتے ہیں جو یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ کا پیغام بالکل درست طور پر لوگوں تک پہنچ گیا یا نہیں۔ یعنی نبیؐ کا اپنا بھی کوئی اختیار نہیں ہے تو نبیؐ کے خیالات یا تصورات کا کیا دخل ہو سکتا ہے۔ اسی اختیار کی اللہ تعالی نے بہت ہی عمدہ وضاحت کر دی۔

سورہ یونس (10) وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾

اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کی امید نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائیے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپؐ یوں کہہ دیجئے کہ مجھے یہ حق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں (15)

اب یہ ہمارا معاشرہ ہے جس نے نبیؐ کے نام پر بہت سارا دین بدلا ہوا ہے اور بہت سے گروہ تو ایسے ہیں جنہوں نے نبیؐ کو ہی الہ بنایا ہوا ہے۔ لیکن قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جو ہر چیز کو اس کا صحیح مقام دیتی ہے۔ جب ساری کائنات اور ساری مخلوق کا خالق اللہ ہی ہے تو حکم، اطاعت اسی کی ہوگی۔ لیکن لوگوں نے عقیدت کے نام پر نبیؐ کی حیثیت اور شخصیت کو Mis-use کیا اور سازشی

ٹولے نے اس عقیدت کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔اور نبیؑ کے نام کی پرستش شروع ہوئی۔اس کے نام کی تسبیح ہوگئی،درود اور نعت کی محفلوں کی آڑ میں۔اور لوگ قرآن اور قرآنی احکام سے دور ہوتے گئے۔عقیدت کے غلو نے لوگوں کو منزل سے ہی بھٹکا دیا۔

سورہ ق (50) نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ وَمَآ أَنْتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ ﴿٤٥﴾

یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔پس جو ہمارے (عذاب کی) وعید سے ڈرے اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہو (45)

سورہ کے شروع سے بات کا آغاز ہو رہا ہے کہ لوگوں نے آخرت کا انکار کیا اور کہا کہ ہم جب مر کر مٹی ہو جائیں گے تو دوبارہ اٹھائیں جائیں گے۔یہ ناممکن ہے،ایسا نہیں ہوسکتا۔اس پر اللہ تعالی نے نبیؑ کو کہا کہ ہم برابر جانتے ہیں وہ کیا کہہ رہے ہیں۔اور آپؑ کو اللہ نے کوئی داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔پس آپ ان تک قرآن پہنچاتے رہیں۔یہی نبیؑ کی ڈیوٹی ہے باقی اللہ خوب جانتا ہے کہ کسی شخص میں حق بات قبول کرنے کی کیا صلاحیت ہے۔چہ جائیکہ نبی کریمؐ نے حق بات کی تبلیغ کرنے میں دن رات ایک کر دیا۔یہاں تک کہ اللہ تعالی کو کہنا پڑا کہ ان کے ایمان کے لیے آپ اپنی جان کو ہلاک کر لوگے۔مگر پھر بھی حق بات قبول کرنے کی ہر شخص کی اپنی استعداد ہوتی ہے۔اسی لیے اللہ تعالی نے فرمادیا۔سورہ القصص (28) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَآءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(اے محمدؐ) تم جس کو چاہتے ہو۔اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانیوالوں کو خوب جانتا ہے (56)

پھر فرمایا سورہ الزخرف (43) أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ أَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَن كَانَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٤٠﴾ فَإِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَإِنَّا مِنْهُم مُّنتَقِمُونَ ﴿٤١﴾ أَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِي وَعَدْنَاهُمْ فَإِنَّآ عَلَيْهِم مُّقْتَدِرُونَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيٓ أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٤٣﴾ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾

کیا تم بہرے کو سنا سکتے ہو یا اندھے کو راستہ دکھا سکتے ہو اور جو صریح گمراہی میں ہو (اسے راہ پر لا سکتے ہو) (40) اگر ہم تم کو (وفات دے کر) اٹھا لیں تو ان لوگوں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے (41) یا (تمہاری زندگی ہی میں) تمہیں وہ (عذاب) دکھا دیں گے جن کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے ہم ان پر قابو رکھتے ہیں (42) پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ بے شک تم سیدھے راستے پر ہو (43) اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگو) تم سے عنقریب پرسش ہوگی (44)

دلوں کا حال اللہ تعالی خوب جانتا ہے اسے ہی معلوم ہے کہ کون اس وحی کی آواز پر لبیک کہے گا اور کون ہے جو اس کو درست جانتے ہوئے بھی سرکشی کرے گا۔ اسی لیے اللہ نے نبیؐ کو یہ فرمایا کہ وہ صرف اپنا فریضہ ادا کریں۔ اور اس میں نبیؐ کی اپنی چاہت اور پسند کو بھی رد کر دیا گیا۔ یعنی چاہتے ہوئے بھی نبیؐ کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا۔ مگر اللہ ہی کی ذات ہے وہ جس کا دل چاہے ہدایت کی طرف موڑ دے۔ اسی لیے نبیؐ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس قرآن کے ذریعے نصیحت دلائے۔ اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جس کا دل ودماغ وحی کو قبول کرے گا وہ ہدایت پہ آجائے گا۔ اس لیے قرآن ہی ایک پیمانہ ہے۔ قرآن ہی طاقت ہے اس کے علاوہ اور کوئی کلام نہیں۔ یہی کچھ نبیؐ کی زندگی میں ہوا۔ اور یہی معیار تا قیامت قائم رہے گا۔ آج ہمارے نبیؐ سے منسوب بہت سا کلام قرآن کے علاوہ موجود ہے۔ لیکن میرے نزدیک کلام اللہ کے مقابلے میں کوئی اور کلام لے کر آنا بھی شرک ہے۔ قرآن ہدایت دیتا ہے اور ہدایت انسان کو اللہ کے قریب تر کرتی جاتی ہے۔ اور قرآن کے علاوہ جو بھی آپ پڑھیں اور جس پہ بھی آپ عمل کریں۔ آپ اللہ سے دور ہوتے جائیں گے۔ اس لیے قرآن کریم ہی واحد حجت ہے اور اس کے مطابق ہی روز قیامت تول ہوگا۔

سورہ قمر (54) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾

اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے؟ (17)

یہاں اللہ تعالی نے کفار مکہ اور مشرکین کو تاریخی واقعات بتائے ہیں ان کی یاددہانی کروائی ہے اور ان کے ذریعے تمام انسانیت کو یہ پیغام دیا ہے کہ اگر اللہ کی بات مان لو گے تو بہت بہتر ہے اور پچ

جاؤ گے۔اور اگر ایسا نہ کیا تو دیکھ لو اللہ تعالی نے پہلی قوموں کو عبرت کی مثال بنا کر رکھ دیا۔

یہاں اللہ تعالی قوم نوحؑ سے شروع کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو جھٹلا یا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور ان سے بدتمیزی کی۔تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں کمزور ہوں تو اے اللہ تو میری مدد کر۔پس ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور خوب پانی بھیجا۔اور زمین سے چشمے بھی ابال دیئے۔اور پھر نوحؑ کو ایک کشتی پر جو تختوں سے تیار کی گئی تھی سوار کر دیا۔جو کہ ہماری آنکھوں کے سامنے چلتی تھی۔اور کفار کے لیے سزا تھی۔اور ہم نے ان کو ایک عبرت کی مثال بنا دیا۔تو دیکھا میرا ڈرانا اور میرا عذاب؟اور ہم نے آسان کر دیا قرآن کو نصیحت کے لیے تو کوئی ہے جو سوچے اور سمجھے۔

اس کے بعد اللہ فرماتے ہیں کہ قوم عاد نے بھی پیغمبرؑ کو جھٹلایا۔تو کیسا تھا میرا ڈرانا اور میرا عذاب؟ ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی۔وہ لوگوں کو اکھیڑے ڈالتی تھی گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔سو دیکھا کہ میرا ڈرانا اور میرا عذاب کیسا رہا؟اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے اور سمجھے؟

پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ قوم ثمود نے بھی وارننگ کو جھٹلا دیا اور کہا کہ اگر ہم اپنے میں سے ایک آدمی کی پیروی کریں تو ہم تو گمراہی میں ہی پڑ گئے۔کیا ہم میں سے صرف اسی پر وحی نازل ہوئی ہے۔بلکہ یہ جھوٹا خود پسند ہے۔ان کو کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا اور خود پسند کون ہے؟

ہم ان کی آزمائش کے لیے اونٹنی بھیجنے والے ہیں تو تم ان کو دیکھتے رہو اور صبر کرو۔اور ان کو آگاہ کر دو کہ ان میں پانی کی باری مقرر کر دی گئی ہے ہر ایک کو اپنی باری پر آنا ہوگا۔پس ان لوگوں نے اس اونٹنی کو پکڑ کر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔تو کیسا ہوا میرا ڈرانا اور میرا عذاب؟ ہم نے بھیجی ان پر ایک چیخ تو ایسے ہو گئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے اور سمجھے؟

اور قوم لوطؑ نے بھی ڈرسنانے والوں کو جھٹلایا۔ہم نے ان پر کنکر بھری ہوئی ہوا چلائی۔اور ہم نے لوطؑ اور ان کے گھر والوں کو پچھلی رات ہی سے بچا لیا تھا اور ان کا بچانا ہماری طرف سے ایک نعمت

تھی اور ایسا ہی بدلہ ہم دیتے ہیں شکر کرنے والوں کو۔

اور یہ سب اچانک نہیں تھا بلکہ پہلے ان کو آگاہ کر دیا گیا تھا۔مگر انہوں نے اس ڈرانے میں بھی شک کیا۔اور انہوں نے ان سے ان کے مہمانوں کو لے لینا چاہا تو ہم نے ان کی آنکھیں ہی مٹا دیں۔پس اب میرے ڈرانے اور میرے عذاب کو چکھو۔اور صبح ہی اٹل عذاب آنازل ہوا تو اب چکھو میرے ڈرانے اور عذاب کو۔

اور ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا تو کوئی ہے کہ سوچے اور سمجھے؟

اور قوم فرعون کے پاس بھی ڈرسنانے والے آئے۔انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔تو ہم نے ان کو اسی طرح پکڑ لیا جس طرح ایک قوی اور غالب شخص پکڑ لیتا ہے۔کیا تمہارے کفار ان لوگوں سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے (پہلی) کتابوں میں کھلی چھوٹ لکھ دی گئی ہے۔کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت بڑی مضبوط ہے؟عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی۔اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بہت تلخ ہے۔

یہی اعلان اللہ کی طرف سے اب ہے اور تا قیامت رہے گا کہ جب پچھلی قوموں کو اللہ نے نشان عبرت بنا کر رکھ دیا تو کسی کے لیے بھی چھوٹ نہیں ہے۔اور بار بار اللہ نے یہی فرمایا کہ اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔یعنی قرآن پڑھ کر ہر کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ایک دن اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔آخرت یقینی ہے اور حق ہے اور آخرت میں کامیابی قرآن کے ساتھ مشروط ہے۔

قرآن کتاب آخرت ہے۔اس پر عمل کر کے ہی دنیا کی زندگی بہتر بنائی جاسکتی ہے اور آخرت میں کامیابی یقینی ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں ہے۔نہ اس کے ہم پلہ کوئی کتاب ہے۔اس لیے کہ دنیاوی معاملات میں راہنمائی کے لیے اللہ کی کتاب ہی کی لازمی ضرورت ہے۔اسی لیے اللہ نے بار بار یہ بتا کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔اب یہ انسان کے اوپر منحصر ہے کہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارتا ہے یا اس کو چھوڑ کر دیگر کتب کی پیروی کر کے اپنے

لیے مشکل راہ کا انتخاب کرتا ہے۔

سورہ مزمل (73) یا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهُ أَوِ انقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ﴿٣﴾ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴿٥﴾ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْئًا وَأَقْوَمُ قِيلًا ﴿٦﴾ إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿٩﴾ اے (محمدؐ) جو کپڑے میں لپٹ رہے ہو (1) رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی سی رات (2) (قیام) آدھی رات (کیا کرو) (3) یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (4) ہم عنقریب تم پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے (5) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس) کو سخت پامال کرتا ہے اور اس وقت ذکر بھی خوب درست ہوتا ہے (6) دن کے وقت تو تمہیں اور بہت سے کام ہوتے ہیں (7) تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ (8) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ (9)

یہاں اللہ تعالیٰ پیغمبرؐ کو ترغیب دے رہے ہیں کہ رات کو قیام کیا کرو اور قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا (17) أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ (اے محمدؐ) سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشا کی) نمازیں اور فجر کے وقت قرآن پڑھا کرو۔ کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا بھرپور توجہ لیے ہوتا ہے (78)

اور یہاں نبی کریمؐ کو رات کے وقت بھی قرآن کی تلاوت کی تاکید کی گئی اور ٹھہر ٹھہر کے پڑھنے سے مراد سمجھ کر اور غور و فکر کے ساتھ پڑھنا ہے۔ پیغمبر اور اس کی قوم چونکہ زبانِ وحی سے آشنا ہوتی ہے۔ اس لیے اس کے معنی سمجھنا ان کے نزدیک چنداں مشکل نہیں ہوتا۔ مگر وحی چونکہ صرف الفاظ کا مجموعہ نہیں ہوتی۔ وہ تو حقائق اور حکمت کا مرقع ہوتی ہے۔ اور پھر قرآن جیسی کتاب، جس کی فصاحت و بلاغت کے آگے پورے عرب کی فصاحت و بلاغت سرنگوں ہوگئی۔ اور جن و انس اس کی

ایک آیت جیسی آیت بنانے سے قاصر ہوں۔ اس کے اسرار ورموز اسی پر منکشف ہوتے ہیں جو گہرے غور وفکر اور مراقبے سے اس پر معتکف ہو۔ اسی لیے نبیؐ کو بھی کہا گیا۔

سورہ طٰہٰ (20) فَتَعَالَی اللّٰـهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضٰی إِلَيْکَ وَحْيُهُ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے۔ اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو اور دعا کرو کہ میرے پروردگار مجھے اور زیادہ علم دے (114)

چنانچہ نبی کریمؐ کو پابند کیا گیا کہ رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کریں۔ اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیں۔ اللہ کی ذات بخوبی جانتی ہے کہ آدمی دن کے اوقات میں مختلف مصروفیات کے سپرد ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے سورہ مزمل آیت 20 میں وقت کی تخفیف کر دی اور فرمایا کہ جتنا آسانی سے ہو سکے۔ اس میں سے رات کو پڑھو۔ اور یہ بھی بتا دیا کہ جب قرآن کے ذریعے اللہ سے رابطے میں رہو گے تو باقی (کفار ومشرکین) سے بے تعلق ہو جاؤ گے۔ اور قرآن پر عمل کر کے ہی صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل ٹھہرا لو۔

ہم نے دیکھا کہ نبیؐ کو فجر کے وقت اور رات کے اوقات میں قرآن پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس کے علاوہ تہجد بھی آپؐ کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔ تو پھر نبیؐ کے پاس تو اور کوئی وقت نہیں تھا کہ اتنے ضخیم مجموعے اپنی باتوں کے لکھواتے اور محفوظ کراتے۔ صاف ظاہر ہے نبی کریمؐ کی طرف منسوب روایات خود سے لکھی گئیں۔ جس کا کوئی سابقہ ریکارڈ موجود نہیں۔ نہ نبی کریمؐ نے قرآن کے علاوہ کچھ لکھوایا۔ اور نہ محفوظ کرایا۔ اور نہ کسی اور چیز پر عمل کی تلقین کی۔

سورہ حٰم سجدہ (41) حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰـنِ الرَّحِيْمِ ﴿۲﴾ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ أَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ إِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ مبَيْنِنَا وَبَيْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُوْنَ ﴿۵﴾

حٰمٓ (1) (یہ کتاب خدائے) رحمٰن ورحیم (کی طرف) سے اُتری ہے (2) کتاب جس کی آیتیں واضح ہیں (یعنی) قرآن عربی ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں (3) جو بشارت بھی سناتا ہے اورخوف بھی دلاتا ہے لیکن ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا اور وہ سنتے ہی نہیں (4) اور کہتے ہیں کہ جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں بوجھ (یعنی بہرا پن) ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے تو تم (اپنا) کام کرو ہم (اپنا) کام کرتے ہیں (5)

آیات بالا سے واضح ہے کہ اصل بشیر اور نذیر یہ قرآن کریم ہے۔ بنیادی بات ہی اللہ کے پیغام کی ہے۔ وحی کے بغیر تو نبیؐ کی اپنی ذات بھی کچھ شے نہیں ہوتی۔ نبیؐ تو خود محتاج ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی ذات نبیؐ کو قدم بہ قدم چلاتی ہے۔ قرآن کریم میں بے شمار مقامات ہیں۔ جن میں اعتراض اور سوالات کفار کرتے ہیں اور جواب اللہ تعالی خود دے رہے ہیں۔ نبیؐ کا یہی مشن ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے پیغام کی طرف بلائے۔ اور ان تک اللہ کا پیغام پہنچائے۔ نبیؐ لوگوں کے اعمال اور ان کے رویے کا جوابدہ نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالی نے واضح کر دیا ہے۔ **انما علیک البلاغ و علینا الحساب**۔ اور **لست علیھم بمصیطر** کہہ کر نبیؐ کی اپنی حیثیت اللہ تعالی نے واضح کر دی ہے۔

اور نبیؐ کی اپنی زندگی میں اور آپؐ کے بعد لوگوں کی بڑی تعداد صرف قرآن کریم پڑھ کر ہی مسلمان ہوئی ہے۔ آخری آیت میں لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو سننا ہی نہیں چاہتے۔ ہمارے کانوں میں پردہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اللہ کے پیغام قرآن کو جھٹلا دیا۔

آج بھی مسلمانوں کی جو حالت ہے وہ صرف اسی صورت بدل سکتی ہے کہ اگر وہ قرآن کو اپنا منبع و محور تسلیم کر لیں۔ اس سے تفرقہ بازی اور ذاتی عناد بھی ختم ہو جائے گا اور شخصیت پرستی سے بھی چھٹکارا ملے گا۔

آیت 4 کے مطابق آج بھی یہی حساب ہے۔ لوگ قرآن سننا ہی نہیں چاہتے۔ بلکہ اپنی ساری توانائیاں دیگر کتابوں اور دیگر مشغولیات پر مرکوز کر کے بیٹھے ہیں۔ اور تمام معاملات کے فیصلے دیگر

کتابوں سے چاہتے ہیں۔جبکہ قرآن ایک واحد ذریعہ ہے اللہ سے رابطے کا۔ جو بھی اس پٹڑی پر چڑھ جائے گا۔اس کی دنیاوی زندگی بھی آسان ہو جائے گی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہو گی۔

قرآن فہمی:

آج کے دور کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کو کیسے سمجھا جائے۔ یہ بات تو اللہ تعالی نے واضح کر دی ہے کہ ہم نے نصیحت کے لیے اس قرآن کو آسان کر دیا ہے۔یعنی قرآن نے بنیادی معاملات آسان لفظوں میں بیان کر دیئے ہیں۔یعنی اچھے اعمال، برے اعمال،توحید،عبادات، جنت،اخروی زندگی وغیرہ۔لیکن قرآن اس سب سے بڑھ کر کہیں عمیق کتاب ہے۔ یہ ایک سمندر ہے۔ علماء نے اس کو سمجھنے کے لیے اپنی ساری زندگیاں گزار دی ہیں۔چونکہ قرآن اللہ کی ڈائریکٹ نگرانی میں ہے۔اس لیے اللہ ہی فیصلہ کرتے ہیں کہ کس شخص کو کتنا قرآن سے فیضیاب کرنا ہے۔

لغت،کلام عرب،گرامر کے قواعد وضوابط بہت بعد کی مرتب کردہ چیزیں ہیں۔قرآن ایسی کتاب ہے جس کے سامنے عرب کی ساری فصاحت و بلاغت سرنگوں ہو گئی۔قرآن فہمی کے لیے اصل چیز یہ ہے کہ کسی بھی مقام پر اللہ کا مقصدِ بیان کیا ہے۔اور یہ چیز مسلسل غور وفکر اور گہرے تدبر وتفکر سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ پروفیسر احمد یار صاحب کی ایک تحریر درج کردوں تاکہ قرآن کی وسعت کا اندازہ ہو سکے۔

"**اشکالات قرآن**۔

قرآن کریم عربوں کی زبان اور اسلوب پر نازل ہوا تھا۔لیکن اس کے باوجود وہ اس کا مثل لانے سے عاجز رہے۔ یہاں تک کہ ایک بھی آیت اس کے مثل نہ لا سکے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظوں میں،حروف میں،ترکیب اور اسلوب میں آیات کی تنبیہ اور بیان میں ہر قسم کی صورت حال کی رعایت،اسمیہ اور فعلیہ جملے،نفی اور اثبات،معرفہ ونکرہ کا استعمال،تقدیم وتاخیر،حقیقت ومجاز،طول واختصار،عام وخاص کی رعایت،نص اور مفہوم سے مقصد واضح کرنا۔اسی طرح اور بہت سے امور

ہیں جن میں قرآن کریم کو وہ عظمت و رفعت حاصل ہے کہ انسانی لغوی طاقتیں اس کے سامنے بالکل عاجز ہیں۔ پس اگر سارا قرآن واضح اور محکم ہوتا۔ یہاں تک کہ کسی ایک بھی سننے والے پر اس کی مراد مخفی نہ رہتی تو پھر چیلنج کا کیا فائدہ ہوتا؟ پس قرآن میں یہ لغوی، معنوی اور اسلوب کی مشکلات ہی تھیں جنہوں نے عربوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور قرآن کے معارضہ سے عاجز کر دیا۔

ان اشکالاتِ قرآن کی حکمت یہ ہے کہ یہ علماء کو ایسے غور وفکر پر آمادہ کرنے کا موجب ہے۔ جس سے قرآن مجید کی مخفی باتوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کی باریکیوں کو کریدنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ پس یہ امر مشقت و محنت کا موجب ہے۔ ان اشکالات کا حل اللہ کی طرف سے بندوں کی آزمائش ہے تاکہ ناپاک لوگ پاک لوگوں سے اور مومن منافق سے الگ ہو جائیں۔ کیونکہ جو لوگ قرآن میں شکوک وشبہات اور تعارض کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے نفاق اور الحاد میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ قرآن کریم کی آیات میں اشکال کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

مشکل بلحاظ لفظ۔ کسی بھی کلمہ میں درج ذیل اسباب کی وجہ سے اشکال پیدا ہوتا ہے۔

لفظ کا غریب ہونا۔ اگر کسی لفظ کا معنی واضح نہ ہو تو یہ چیز بھی مفسرین کے ہاں آیت کے مفہوم کو مشکل کر دیتی ہے۔ جیسے (و فاکھۃ و ابا) یہاں (اب) کا لفظ غریب ہے۔

مشترک۔ ایک لفظ کئی معنوں میں مشترک ہو تو یہ بھی مفسرین کے ہاں اشکال کا باعث ہے۔ جیسے امام طبری اپنی تفسیر جامع البیان میں اللہ رب العزت کے اس ارشاد گرامی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ (والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء) اس آیت مبارکہ میں لفظ (قروء) کا معنی واضح نہ ہونے کی وجہ سے مفسرین کے ہاں اللہ رب العزت کے اس قول کی وضاحت مشکل ہوگئی ہے۔ اور اس کے بعد امام طبری لفظ (قروء) سے متعلق اقوال کا ذکر کرتے ہیں۔

حقیقت ومجاز۔ اگر ایک لفظ کا اطلاق حقیقی و مجازی دونوں معنوں میں یکساں ہو تو یہ چیز بھی مفسرین

کے ہاں آیت کے مفہوم کو مشکل کر دیتی ہے۔ **ان فرعون علا فی الارض و جعل اھلھا شیعا یستضعف طائفة منھم یذبح ابناءھم و یستحی نساءھم۔ انه کان من المفسدین۔**

اس آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کلمہ (**یذبح**) اور کلمہ (**یستحی**) یہ دونوں اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن **تذبیح** اور **الاستحیاء** کی نسبت فرعون کی طرف نسبتِ حقیقی نہیں ہے۔ لہذا یہاں ان الفاظ کی مجازاً نسبت فرعون کی طرف ہے۔

الر۔ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید۔

اس آیت مبارکہ میں کلمہ (**الظلمات**) اپنے حقیقی معنی اندھیرے کی بجائے مجازی معنی کفر میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں یہ مجاز لغوی استعارہ ہے۔ کیونکہ اندھیرا اور کفر دونوں میں اس اعتبار سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ کہ دونوں صورتوں میں ہدایت نہیں پائی جاتی۔ یا راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

<u>تقدیم وتاخیر کی وجہ سے</u>۔ ابن کثیر اپنی تفسیر القرآن العظیم میں سورہ یوسف کی اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔ **أوی الیه ابویه و قال الدخلو مصر**۔ بہت سے مفسرین کو اس آیت میں اشکال ہوا ہے۔ پس ان میں سے بعض فرماتے ہیں کہ اس آیت میں تقدیم وتاخیر پائی جاتی ہے۔ پھر وہ آیت کی وضاحت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کلام کا مفہوم اس طرح ہے۔ **وقال ادخلو مصر ان شاء اللہ أمنین و أوی الیه ابویه و رفعھا علی العرش**۔ یوسفؑ نے فرمایا کہ آپ سب مصر میں داخل ہو جائیں۔ اگر اللہ نے چاہا امن کے ساتھ۔ اور انہوں نے اپنے والدین کو پناہ دی۔ اور ان دونوں کو تخت پر بٹھایا۔ پس اس مثال سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے تمام الفاظ کے لغوی معنی ظاہر ہونے کے باوجود عبارت کے اندر تقدیم وتاخیر کی وجہ سے مفہوم غیر واضح اور مشکل ہو گیا۔

<u>حذف کی وجہ سے</u>۔ **وما یعذب عن ربک من مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء ولا اصغر من ذلک و لا اکبر الا فی کتاب مبین**۔ زمخشری کے نزدیک یہ کلام مشکل المعنی ہے کیونکہ تقدیری عبارت یوں بن رہی ہے (**الا فی کتاب فیعذب**) اور یہ کلام درست نہیں ہے۔

ابوالبقاء نے اس کی توجیح یہ کی ہے یہاں استثنا منقطع ہے۔تقدیری عبارت یوں ہے۔لکن ھو فی کتاب مبین ۔ یوں اس تقدیری عبارت سے اشکال ختم ہوجائے گی۔ پس اس آیت میں حذف کی وجہ سے کلام غیر واضح ہے۔

الحاصل یہ کہ مشکل القرآن سے مراد وہ آیات ہیں جن کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔البتہ غور وفکر اور گہرے تدبر سے ایسی آیات کا مفہوم واضح ہوجاتا ہے۔مشکل القرآن سے قطعاً ایسی آیات مراد نہیں جن کا سمجھنا ناممکن ہو۔نیز فہم قرآن میں لوگوں کے درجات میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ضروری نہیں کہ ایک ہی آیت تمام لوگوں کے لیے مشکل ہو۔عین ممکن ہے کہ کسی ایک مفسر کے لیے وہ آیت مشکل ہو اور دوسرے کے لیے آسان ہو۔

پس قرآن کے حکم کے مطابق ایسی آیات میں غور وفکر کرنا اور ان کو حل کرنا ایک احسن اور موجب ثواب عمل ہے۔البتہ فاسد نیت سے ایسی آیات کے پیچھے لگنا اور غلط تاویل بیان کرنا انتہائی سخت گناہ ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو صحیح فہم نصیب کرے آمین"

پروفیسر حافظ احمد یار

شعبہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب

باب پنجم

انذار

ہمیشہ ہی سے اللہ تعالی کا یہ طریق کار رہا ہے کہ وہ انسانوں کو آگاہ کرنے ،خوشخبری دینے کے لیے اپنا پیغام پہنچا تا رہتا ہے۔تا کہ کوئی بھی قوم دل و دماغ سے سوچتے سمجھتے ہوئے اپنے رویوں اور اعمال پہ نظر ثانی کر سکے۔اور اس طرح آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔جب تک انبیائے کرامؑ اپنی قوم میں رہتے تو وہ برابر لوگوں کو انذار کرتے رہتے۔اور ان ابنیائے کرامؑ کے وفات پا جانے کے بعد وحی خداوندی وہی فریضہ سرانجام دیتی رہتی۔اگر تو لوگ اس پر کاربند رہتے تو وہ اعلی اخلاق و کردار کا نمونہ ہوتے۔مگر جب پیغام خداوندی میں تحریف وتبدیلی کر دیتے اور انسانی و شیطانی خیالات اس میں مکس ہو جاتے تو پھر معاشرہ تباہی کا شکار ہو جاتا۔اس صورت میں اللہ تعالی ایک نئے پیغمبرؑ کو بھیج دیتے اور نئی کتاب کے ذریعے سے انسانی و شیطانی خیالات وتصورات کو الگ کر کے خالص وحی خداوندی پھر سے انسانوں کے حوالے کر دی جاتی۔یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا۔تا آنکہ آخری پیغمبرؐ مبعوث کر دیئے گئے۔اور آخری پیغام انسانوں کے سپرد کر دیا گیا(قرآن کریم)۔مگر اس مرتبہ چونکہ اسے تا قیامت لوگوں کی ہدایت کرنا تھی اس لیے اللہ تعالی نے یہ انتظام کیا کہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا تا کہ اسے انسانی خیالات سے پاک رکھا جائے۔

مگر پھر وہی ہوا۔اور لوگوں نے بہت سی کتابیں تحریر کر دیں اور ان کے بارے میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ کتابیں بھی پیغمبر کے اقوال ہیں اور بعینہ وحی کا درجہ رکھتے ہیں۔کیونکہ پیغمبر جو بھی بولتے تھے وہ وحی ہی ہوتا ہے۔اور اس پر سادہ لوح مسلمانوں نے ان کی بات پر عقیدۃً یقین کر لیا۔نتیجہ! بہت سے مسلمانوں کے گروہ گمراہی کا شکار ہو گئے۔ضرورت اب اسی بات کی ہے کہ وحی کے پیغام کو پھر سے خالص کیا جائے۔اور معاملات کے فیصلے اسی کے مطابق کئے جائیں۔مگر اس کے لیے بہت سی دیگر کتابوں سے عقیدت کے پردوں کو ہٹانا ہوگا۔اور انذار کے لیے قرآن کو ہی سہارا بنانا ہوگا۔اللہ تعالی فرماتے ہیں۔

سورہ انعام(6)قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰـهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰـذَا

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ
قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو آگاہ کر دوں۔ اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے (وہ بھی قرآن کے ذریعے آگاہ کرے)۔ کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں (اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں (19)

چونکہ اللہ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اس لیے صرف اسی کی شہادت ہی سب سے بڑی اور مضبوط ہوسکتی ہے۔ اب یہاں نبی کریمؐ کی زبانی یہ کہلوا دیا گیا کہ میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے۔ تا کہ اس کے ذریعے انذار Warn کروں۔ اور جس تک یہ قرآن پہنچے وہ بھی اسی کے ذریعے انذار کرے۔ خود نبیؐ کی زندگی میں بھی ایسا ہی ہوا کہ مدینہ میں قیام کے دوران اور فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ جہاں جہاں قرآن پہنچتا گیا وہ اسے آگے پھیلاتا گیا۔ اس کے بعد حفاظ تیار ہوئے۔ اور یوں پورے عرب کا کلچر تبدیل ہو گیا۔ اب بھی یہی اصول اپنانا پڑے گا کہ ہمارے ہاں قرآن کو صرف ثواب حاصل کرنے کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ یا اب مذہبی پیشوائیت نے اس کی آیتوں کو غلط استعمال کر کے بطور جادو ٹونہ اور ذاتی کام نکلوانے کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اور اس کے بعد مردے بخشوانے کے لیے بھی اس کو دھڑا دھڑ پڑھنا شروع کر دیا گیا۔ چاہے سمجھ آئے یا نہ آئے۔

<u>قرآن اور عمل</u>۔ قرآن اللہ نے بھیجا تھا کہ انسان اس کے مطابق اپنی زندگی گزارے۔ اس سے قوانین اخذ کئے جائیں۔ اور اس کے مطابق معاملات کے فیصلے کئے جائیں۔ لوگ اس سے شفا اور ہدایت حاصل کریں۔ اس کے ذریعے اپنی اصلاح کریں۔ اپنی ذات کی کمزوریاں اور خامیاں دور کریں۔ اچھی اخلاقی خصوصیات اپنے اندر ودیعت کریں۔ اور شیطانی چالوں سے

محفوظ رہیں۔مگر قرونِ اولیٰ کے بعد تاریخ نے ایسا رخ پھیرا کہ اس پر عمل اور سوچ سمجھ تو بالکل بند ہو گیا۔مگر اس کی بار بار دہرائی بلا سمجھے کارِثواب سمجھا گیا اور مشہور کیا گیا کہ اس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں۔اور اگر آپ الم (الف لام میم) کہتے ہیں تو تیس نیکیاں ہوتی ہیں۔کبھی ان سے کسی نے نہیں پوچھا کہ ایک نیکی کس چیز کے برابر ہوتی ہے۔اس کی پیمائش کا پیمانہ کیا ہے؟ بس عوام تو عوام، علماء بھی اس دوڑ میں شریک ہو گئے اور دھڑا دھڑ قرآن پاک ختم ہونے لگے۔اور رمضان میں تو حد ہی پار ہو گئی کہ تراویح کی نماز میں قرآن ختم کرنا فرض تصور کر لیا گیا۔حالانکہ تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریمؐ نے صرف 3 دن تراویح پڑھی تھی۔اس کے بعد اس کا اگلا مرحلہ آیا کہ طاق راتوں میں یعنی صرف 5 راتوں میں پورا قرآن ختم کرنے کی دوڑ بھی شروع ہو گئی۔اور ایسے ایسے لطیفے رونما ہوئے کہ امام اور مقتدی میں سے کسی کو نہیں پتا چل رہا کہ کیا پڑھا جا رہا ہے۔سمجھنا تو دور کی بات۔انڈونیشیا میں تو ایک امام صاحب نے صرف 7 منٹ میں 20 تراویح ختم کر کے ریکارڈ بنا دیا۔

اس طرح عقیدت یا جہالت کی آڑ میں مسلمان عملی طور پر توہین قرآن کے مرتکب ہو گئے۔اور ان کی ساری مشقت (عاملة ناصبه) بن کے رہ گئی۔جب لوگ صرف ثواب کے لیے قرآن پڑھنا شروع ہوئے تب ہی کچھ لوگوں نے کہا کہ صرف پڑھنا کافی نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔تو پھر (عملیات قرآنی) کے نام سے ایک علیحدہ شعبہ وجود میں آ گیا۔جس نے لوگوں کو بتانا شروع کیا کہ فلاں آیت کا فلاں ٹکڑا پڑھ لو تو یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔اب اس پر علیحدہ سے کتابیں تحریر ہونا شروع ہو گئیں۔اور پھر علماء لوگوں کو ان کے مسائل کا حل اس طرح سے بتا کر پیسے بٹورنا شروع ہو گئے۔علاوہ ازیں اسمائے حسنیٰ کا علم بھی وجود میں آ گیا۔اور اللہ کے ہر نام کے اوصاف اور ان سے حل ہونے والے مسائل بھی بتائے جانے لگے۔مثلاً کوئی بھی نام ہے وہ ایک خاص مقدار میں دن یا رات کے اوقات میں پڑھا جائے تو لوگوں کے رکے ہوئے کام مثلاً روزگار، رشتہ میں رکاوٹ، یا اولاد کا حصول وغیرہ سب ممکن ہو جائے گا۔یہ سب تفصیلات بتانے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کس مقصد کے لیے دیا تھا اور ہم نے اس کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سورہ المائدہ (5) إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُورٌ ج يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوْا
لِلَّذِينَ هَادُوْا وَالرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتَابِ اللّٰـهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ج
فَلَاتَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ج وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ
فَأُولٰـئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ج فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَّهُ ج وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰـهُ فَأُولٰـئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰى
اٰثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَّنُورٌ
وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٦﴾ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ
الْإِنْجِيلِ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ فِيهِ ج وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ فَأُولٰـئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ﴿٤٧﴾
وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ج لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً
وَّمِنْهَاجًا ج وَلَوْ شَآءَ اللّٰـهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَآ اٰتَاكُمْ فَاسْتَبِقُوْا
الْخَيْرَاتِ ج إِلَى اللّٰـهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَأَنِ احْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ م بَعْضِ مَآ أَنْزَلَ اللّٰـهُ
إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰـهُ أَنْ يُّصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ
لَفَاسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ج وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰـهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾

بیشک ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے اسی کے مطابق انبیاء جو (اللہ کے) فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (یعنی حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے) تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں (44) اور ہم نے ان

لوگوں کے لیے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت۔ اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ ہے لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں (45) اور ان پیغمبروں کے بعد انہی کے قدموں پر ہم نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تورات کی جو اس سے پہلی کتاب (ہے) تصدیق کرتی ہے اور پرہیز گاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے (46) اور اہل انجیل کو چاہیئے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں (47) اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان (سب) پر نگہبان ہے تو جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کے مطابق ان کا فیصلہ کرنا اور حق جو تمہارے پاس آ چکا ہے اس کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (جماعت) کے لیے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دیئے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے پھر جن باتوں میں تم کو اختلاف تھا وہ تم کو بتا دے گا (48) اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں (49) کیا یہ زمانۂ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں؟ اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لیے اللہ سے اچھا حکم کس کا ہے؟ (50)

سورہ انعام (6) وَمَا قَدَرُوا اللّٰـهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰـهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ مَنْ

أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْا أَنْتُمْ وَلَا اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿٩١﴾ وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩٢﴾

اوران لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسی کرنی چاہئے تھی۔ جب انہوں نے کہا کہ اللہ نے انسان پر (وحی اور کتاب وغیرہ) کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ کہو جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا جو لوگوں کے لئے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر رکھا ہے ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔ اور تم کو وہ باتیں سکھائی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا۔ کہہ دو (اس کتاب کو) اللہ ہی نے (نازل کیا تھا) پھر ان کو چھوڑ دیا کہ اپنی بے ہودہ بکواس میں کھیلتے رہیں (91) اور (ویسی ہی) یہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بابرکت ہے جو اپنے سے پہلی (کتابوں) کی تصدیق کرتی ہے اور (جو) اس لئے (نازل کی گئی ہے) کہ تم مکے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دو۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (92)

یہاں اللہ تعالی بتا رہے ہیں کہ پہلی کتاب کے کچھ حصے تم چھپاتے تھے اور کچھ ظاہر کرتے تھے اپنے مفادات کے لیے۔ اور تم کہتے ہو کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ یعنی اللہ نے ان کے اندر کی بات نکال کر کہہ دی کہ وہ جانتے تو ہیں ہی کہ موسیٰؑ کی طرف ایک کتاب آئی ہے اور ان میں سے کچھ حصے چھپا لیتے تھے۔

پھر اللہ نے کہا کہ یہ اب ایسی ہی کتاب ہے جو نازل کی گئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس پر صرف وہی لوگ ایمان لائیں گے جو کہ آخرت کی زندگی پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ یعنی قرآن کتاب آخرت ہے یہ آخرت کو سنوارتی ہے۔ جو لوگ عقل وفکر اور سوچ سمجھ سے کام لیں اور یہ ذہن میں رکھیں کہ دنیا ایک عارضی مقام ہے اور آخر کار اپنے رب

کی طرف لوٹنا ہی ہےتو وہی لوگ ہی آخرت کے چاہنے والے ہوں گے چنانچہ وہی قرآن کی طرف رجوع کریں گے۔اور اسی کے مطابق اپنی زندگی گزاریں گے۔اس کی بجائے جو لوگ دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشوں کے طلب گار ہیں وہ اس سے صرفِ نظر کریں گے۔

سورہ نمل (27) إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَـٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩١﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿٩٢﴾

(کہہ دو) کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اس کو محترم (اور مقام ادب) بنایا ہے اور سب چیزیں اُسی کی ہیں اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اس کا فرمانبردار رہوں (91) اور یہ بھی کہ قرآن پڑھا کروں ۔تو جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہےتو اپنے ہی فائدے کے لئے اختیار کرتا ہے۔اور جو گمراہ رہتا ہےتو کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں (92)

نبیؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کی عبادت اور اس کا فرمانبردار رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور قرآن کی تلاوت کا بھی حکم دیا گیا ہے۔یعنی یہی ہدایت کا راستہ ہے۔مگر مقام حیرت ہے کہ آج ہماری قوم نے اپنے لیے کیسے راستے اختیار کر لیے ہیں۔ظاہر ہے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ اللہ نبیؑ کو کوئی اور حکم دے اور امت کو کوئی اور۔سیدھی سی بات ہے کہ نبیؑ تو اللہ کا حکم ہی انسانوں تک پہنچاتے ہیں۔اب اللہ نے تو سیدھی بات بتادی۔مگر ہم نے بہت سے بت تراش لیے۔سب سے پہلے ہی نبیؑ کی ذات کو لے لیجئے۔ہم نے نبیؑ کی وہ صفات بھی بیان کی ہیں۔جو شرک تک لے جاتی ہیں۔سورہ توبہ (9) میں اللہ فرماتے ہیں اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّـهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَـٰهًا وَاحِدًا لَا إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے (31)

یعنی یہود و نصاری نے یہ کام کیا۔ اب ہم نے بھی وہی کام کیا اور نبیؐ کے پیغام (قرآن) پر عمل کی بجائے نبیؐ کی شخصیت کو اپنا محور بنالیا۔ اور اطاعت رسول، سنت رسول اور اتباع رسول کی آڑ میں ایسے ایسے کام شروع کئے جو دین کا مقصد ہی نہ تھے۔ اور ان نعروں کے پیچھے بھی نبیؐ کے اخلاق و کردار پر عمل نہ تھا۔ بلکہ صرف ظاہری شباہت کا روپ اختیار کر کے اعمال اپنی مرضی کے کرنے۔ مثلاً داڑھی، ٹوپی، پگڑی، عمامہ یہ کہہ کر پہنا جانے لگا کہ یہ نبیؐ کی سنت ہے۔ اس کے بعد حرکات و سکنات کی پابندی آئی کہ نبیؐ ایسے اٹھتے بیٹھتے تھے۔ فلاں کروٹ سوتے تھے۔ فلاں چیز کھاتے تھے۔ بلکہ مقام حیرت ہے کہ نبیؐ کوئی حکیم یا علاج وغیرہ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان کے نام سے منسوب (طب نبوی) کو علاج میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ سارے اعمال نبیؐ کے اخلاق و کردار کے علاوہ ہیں۔

اگر یہی اعمال ہی آخرت میں کامیابی کا مدار ہیں تو پھر آپؐ سے پہلے جتنی امتیں تھیں وہ تو محروم رہ گئیں۔ یہ ذہن میں رہے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب آخری نبی ہیں۔ پھر ایک چیز بڑی قابل غور ہے کہ اللہ اگر چاہتا تو تمام انسانی فطرت کو ایک ہی مشین کی طرح بنا دیتا۔ مگر اللہ نے انسانی فطرت میں ہی متلون مزاجی شامل کر دی ہے ایک شخص کو کدو پسند ہیں اور موافق بھی ہیں تو ضروری نہیں کہ دوسرے کو بھی پسند ہوں۔ مگر جب آپ کہیں گے کہ کدو کھانا سنت ہے اور نبیؐ کو پسند تھے تو آپ جذباتی طور پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ لازمی کدو کھائیں۔ اس کے بعد کہا گیا کہ کلونجی اُمّ الشفا ہے۔ اب اگر کوئی بغیر سوچے سمجھے کلونجی کھانا شروع کر دے تو کیا ہر مرض سے شفا پالے گا۔ اس بات کا تعین تو معالج نے کرنا ہے کہ کونسا مرض ہے اور مقدار کی نسبت کیا ہے۔ اب آیئے عجوہ کھجور کی طرف، اور اس کا پیسٹ جو کہ دل کے لیے بہترین دوا تجویز کیا گیا۔ اب رونا اس بات کا ہے کہ ہمارے علماء ان چیزوں کے ساتھ اپنا علاج کیوں نہیں کرتے؟ بلکہ ہر ایک نے اسٹنٹ ڈلوایا ہوا ہے۔ اور دلچسپ بات یہ ہے کہ آج کل کی وبا کرونا وائرس نے ان تمام شفائیہ چیزوں کو فیل کر دیا ہے۔ اور عوام تو اس کا شکار ہوئے ہی ہیں۔ مگر بڑی تعداد میں ڈاکٹر اور علماء کرام کا طبقہ اس وائرس سے سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔

مذہبی طبقہ آج کے لوگوں کو بھی قرونِ اولیٰ میں لے کر جانا چاہتا ہے۔ حالانکہ سنت سمجھ کر آج کے دور میں کوئی بھی گدھے، خچر اور گھوڑے پر نہیں سواری کرتا۔ بلکہ ذاتی استعمال کے لیے" پراڈو" رکھی ہوئی ہے۔ اور جہاز میں حج کے لیے جاتے ہیں۔ اور انگریزوں کی بنی نت نئی گاڑیوں میں بیٹھ کر سفر کرتے ہیں۔ اُس دور میں انسان کو اپنی مادی ضروریات کے لیے جو بنانا آتا تھا وہ اس نے بنایا اور استعمال کیا۔ اور آج کے دور میں انسان نے اللہ کے دیئے علم سے جتنی ترقی کی ہے انسان اس کے استعمال پر اپنا حق رکھتا ہے۔ آج کی جنگ ایٹمی جنگ ہے۔ میزائل اور لڑاکا طیاروں اور توپوں کی جنگ ہے۔ کوئی بھی تیر اور تلوار لے کر نہیں نکلے گا۔ اسی طرح آج ایکسرے، الٹرا ساؤنڈ، اسٹنٹ، انجیکشن، بائی پاس شفا کے ذریعے ہیں۔ اگر کلونجی اور عجوہ کھجور میں ایسی صفات ہوتیں تو ہمارے ہسپتال مریضوں سے نہ بھرے ہوتے اور لوگ ہارٹ اٹیک سے نہ مرتے۔ اس لیے مادی وسائل جو اللہ نے فراہم کئے ہیں وہ استعمال کرنا ہر فرد کا حق ہے۔ اور آج کے دور کو پچھلے کسی بھی دور میں قید نہیں کیا جا سکتا۔

اس کے بعد آتے ہیں نبیؐ کے نام کی نعت کی محفلیں، میلاد کی محفلیں، درود کی محفلیں، جن میں نبیؐ کی تعریف کے ایسے پل باندھے جاتے ہیں جو انسان کو شرک تک پہنچا دیتے ہیں۔ مقام حیرت ہے کہ ایک مسلمان دن میں بے شمار دفعہ یہ کہتا ہے **الحمد للہ رب العلمین**، سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ مگر ہماری ساری محافل نبیؐ کی شان، نبیؐ کی عظمت، نبیؐ پر درود سے بھری ہوتی ہیں۔ قرآن میں اللہ فرماتے ہیں

سورہ الحدید (57) سَبَّحَ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (1)

سورہ الحشر (59) سَبَّحَ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (1)

سورہ الصّف (61) سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱﴾
آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے (1)

سورہ الجمعہ (62) يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ﴿۱﴾
جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے (1)

سورہ التغابن (64) يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱﴾
جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اسی کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (1)

سورہ الملک (67) تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱﴾
وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (1)

کیا انبیاءؑ سمیت کوئی بھی شخصیت ان صفات کی حامل ہو سکتی ہے جن کا اللہ خود بیان کر رہا ہے۔ اور تسبیح و تعریف تو صرف اللہ ہی کے شایاں ہے۔

سورہ الاعراف (7) المص ﴿۱﴾ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۲﴾
المص (1) (اے محمدؐ) یہ کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے تمہیں تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے، (یہ نازل) اس لیے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں) کو ڈر سناؤ اور (یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے (2)

پیغمبرؐ کی اصل ڈیوٹی تو رب کا پیغام لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اب کوئی اس پیغام کو قبول کرے گا تو وہ سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا۔ مگر پیغمبرؐ کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ صرف اور صرف اس

کتاب (قرآن مجید) کے ذریعے ہی لوگوں کو انذار کرے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز بھی پیغمبرؐ کو نہیں دی گئی۔ بلکہ خاص طور پر یہ کہہ دیا گیا کہ مخالفین کی خواہشات کے پیچھے نہیں چلنا بلکہ جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرنی ہے۔ کیونکہ قرآن خود مکتفی کتاب ہے اور ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔ اس لیے جو نتائج اس کے ذریعے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ وہ کسی اور نظریے سے ممکن نہیں۔

آج بھی اگر انذار کا کام کرنا ہے تو صرف قرآن کریم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جب یہ ایمان ہے کہ صرف یہی کتاب ہی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ اس کی بجائے دیگر کتابیں ہیں جو صرف ذاتی خواہشات ومیلانات پر مشتمل ہیں وہ اپنے اپنے فرقوں کو پروموٹ کرتی ہیں۔ اس لیے ضروری نہیں کہ سیدھے راستے کی طرف راہنمائی بھی کریں۔

پھر اس میں انسان اپنا ذمہ پورا کرے اور باقی کام خود اللہ پر چھوڑ دے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ کون ہدایت کے لائق ہے اور کون نہیں۔ نبیؐ کو بھی یہ بات باور کردی گئی تھی کہ سورہ القصص (28) إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٦﴾

(اے محمدؐ) جس کو تم چاہتے ہو۔ اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے (56)

اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں۔

سورہ مریم (19) فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾

(اے پیغمبرؐ) ہم نے یہ (قرآن) تمہاری زبان میں آسان (نازل) کیا ہے تاکہ تم اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری پہنچا دو اور جھگڑالو (لوگوں) کو ڈر سنا دو (97)

یہاں بھی یہی کہا گیا کہ یہ قرآن آسان کر دیا ہے رب نے تمہاری اپنی زبان میں۔ تاکہ لوگ آسانی کے ساتھ رب کا پیغام سمجھ لیں اور کسی کے لیے بھی اعتراض کی بات نہ رہے کہ اسے بات سمجھ نہیں آئی۔ اور اسی طرح نبیؐ کے لیے تبلیغ کا کام آسان کر دیا گیا کہ زبان کے سلسلے میں کسی قسم کی کوئی الجھن نہ رہے۔ اور دوسرا اسی کتاب کے ذریعے سے وہ قوم کو خوشخبری سنا دے جو ایمان

لے آئے۔ اور جو لوگ آگے سے جھگڑا کرنے والے ہیں ان تک بھی ڈر پہنچ جائے۔
اس لیے کہ اصل کام ہی قرآن کا ہے۔ نبیؐ کے لیے قوم کے ہر فرد تک پہنچنا تو ممکن ہی نہیں تھا۔ اور جیسے جیسے مسلمانوں کا حلقہ وسیع ہوتا گیا قرآن آگے سے آگے پہنچتا گیا اور جن لوگوں نے اس پیغام کو قبول کر لیا وہ مسلم قوم کا حصہ بنتے گئے اور جن لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن گئے اور مخالفت پر اتر آئے وہ لوگ کافر قوم کا حصہ بن گئے۔
لتبشر بہ اور تنذر بہ نے بات واضح کر دی کہ ہر دو صورتیں قرآن کریم کے ذریعے ہی ممکن ہیں۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ نے نہ تو کوئی چیز امت کو دی ہے اور نہ ہی بعد کے زمانے میں جو ریکارڈ مرتب ہوا ہے اس کی پابندی آج کے لیے ضروری ہے۔
سورہ السجدہ (32) الم ﴿۱﴾ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۲﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ﴿۳﴾

الم (1) اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے (2) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اس کو از خود بنا لیا ہے (نہیں) بلکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے تاکہ تم ان لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تاکہ یہ سیدھے راستے پر چلیں (3)
پیغمبرؐ کی ذات پر بہت سے اعتراضات کے ساتھ یہ بھی تھا کہ ہم میں سے ہی ایک انسان کیسے خدا کا فرستادہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ کلام اللہ کا نہیں ہے بلکہ اس نے خود سے گھڑا ہے۔ جس کے جواب میں اللہ فرماتے ہیں کہ کسی انسان کے لیے بلکہ (جن) کے لیے بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طرح کا کلام بنائے۔ بے شک یہ قرآن اللہ رب العلمین کی طرف سے ہے۔
یہ کتاب نبیؐ کو اس لیے عطا کی گئی ہے تاکہ وہ اس قوم کو آگاہ کر دے۔ اس کے برے اعمال کے نتائج سے ان کو ڈرائے۔ یعنی نبیؐ کے پاس اپنی طرف سے کچھ نہیں تھا جو وہ لوگوں کے سامنے رکھتے۔ جس کی طرف تبلیغ کرتے۔ نبیؐ کا کام بھی کتاب اللہ کے ذریعے سے ہی انذار کرنا تھا۔

سورہ احقاف (46) وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسٰى إِمَامًا وَّرَحْمَةً ۚ وَهٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢﴾

اوراس سے پہلے موسیٰ کی کتاب تھی (لوگوں کے لئے) رہنما اور رحمت۔ اور یہ کتاب عربی زبان میں ہے اسی کی تصدیق کرنے والی تاکہ ظالموں کو ڈرائے۔ اور نیکوکاروں کو خوشخبری سنائے (12) یعنی موسیٰؑ کے دور میں ان کی کتاب جو (وحی خداوندی) تھی وہ ہدایت تھی اور رحمت تھی اس دور کے لوگوں کے لیے۔ اور نبیؐ کی طرف قرآن کریم اللہ نے نازل کیا۔ اور نبیؐ اور اس کے مخاطبین کی زبان یعنی عربی میں۔

تاکہ ظالموں کو ڈرائے اور نیک لوگوں کو خوشخبری دے۔ اسی کتاب کو پہلے حق کہا گیا اب یہ کہا گیا کہ یہ تصدیق کرتی ہے پہلی سچائیوں کی۔ جیسے موسیٰؑ کی کتاب اس وقت امام تھی اسی طرح اب یہ کام قرآن کریم کا ہے۔ پیغمبرؐ کی مدت چونکہ تھوڑی ہوتی ہے۔ اس لیے باقی انسانیت کی راہنمائی اس کتاب نے کرنا ہوتی ہے جو پیغمبر اللہ سے لے کر قوم کے سپرد کر جاتا ہے۔ جب تک تو امت اس پر قائم رہتی ہے تو اس کی دنیا اور آخرت دونوں ہی درست رہتی ہیں۔ مگر جب اس پیغام میں انسانی خیالات کی آمیزش ہو جاتی ہے اور اس پر مزید شیطان اس کی تعلیمات کو مسخ کرنے کے اپنے وار چلاتا ہے تو ساری شریعت ہی گڈمڈ ہو جاتی ہے۔

یہی حال اس وقت ہم مسلمانوں کا ہے۔ اب قرآن تو اصل حالت میں موجود ہے مگر باہر کی چیزوں نے اس پر عمل مفقود کر دیا ہے۔ اور صرف ثواب کے لیے پڑھا جانے لگا ہے۔ اور اس میں سے جادوٹونے کے عملیات نکلنے لگے ہیں۔ اور عمل جو ہو رہا ہے وہ روایات اور فقہ کی کتابوں پر ہو رہا ہے جو ہزار سال پہلے انسانی تحریریں تھیں۔

اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ وحی اپنی خالص ترین شکل میں موجود ہے۔ اسی کی تلاوت ہو اور اس پر عمل کیا جائے۔ کیونکہ وہی میزان ہے، فرقان ہے۔

سورہ اعراف (7) أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾

کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تم میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی تا کہ وہ تم کو ڈرائے اور تا کہ تم پرہیزگار بنو اور تا کہ تم پر رحم کیا جائے (63)

اللہ کی طرف سے ذکر (نصیحت) کی وضاحت ہے کہ اس کے ذریعے سے انذار کیا جائے اور تا کہ لوگ پرہیزگار بن جائیں۔ اور ان پر رحم کیا جائے۔ قرآن کے علاوہ اور کوئی کتاب یا کوئی تحریر اس لائق نہیں جو ان صفات کی حامل ہو۔ اور کسی بھی پیغمبرؑ نے اپنی امت کو وحی الٰہی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں دی۔ بلکہ ان کی زبان سے کہلوایا گیا کہ وہ صرف اس وحی کی ہی پیروی کرتے ہیں اور اس پر عمل ہی کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ ایک علم تو قرآن کی شکل میں آ گیا اور دوسرا نبیؐ نے سینہ بسینہ دیا ہے سراسر غلط ہے۔ یا یہ کہا جانے لگا کہ ایک وحی متلو ہے اور دوسری غیر متلو۔ اور دوسری قسم وحی بھی نبی کریمؐ نے عطا کی ہے۔ تو یہ تصورات باطل ہیں۔ اللہ نے بطور وحی صرف قرآن کریم ہی نبیؐ پر نازل کیا جو انہوں نے امت کے سپرد کیا اور اس کے علاوہ کوئی بھی اور چیز خفی یا جلی آپ نے امت کے حوالے نہیں کی۔ یہ سارا ریکارڈ وضع کیا گیا اور امت اس کی وجہ سے گمراہ ہو گئی۔ اصل پیغام خداوندی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور اس کی جگہ انسانی تصورات معاشرے میں رائج ہو گئے۔ جس نے امت کا شیرازہ بکھیر دیا۔

ہمیں یہ چیز عام کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ نے ہمیں قرآن کریم عطا کیا ہے اور اس پر عمل سے ہی اخروی نجات ممکن ہے۔ اور محض ثواب کے لیے اس کو پڑھنا فلاح کا ذریعہ نہیں ہے۔ ہماری تو حالت یہ ہے کہ اکثریت اس کو سمجھ ہی نہیں سکتی کہ اللہ نے ہمارے لیے کیا پیغام بھیجا ہے۔

سورہ ابراہیم (14) هَـٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَـٰهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

یہ قرآن لوگوں کے نام (اللہ کا پیغام) ہے تا کہ ان کو اس سے ڈرایا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ

وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں (52)

یہاں بات اللہ نے بہت واضح کر دی ہے کہ اس قرآن سے ہی انذار کیا جائے گا کیونکہ یہی واحد پیغام ہے اللہ کی طرف سے۔ اور تا کہ لوگ جان جائیں کہ بے شک الہ صرف ایک ہی ہے اور وہ اللہ ہے۔

یہ حقیقت مدنظر رہنی چاہیئے کہ مشرکین اللہ کی ہستی کا انکار نہیں کرتے تھے آپؐ کے دور میں۔ اور آپؐ سے پہلی امتوں میں بھی۔ مگر وہ اللہ کے ساتھ جو دوسرے معبود بنا رکھے تھے ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔

بالکل یہی معاملہ ہماری قوم کا ہے۔ ہمارے مسلمان بھی اللہ کو الہ مانتے ہیں مگر اس کے ساتھ قبروں اور مزاروں کے بھی پجاری ہیں۔ اس کے بعد کچھ نیک ہستیاں جو گزر گئی ہیں ان کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا بنایا ہوا ہے۔ اپنی مشکلات میں ان کو پکارا جاتا ہے۔ ان سے منت مانی جاتی ہے۔ ان کے مزاروں پر جا کر سجدے تک کئے جاتے ہیں۔ اس طرح سے عملی طور پر اللہ کی صفات میں دوسرے لوگوں کو شریک کر لیا گیا۔ اور واحد الہ کے تصور کا عملی طور پر انکار کر دیا گیا۔

حالانکہ قرآن کریم میں جگہ جگہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی اور کو مت پکارو۔ پھر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے آپ کو توحید پرست کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کو ہی الہ واحد مانتے ہیں اور شرک سے بے زار ہیں مگر ان کے ہاں بھی قرآن کے اوپر روایات کا درجہ ہے۔ یعنی وہ کہتے ہیں کہ حدیث قرآن پر حکم ہے۔ اور اسی طرح سے ان کے ہاں بھی قرآن صرف ثواب کی خاطر پڑھنے کے لیے رہ گیا اور زندگی کے معالات تمام تر روایات کی بنا پر سرانجام دینے لگے اور یوں ہدایت سے محروم رہ گئے۔

اسی لیے اللہ بار بار فرما رہے ہیں کہ انذار ہو گا تو صرف قرآن کے ذریعے سے ہی ہو گا۔

سورہ احقاف (46) قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾

کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور

تمہارے ساتھ کیا (کیا جائے گا) میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ آگاہ کرنا ہے (9)

اس آیت میں نبیؐ کے ذریعے کہلوایا جا رہا ہے کہ میں بالکل بھی نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ یعنی صاف ظاہر ہے کہ نبیؐ کی زبان سے یہ کہلوا دیا گیا کہ آپ علم غیب نہیں جانتے۔

پھر واضح طور پر نبیؐ نے بتا دیا کہ میں تو وحی جو میری طرف کی جاتی ہے اس کی پیروی کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اور کوئی ایسی ہدایت نہیں جس پر نبی چلتا ہو۔ اور نبی دین پر چلنے کے لیے اپنے پاس سے کچھ بھی ضابطہ نہیں بناتا۔ اسی لیے تو لوگ اعتراض کرتے تھے کہ قرآن تو خود اس نے گھڑ لیا ہے اور ضابطہ خود سے بنا لیا ہے۔ مگر اللہ نے اس چیز کا انکار کیا اور کہلوا دیا کہ یہ ایسی چیز ہے جس میں انسانی خیالات کی آمیزش ہو نہیں سکتی۔ اور اسی ہدایت کے ذریعے نبیؐ انذار کرتا تھا۔

سورہ یس (36) وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنذِرَ مَن كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿٧٠﴾

اور ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ ان کو شایاں ہے۔ یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن (پُراز حکمت) ہے (69) تاکہ اس شخص کو جو زندہ ہو آگاہ کر دے اور کافروں پر بات پوری ہو جائے (70)

قرآن کریم ایک بہت اعلیٰ ارفع اور برتر کلام ہے۔ اس لیے اس کو شاعری سے ملانا ایک کم تر سوچ ہے یہ تو نصیحت ہے اس کے لیے جس کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ جو زندگی کو محض جانوروں کی طرح نہ گزار رہا ہو۔ بلکہ اس کی آنکھوں کے سامنے آخرت بھی ہو۔ اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس نصیحت سے فائدہ اٹھائے۔ اور جو لوگ بالکل ہی آخرت کو بھول کر بیٹھے ہیں ان کو کسی قسم کا حیلہ بہانہ اور معذرت کا موقع نہ مل سکے۔

سورہ الشوریٰ (42) وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيهِ ۚ فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿٧﴾

اور اسی طرح تمہارے پاس قرآن عربی بھیجا ہے تاکہ تم بڑی بستی (یعنی مکّے) کے رہنے والوں کو

اور جولوگ اس کے اردگرد رہتے ہیں ان کو آگاہ کردو۔ اور انہیں قیامت کے دن سے بھی جس میں کچھ شک نہیں ہے خوف دلاؤ۔ اس روز ایک فریق بہشت میں ہوگا اور ایک فریق دوزخ میں (7)

راستہ صرف قرآن کے ذریعے ہی دکھانا ہے جن لوگوں کی طرف رسول مبعوث ہوا ہے انہی کی زبان میں وحی کا پیغام ہے اور آسان ہے، واضح ہے، نصیحت ہے تاکہ رسول اس قرآن کے ذریعے ان کو ڈرسنائے کہ ایک دن آنا ہے جس دن اعمال کا حساب ہونا ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے وہ حق ہے۔ تاکہ جو نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ کر لے۔ اور جو انکاری ہو وہ ایک حجت پر ہو۔ اللہ کی طرف سے اس کی ذمہ داری پوری ہوگئی اور رسولؐ نے پیغام پہنچا دیا۔

ان تمام آیات کو ملاحظہ کیجیے تو ایک بات بڑی واضح ہوجائے گی کہ جہاں نبیؐ کو نذیر اور بشیر کہا گیا تو اس کے ساتھ جا بجا اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ قرآن نبیؐ کو دیا گیا تاکہ لوگوں کو انذار کر دیا جائے۔ یعنی اصل نذیر جو ہے وہ قرآن کریم ہے اور چونکہ یہ پیغام ایک خاص وقت تک کے لیے محدود نہیں ہے اس لیے نذیر قیامت تک کے لیے قرآن کریم ہی ہے۔ جب نبیؐ نے قرآن کریم کے ذریعے ہی انذار کیا تو پھر اصل نذیر قرآن ہی کہلائے گا۔ اس کی وضاحت سورہ نجم (53) میں ہوئی۔

هٰـذَا نَذِيرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْأُوْلٰى ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰـهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هٰـذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾

یہ (قرآن) بھی اگلے ڈرسنانے والوں میں سے ایک ڈرسنانے والا ہے (56) آنے والی (یعنی قیامت) قریب آ پہنچی (57) اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکے گا (58) (اے منکرین خدا) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ (59)

ھٰذا نذیر کے بعد ھٰذا الحدیث نے واضح کر دیا کہ بات ساری قرآن کریم کی ہو رہی ہے اور چونکہ قرآن نے قیامت تک کے لیے رہنا ہے اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ اسی لیے نبیؐ کے بعد یہ فریضہ قرآن کے ذریعے ہی ادا کیا جا سکے گا۔ اور نبیؐ کی زندگی میں بھی قرآن کریم ہی فیصلہ کن حیثیت رکھتا تھا۔ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔

باب ششم

وحی

انسانوں کی طرف اللہ کا پیغام وحی کہلاتا ہے جو اس کے رسولوں کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ پہلے انسان کے دنیا میں آنے کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیسا کہ آدمؑ کو کہہ دیا گیا سورہ البقرہ (2) قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (38)

اب انسان کو اس دنیا میں ایک مقررہ مدت تک زندگی گزارنا تھی اور اس کا واسطہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ تھا وہاں مفادات کا ٹکراؤ تھا اس لیے یہاں ضرورت تھی کہ معاملات کا فیصلہ کیسے کیا جائے اور کون کرے۔ تو اس کی غرض سے رسولوں کی وساطت سے اللہ اپنے احکام وقوانین انسانوں تک پہنچا دیتا اور اس میں عبادات سے متعلقہ احکام اور معاملات سے متعلقہ احکام بھی شامل ہوتے۔ نیز یہ ذہن میں رہے کہ اس دنیا میں انسان کا آنا بطور آزمائش ہے اور اس کے ساتھ شیطان کو کھلی چھٹی ہے اور انسان کو خبردار کر دیا گیا ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے اس سے بچ کے رہنا ہے۔

یہاں یہ چیز ذہن میں رہے کہ انسان کا اللہ کے ساتھ کسی بھی قسم کا مقابلہ نہیں ہے یعنی دنیا کی زندگی میں معاملہ Man VS God نہیں ہے بلکہ Man VS Man ہے۔ انسان کا انسان کے ساتھ معاملہ ہے۔ اللہ تو بہت بزرگ و برتر ذات ہے۔ وہ تو رب العلمین ہے ہر طور جانداروں کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ مفادات کا ٹکراؤ اصل میں انسانوں کا ہے۔ اس کے لیے اللہ اپنے احکام بھیجتا ہے تا کہ انسانوں کے درمیان معاملات کو حل کیا جا سکے۔ نبی یہ احکامات اپنی اپنی امت کے سپرد کر کے جاتے اور اس کے بعد وحی میں لوگ اپنی مرضی سے تبدیلی بھی کر لیتے۔ اور اللہ تعالی نئے احکامات کے ساتھ نئے نبی کو بھیج دیتا۔ یہ سلسلہ آخری نبیؐ تک جاری رہا۔

اوراس کے بعد آخری پیغام کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا۔ تا کہ انسانیت آخری وقت تک اپنے معاملات کے فیصلے اس کے مطابق کرتی جائے۔ اس بارے کچھ قرآنی آیات دیکھتے ہیں۔

سورہ النساء (4) إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ ۚ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾ لَٰكِنِ اللَّهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ ۖ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿١٦٦﴾

(اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور ان سے پچھلے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔ اور ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ اور عیسیٰؑ اور ایوبؑ اور یونسؑ اور ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف بھی ہم نے وحی بھیجی تھی اور داوٗدؑ کو ہم نے زبور عنایت کی تھی (163) اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے۔ اور موسیٰؑ سے تو اللہ نے باتیں بھی کیں (164) (سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع نہ رہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے (165) لیکن اللہ نے جو (کتاب) تم پر نازل کی ہے اس کی نسبت اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس نے اپنے علم سے نازل کی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں۔ اور گواہ تو اللہ ہی کافی ہے (166)

مذکورہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے ذریعے وحی بھیجی اور ان کو ڈرانے والے اور خوشخبری سنانے والے بنا کر بھیجا تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگوں کو اللہ پر کوئی بہانہ نہ ملے۔ اور نہ ہی کوئی معذرت کر سکے کہ اس تک اللہ کا پیغام نہیں پہنچا تھا۔ اور اللہ اور فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ جو وحی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے بھیجی ہے۔

سورہ الشوری (42) شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهِ نُوحًا وَّالَّذِيْ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰى أَنْ أَقِيْمُوْا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ إِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

اسی نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔ جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے(13)

یعنی دین شروع سے ایک ہی ہے جو اللہ تعالی نے اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسانوں کو دیا۔ باقی احکام ہر دور کے اعتبار سے بدلتے رہے۔ چونکہ دین کا مرکزی پیغام ہی توحید ہے اس لیے سب سے زیادہ زور اسی نکتے پر دیا گیا۔ ہر دور میں پیغمبروں کا واسطہ مشرکین سے ہی پڑا۔ کیونکہ لوگ اپنے خداؤں کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے اللہ تعالی نے ہر طرح سے اتمام حجت کر لیا اور انبیاء کا سلسلہ بھیجا اور کتابوں کی صورت میں وحی بھی بھیجی۔ تاآنکہ آخری پیغمبر تک یہ سلسلہ پہنچ گیا اور آخری پیغمبر کو ایک ایسی کتاب دی گئی جو قیامت تک کے لیے ہدایت کا سرچشمہ قرار پائی۔ جس میں کسی قسم کی ردو بدل کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالی نے خود لیا۔ اور اسی کتاب کے ذریعے نبی کریمؐ نے انذار کیا اور اسی کا ہی اپنی امت کو حکم دیا۔

سورہ انعام (19) قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ شَهِيْدٌ ۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَأُوْحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ ۢ بَلَغَ ؕ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ أَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً أُخْرٰى ؕ قُلْ لَّا أَشْهَدُ ؕ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّإِنَّنِيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹﴾

ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرین انصاف) کس کی شہادت ہے کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص تک وہ (قرآن) پہنچ جائے آگاہ کر دوں۔ کیا تم لوگ اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے

ساتھ اور بھی معبود ہیں۔(اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں(19)

یہاں یہ بات واضح ہے کہ نبی کریمؐ کی طرف صرف قرآن ہی وحی کیا گیا۔اس کے علاوہ کسی بھی اور قسم کی وحی آپ کو نہیں دی گئی ۔ یہ کہا جاتا ہے کہ روایات بھی آپ کو بذریعہ وحی دی گئیں ۔ یہ اور بات ہے اور پھر اس میں یہ تقسیم کر دی گئی وحی متلو اور وحی غیر متلو۔قرآن کی حقانیت تو سب پر واضح ہے مگر روایات تو نبی کریمؐ کی وفات سے دو سے اڑھائی سو سال بعد لکھی گئیں۔اس لیے ان کو وحی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔

اسی طرح سے خفی اور جلی کا تصور بھی بعد کی پیداوار ہے۔اللہ نے تو انسانیت کی راہنمائی کے لیے جو بھی پیغمبر کو وحی دی۔ وہ پیغمبر کی ذمہ داری تھی کہ وہ انسانوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے۔اس میں ایسی کوئی تخصیص روا نہیں رکھی جا سکتی کہ کچھ چیزیں تو نبیؐ عام کر دے اور کچھ صرف خاص لوگوں کے لیے ہوں۔

اس کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ نبیؐ جو بھی بولتے ہیں وہ وحی ہی ہوتا ہے۔اس میں ایک تو وحی قرآن کریم کی شکل میں محفوظ ہے اور بعد والی روایات کی صورت میں محفوظ ہو گئی۔اس کے لیے سورہ نجم کی ان آیات کو بنیاد بنایا جاتا ہے(53)وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىؕ ﴿٣﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰىۙ ﴿٤﴾ اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں(3) یہ(قرآن) تو حکم الٰہی ہے جو(ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے(4)

حالانکہ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ ﴿٥﴾ اور فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰىؕ ﴿١٠﴾ سے بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ قرآن کریم کی بات ہو رہی ہے جو جبریلؑ وحی کر رہے ہیں۔اور اللہ کی طرف سے یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا رہی ہے کہ جو وحی پیغمبر کو دی گئی ہے اس میں پیغمبر کے ذاتی خیالات کا کوئی بھی دخل نہیں ہے۔ بلکہ قرآن اللہ کا کلام ہے جو کسی بھی قسم کی انسانی خواہشات سے پاک ہے۔

اس کے ساتھ ہی نبیؐ نے بیان فرما دیا کہ یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تا کہ میں اس کے

ذریعے انذار کروں اور جس تک یہ قرآن پہنچے وہ بھی اسی کے ذریعے ہی انذار کرے۔اس لیے ہمارے ہاں جولوگ تبلیغ کا کام کر رہے ہیں وہ کوئی اور ہی کتابیں پیش کرتے ہیں جن میں صرف مرضی کے قصے لکھے ہوتے ہیں۔چونکہ وہ خودقرآنی تعلیمات سے نابلد ہوتے ہیں اس لیے ان کی زندگی میں محض چند رسومات یا ظاہری شباہت ہی اسلام کا مظہر ہوتی ہیں۔اگر یہی وہ قرآن خود بھی سیکھتے اور آگے لوگوں کے سامنے بھی قرآن ہی پیش کرتے تو معاشرے کو اچھے افراد میسر ہوتے۔

سورہ الکہف(18)وَ اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْکَ مِنْ كِتَابِ رَبِّکَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾

اور اپنے پروردگار کی کتاب جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔اوراس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے(27)

اللہ تعالی نے بڑا واضح حکم دیا ہے کہ قرآن کریم ہی کی تلاوت کیا کریں۔چونکہ یہی کتاب اللہ نے بطور وحی نازل کی ہے۔اور اس میں جو حقائق بیان ہوئے ہیں وہ غیر متبدل ہیں اور یہی کتاب ہدایت کی راہ دکھاتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی اللہ نے تنبیہ کر دی کہ اگر کوئی اور راستہ اختیار کیا جو اس کتاب سے ہٹ کر ہو تو پھر تمہیں کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی۔یعنی کتاب اللہ کو چھوڑ کر اور جتنی بھی کتابیں مسلمانوں میں رواج پا گئیں ہیں وہ کبھی بھی ہدایت کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتیں۔اس لیے بہتر ہے کہ اللہ کے حکم کو مان لیا جائے اور قرآن کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا سمجھا جائے۔

سورہ العنکبوت(29)اُتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْکَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿٤٥﴾

(اے محمدؐ یہ) کتاب جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔اور اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے۔اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُسے جانتا ہے(45)

یہاں بھی اللہ تعالی یہی تاکید کر رہے ہیں کہ جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اس کو پڑھا کرو۔

اور نماز جو کہ انسان کا اللہ کے ساتھ لگاؤ کا ذریعہ ہے۔ اس کو ہر حال میں قائم رکھو۔ اور کتاب اور نماز اللہ کے ذکر کا بڑا ذریعہ ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ تمسک قائم رکھو۔

سورہ انعام (6) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٥٠﴾

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (اللہ کی طرف سے) آتا ہے۔ کہہ دو کہ بھلا اندھا اور آنکھ والے برابر ہوتے ہیں؟ تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے (50)

نبی کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں ہوتے۔ نہ ہی نبی کا کوئی اپنا ذاتی پروگرام ہوتا ہے۔ بلکہ نبی تو اللہ کا پروگرام لے کر آتا ہے۔ اور اللہ کی کتاب کی پیروی کرتا ہے۔ نبی خود بھی اللہ تعالی کی مدد اور اس کی راہنمائی کا قدم قدم پر محتاج ہوتا ہے۔ یہ ساری باتیں لوگوں کے سامنے رکھ کر آپؐ نے ان سے سوال کیا کہ اس قدر واضح ہدایت کے بعد کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتے ہیں۔

مگر ہم لوگ ہیں کہ اللہ کی کتاب کو چھوڑ کر نبیؐ کی پوجا شروع کر دی۔ اسے مافوق الفطرت سمجھ لیا۔ حاضر و ناظر اور عالم الغیب بھی سمجھ لیا۔ شفیع المذنبین بھی قرار دے دیا۔ اور یوں خود فریبی کا شکار ہو کر بے پروا ہو کر بیٹھ رہے کہ اپنی تو بخشش پکی ہے۔ مگر اللہ تعالی نے ایسی کوئی گارنٹی نہیں دی۔ اللہ تعالی نے کتاب دی ہے۔ اس پر نبیؐ کو بھی عمل کرنا ہے اور پوری امت کو بھی۔

سورہ اعراف (7) وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنا لی۔ کہہ دو کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش و بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے (203)

اللہ کا کلام ہی اس لائق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔اور وہی سر چشمہ ہدایت ہے۔اور غور و فکر کی راہیں کھولتا ہے۔اس کے سوا جتنا بھی کام تاریخ،فقہ، روایات اور تصوف کے لٹریچر کا ہے اس لائق نہیں کہ وہ ہدایت اور رحمت کا باعث ہو۔اور اب تو معاشرے میں اس قدر بہتات ہوگئی ہے کہ صحیح اور غلط کی پہچان ہی مشکل ہوگئی ہے۔اس صورت میں قرآن ہی واحد راہنمائی رہ جاتی ہے جو یہ واضح کر سکے کہ کونسا عقیدہ رب کے پاس لے جانے والا ہے اور کونسی راہ شیطان کی راہ ہے۔ بزرگوں اور پیغمبروں کے نام کی عقیدتوں پر بھی بہت سا لٹریچر موجود ہے جو کہ صحیح راہ کی بجائے انسان کی گمراہی کا باعث ہے۔دین کا مقصد وہ ضابطہ حیات ہے جو اللہ کی طرف سے انسانوں کو عطا ہوا ہو۔اس میں انسانی خواہشات کی آمیزش ہو جائے تو وہ دین خالص نہیں رہتا۔اور اس میں بڑی احتیاط یہ کی جانی چاہیے کہ یہ واضح ہو کہ جو کچھ اللہ یا رسول کے نام پر آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے کیا واقعی وہ اللہ نے فرمایا ہے یا رسول کا منشا ہے۔اسی لیے اللہ نے نبی کو پابند کر دیا کہ وہ صرف اسی کا اتباع کرے۔جو اس کی طرف وحی کیا جاتا ہے۔تاکہ باقی ساری امت بھی اسی وحی ہی کی پیروی کرے۔

سورہ یونس (10) وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰـذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحٰى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾

اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یا تو) اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یا اس کو بدل دو۔کہہ دو کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے (15)

وحی کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ نبی بھی اس کو بدلنے کا اختیار نہیں رکھتا۔کیونکہ وہ خود اس پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے اور اسی کی نافرمانی سے آخرت کے عذاب سے خوف رکھتا ہے۔یہی چیز نبی کو عام انسان کے برابر لا کھڑا کرتی ہے۔وہ اپنے عمل سے ثابت کرتا ہے کہ وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی

نہیں ہے۔اس پر ہر طرح کے قوانین لاگو ہوتے ہیں جو عام انسانوں پر ہوتے ہیں۔اس لیے کہ نبی نے اللہ کے پروگرام پر عمل کروانا ہوتا ہے۔اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانا ہوتا ہے اور اللہ کی راہنمائی میں لوگوں کو کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہوتی ہے اور ان کا تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔

یہ ہم پر اللہ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اس کتاب کو محفوظ کر دیا اور پھر یہ گارنٹی بھی دی کہ اس میں شیطان کسی قسم کی تبدیلی نہیں کر سکتا۔اب چونکہ رسول تو موجود نہیں ہے۔مگر کتاب وہی کام کرے گی جو رسول اپنی موجودگی میں کرتا تھا۔چہ جائیکہ روایات وفقہ نے قرآنی تعلیمات پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں مگر اب بھی جو کوئی چاہے تو اصل کتاب موجود ہے اس کے ذریعہ سے صحیح ہدایت حاصل کر سکتا ہے۔

سورہ یونس (10) قُلْ يَآأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَآ أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

کہہ دو کہ لوگو! تمہارے پروردگار کے ہاں سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو ہدایت سے اپنے ہی حق میں بھلائی کرتا ہے۔اور جو گمراہی اختیار کرتا ہے تو گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔اور میں تمہارا وکیل نہیں ہوں (108) اور (اے پیغمبر) تم کو جو حکم بھیجا جاتا ہے اس کی پیروی کئے جاؤ اور (تکلیفوں پر) صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے۔اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے (109)

کتاب اللہ کو چھوڑ کر جو گمراہی کی راہ پر چلتا ہے تو وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور نبی کسی پر زبردستی نہیں کرتا۔یہی معاملہ اللہ نے انسان کے لیے کھلا رکھا ہے۔اسے شعور دیا کہ وہ خود سے سوچ اور سمجھ سے کام لے اور پھر یہ فیصلہ کرے کہ وہ کونسا راستہ اپنانا چاہتا ہے۔اللہ نے کتاب بھیج کر اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔اب مخالفین جو اس پیغام کے ساتھ ڈائریکٹ ٹکراؤ میں ہیں اور نبی کو ایذائیں دیتے ہیں تو نبی کو حکم دیا گیا کہ تم ان تکالیف پر صبر اور برداشت کا مظاہرہ کرو۔اور جو وحی تمہاری طرف کی جارہی ہے بس اس کی پیروی کئے جاؤ۔تآنکہ وہ وقت

آ جائے جس دن اللہ تعالیٰ واضح فیصلہ فرما دے۔

سورہ انبیاء(21)قُلْ إِنَّمَا أُنذِرُكُم بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاءَ إِذَا مَا يُنذَرُونَ ﴿٤٥﴾

کہہ دو کہ میں تم کو حکم خدا کے مطابق نصیحت کرتا ہوں۔ اور بہروں کو جب نصیحت کی جائے تو وہ پکار سنتے ہی نہیں(45)

پیچھے بات چلی آ رہی ہے کہ نبیؐ قیامت کے دن کا انذار کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی فرما رہے ہیں کہ کیا لوگ ہماری نشانیاں دیکھتے نہیں ہیں اور ان پر غور نہیں کرتے۔ یقیناً ہمارا وعدہ سچا ہے اور وہ دن آ کر رہے گا۔ اور نبی اپنی قوم کو یقین دلا رہا ہے کہ وہ یہ وعید اپنی طرف سے نہیں دے رہا بلکہ یہ وحی ہے جو رب کائنات نے اس کی طرف کی ہے اور نبیؐ کو تو یہ شایاں ہی نہیں کہ وہ کوئی بات اپنی طرف سے کہے بلکہ سارا پروگرام وحی کا ہوتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل(17)وَإِن كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ ۖ وَإِذًا لَّاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا ﴿٧٣﴾ وَلَوْلَا أَن ثَبَّتْنَاكَ لَقَدْ كِدتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا ۖ وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾

اور اے پیغمبر جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ (کافر) لوگ تم کو اس سے پھسلا دیں تاکہ تم اس کے سوا اور باتیں ہماری نسبت بنا لو۔ اور اس وقت وہ تم کو دوست بنا لیتے (73) اور اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رہنے دیتے تو تم کسی قدر ان کی طرف مائل ہونے ہی لگے تھے (74) اس وقت ہم تم کو زندگی میں (عذاب کا) دوگنا اور مرنے پر بھی دوگنا مزا چکھاتے پھر تم ہمارے مقابلے میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے (75) اور قریب تھا کہ یہ لوگ تمہیں زمین (مکہ) سے پھسلا دیں تاکہ تمہیں وہاں سے جلاوطن کر دیں۔ اور اس وقت تمہارے پیچھے یہ بھی نہ رہتے مگر کم (76)

کفار اپنا پورا زور لگاتے تھے کہ نبی کریمؐ اصل وحی سے پھسل جائیں اور ایسی باتیں اللہ کے بارے میں بنا لیں جو اللہ نے نہیں کیں۔ بہت سے نظریات ہوتے ہیں جنہیں مذہبی تقدس حاصل ہوتا ہے

مگر وہ اصل دین نہیں ہوتے ۔ اس زمانے میں بھی یہود و نصاری ایسی بہت سی باتوں کے قائل تھے۔اوران کی پوری کوشش تھی کہ وحی الہی چھوڑ کر نبیؐ ان باتوں کو اپنالیں اوراس طرح سے وہ ان کو اپنا دوست بنا لیتے ۔ یہ اللہ کی مہربانی تھی کہ اللہ نے نبیؐ کو ثابت قدم رکھا اور اپنی قدرت سے آپؐ کو ان کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔یعنی نبیؐ کو سختی سے حکم تھا کہ جو وحی ہے اس کو ہرگز نہیں چھوڑنا اوراس پر قائم رہنا ہے اوراگر نبی کریمؐ بھی ایسا نہ کرتے تو دنیا میں بھی دوگنا عذاب پاتے اور آخرت میں بھی۔اس آیت نے نبیؐ کے مقام کو واضح کر دیا ہے کہ نبی بشر ہی ہوتا ہے اوراس نے اپنے دائرے میں رہ کر ہی اپنا کام سرانجام دینا ہوتا ہے۔

ہمارے یہاں تو نبی کا مقام ہی اپنی اصل جگہ پر نہیں رہنے دیا گیا۔اوران کو محبوب خدا،حبیب خدا اور پتا نہیں کیا سے کیا القابات دیئے گئے ۔اور کہا گیا کہ اللہ نے ساری کائنات آپؐ سرکار کے لیے بنائی ہے اوراگر آپؐ سرکار نہ ہوتے تو اللہ تعالی کچھ بھی نہ بناتے ۔ یہ تمام عقائد قرآنی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتے ۔ نبی بھی وحی پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے اور عمل نہ کرنے کی صورت میں سزا کا مستحق ہوتا ہے۔اللہ کے قوانین میں تخصیص نہیں ہوتی۔

ہمارے یہاں بھی یہی کچھ چل رہا ہے ۔ وحی کو چھوڑ کر ایسے ایسے نظریات اپنائے گئے ہیں جو ڈائریکٹ قرآن کریم سے متصادم ہیں۔ اور قرآنی تعلیمات تو پردے میں چلے گئیں اور نبیؐ کی ذات دین کا محور بن گئی ۔ نبیؐ پر درود، نبیؐ کی نعت، نبیؐ کی محفلیں معاشرے کا رواج بن گئیں۔کسی نے رک کر نہیں سوچا کہ کیا اللہ کا یہ منشا ہے یا کیا یہی نبیؐ کا پیغام ہے جو نبیؐ کہتے رہے کہ میں تم سے کسی قسم کا اجر نہیں مانگتا اور میرا اجر اللہ کے ذمے ہے وہ نبیؐ کیا اپنے اوپر درود پڑھنے کا مطالبہ کرے گا۔کیا کبھی کسی نے سوچا کہ صحابہ کبارؓ کتنا درود پڑھتے تھے اور کتنی نعتیں پڑھتے تھے؟

یہ تو ہمارے نبیؐ کی شان تھی کہ نہ تو انہوں نے کوئی چوغہ پہنا تھا اور نہ ہی کوئی خاص قسم کی پگڑی۔نہ ان کی زندگی ٹھاٹھ باٹھ کی تھی اور نہ ہی تکلفات سے پُر ۔ وہ تو عام لوگوں کی طرح ہی رہتے تھے۔اور کوئی بھی ان سے ملنے آتا تو صحابہؓ کے درمیان کھڑا ہو کر پوچھتا من محمد؟ تم میں سے محمد کون ہیں؟

مگر بدقسمتی سے شیطان اپنی چال میں کامیاب رہا اور اس نے الہ کا جو تصور تھا جس کے مطابق اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی بھی شریک نہیں ہوسکتا۔ اس سے رخ موڑ کر نبیؐ کی شخصیت کو دین کا محور بنا دیا۔ اور اوپر جتنی بھی آیات ہم نے ملاحظہ کیں ان کے مطابق یہی واضح ہوتا ہے کہ نبی تو اسی کی پیروی کرتے رہے جو ان کی طرف وحی کیا جاتا تھا۔

باب ہفتم

اتباع

اتباع کہتے ہیں پیروی کرنے کو، پیچھے پیچھے چلنے کو۔ کسی کی اطاعت وفرمانبرداری کرنے کو۔"اتباع رسول" ایک معروف اصطلاح ہے یعنی رسول کے طریقے کی پیروی کرنا۔ رسول کے مقابلے میں یہ لفظ شیطان یا طاغوت کے اتباع کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ یعنی ہر کوئی کسی نہ کسی کی پیروی کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس کا اتباع کر رہا ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ لفظ زیادہ مقبول ہے اور جتنے بھی فرقے ہیں سبھی یہ گمان کر کے بیٹھے ہیں کہ وہ "اتباع رسول" کر رہے ہیں اور دوسرا فرقے والا گمراہ ہے۔ یعنی ہر فرقے نے عبادات وعقائد کا اپنا مجموعہ ترتیب دے رکھا ہے۔ جسے وہ "اتباع رسول" کا نام دیتا ہے۔

اب ہر طریقہ تو اتباع رسول نہیں ہوسکتا۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ معلوم کیا جائے کہ کونسا طریقہ ہے جو صحیح معنوں میں دین کا تقاضا ہے اور درست اتباع رسول ہے؟

پہلی چیز تو یہ ذہن میں رکھنے کی ہے کہ دین کے احکامات پر عمل اصل میں رسول کے ذاتی احکام پر عمل نہیں ہوتا بلکہ وہ اللہ کے دیئے ہوئے احکام ہوتے ہیں۔ رسول کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ تمام احکامات وحی کی صورت میں جو اسے ملے ہوتے ہیں لوگوں تک پہنچادے۔ یہ رسول کا فریضہ ہوتا ہے اور اس کے بعد اسے کہہ دیا گیا کہ آپ ان پر نگران نہیں ہو۔ دینی احکام کا اصل ماخذ وحی الہی ہوتا ہے جو موجودہ صورتحال میں صرف اور صرف قرآن کریم ہی ہے۔ جو احکام تو بالکل واضح ہیں وہ تو بعینہ روبہ عمل لائے جائیں گے اور جن میں کوئی اشکال وغیرہ ہو تو اس پر عقل کو استعمال کیا جائے گا۔ مثلاً حالات کے مطابق نبی کریمؐ نے جنگ احزاب میں خندق کھودنے کا فیصلہ کیا یا ہجرت کا فیصلہ کیا یا دیگر کئی معاملات۔ تو کچھ فیصلے ہر دور کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے عقل کی بنیاد پر ہونگے۔

مثلاً اللہ نے حکم دیا کہ سورہ انفال (8) وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا

تُنفِقُوا مِن شَيۡءٍ فِي سَبِيلِ اللّٰـهِ يُوَفَّ إِلَيۡكُمۡ وَأَنتُمۡ لَا تُظۡلَمُونَ ﴿٦٠﴾

اور جہاں تک ہو سکے (فوج کی جمعیت کے) زور سے اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے (مقابلے کے) لیے مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور خدا جانتا ہے ہیبت بیٹھی رہے گی۔ اور تم جو کچھ راہِ خدا میں خرچ کرو گے اس کا ثواب تم کو پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا ذرا نقصان نہیں کیا جائے گا (60)

اب ہر ذی شعور جانتا ہے کہ اس زمانے کی لڑائی گھوڑوں کی تھی اور تیر تلوار اور نیزوں کی تھی۔ مگر آج ٹینکوں اور توپوں اور لیزر گنوں کی لڑائی ہے۔ اس لیے آج کے دور کی ضرورت کے مطابق ملک کے دفاع کے لیے جو کچھ بھی بن پڑے وہ تیار رکھنا ہوگا۔ کوئی بھی ایسا نہیں کہے گا کہ چونکہ قرآن نے گھوڑوں کا لفظ استعمال کیا ہے تو ہم گھوڑے ہی تیار کریں گے۔

اس کے بعد عبادات کا معاملہ ہے تو کچھ کے نزدیک نبی کریمؐ نے ایک سے زائد طریقہ سے عبادات سرانجام دیں تو پچھلوں کے لیے کوئی بھی ایک طریقہ قابل تقلید ہو گیا۔ بعض کے نزدیک صرف ایک مخصوص طریقہ ہی تھا اس پر فرقہ بندی کا آغاز ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب چونکہ آخری نبی ہیں اس لیے وہ خود بھی تو کسی نہ کسی طریقہ کا اتباع کرتے ہونگے۔ آیئے دیکھتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ البقرہ (2) وَلَن تَرۡضَىٰ عَنكَ الۡيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ قُلۡ إِنَّ هُدَى اللّٰـهِ هُوَ الۡهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ أَهۡوَآءَهُم بَعۡدَ الَّذِي جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰـهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾

اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی اختیار کرلو۔ (ان سے) کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت (یعنی دین اسلام) ہی اصل ہدایت ہے۔ اور (اے پیغمبر) اگر تم اپنے پاس علم (یعنی وحی الہی) کے آجانے پر بھی ان کی خواہشوں پر چلو گے تو تم کو اللہ سے (بچانے والا) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ (120)

یہاں اللہ واضح طور پر کہہ رہے ہیں کہ اصل دین اللہ کی وحی کی پیروی ہے اور نبی کریمؐ کو بھی کہہ دیا

گیا کہ اگر وحی آ جانے کے بعد یعنی قرآن کا واضح پیغام آنے کے بعد بھی تم نے یہود و نصاری کی خواہشات کا اتباع کیا تو پھر تمہیں بھی اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا۔ یعنی اصل اتباع وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کا ہے۔ اور نبیؐ بھی اس میں اپنی مرضی شامل نہیں کر سکتے۔

سورہ البقرہ (2) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٢٨﴾ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾

اے پروردگار، ہم کو اپنا فرمانبردار بنائے رکھیو۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رہیو، اور (پروردگار) ہمیں عبادت کے طریقے بتا اور ہمارے حال پر (رحم کے ساتھ) توجہ فرما۔ بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے (128) اے پروردگار، ان (لوگوں) میں انہیں میں سے ایک پیغمبر مبعوث کیجیو جو ان کو تیری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کرے اور کتاب اور دانائی سکھایا کرے اور ان (کے دلوں) کو پاک صاف کیا کرے۔ بے شک تو غالب اور صاحبِ حکمت ہے (129) اور ابراہیمؑ کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے، بجز اس کے جو نہایت نادان ہو۔ ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرۂ) صلحا میں سے ہوں گے (130)

اصل میں دین کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب آدمؑ زمین پر تشریف لائے۔ اللہ تعالی نے ان سب کو زمین پر اتارا تو ساتھ ہی فرما دیا سورہ البقرہ (2) قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٨﴾

ہم نے فرمایا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو (اس کی پیروی کرنا کہ) جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے (38)

اب مختلف انبیاءؑ پر وحی کے نزول کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مگر دین کے بنیادی احکام ایک ہی رہے۔

وحی میں وقت کے لحاظ سے تبدیلی ہوتی رہی۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔سورہ الشوریٰ (42)
شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾

اسی نے تمہارے لئے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس (کے اختیار کرنے کا) نوحؑ کو حکم دیا تھا اور جس کی (اے محمدؐ) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (وہ یہ) کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں فرقہ نہ ڈالنا۔جس چیز کی طرف تم مشرکوں کو بلاتے ہو وہ ان کو دشوار گزرتی ہے۔اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اسے اپنی طرف راستہ دکھا دیتا ہے (13)

یعنی تمام انبیاءؑ کو ایک ہی دین دے کر بھیجا گیا اور انبیاءؑ کی یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام انسانوں تک پہنچا دیں۔دعائے ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ میں یہ حقیقت بہت وضاحت سے بیان کر دی گئی ہے۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۔یہی دین ہے جو تمام انبیاءؑ کرام کی طرف آتا رہا۔اس میں رسول کا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنا علیحدہ سے کوئی پروگرام ہوتا ہے۔بلکہ اللہ کے تفویض کردہ احکامات کو انسانوں تک پہنچانا ہی رسول کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

سورہ البقرہ (2) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی پیروی کرو تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔بھلا اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھتے ہوں اور نہ سیدھے راستے پر ہوں (تب بھی وہ انہیں کی تقلید کئے جائیں گے) (170)

انسانی ذہن پر سب سے زیادہ ماحول کا اثر ہوتا ہے جس طرح کے ماحول میں بچپن سے پرورش

ہوئی ہو اور وہی عادات و اطوار جوانی اور بڑھاپے تک پہنچ جائیں تو ان کو بدلنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ معاشرہ میں مختلف طرح کے لوگ اپنی زندگی میں ہر طرح کے عقائد رکھتے ہیں کچھ مذہب پر پوری طرح کاربند ہوتے ہیں اور کچھ تھوڑا بہت۔ اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جنہیں مذہب اور مذہبی عقائد سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

وحی الٰہی ہر طرح کا ذہن رکھنے والے انسانوں سے مخاطب ہوتی ہے اور پیغمبر جب لوگوں کو درست عقیدہ بتاتا ہے تو وہ ان لوگوں کے لیے شدید دھچکا ہوتا ہے۔ ایک طرف ایسا عقیدہ جو لوگوں کے باپ دادا سے چلا آ رہا ہے اور ساری عمر لوگ کرتے رہے ہیں مگر دوسری طرف پیغمبر جس کا عقیدہ حق پر مبنی ہوتا ہے۔ اور وہ وحی کا نظریہ پیش کرتا ہے تو بہت کم لوگ ہی اس نظریے کو قبول کرتے ہیں اور اکثریت اس کا انکار کر کے خدائی پروگرام کی مزاحمت شروع کر دیتی ہے۔ اب پیغمبر کا کوئی ذاتی عقیدہ تو ہوتا نہیں وہ تو یہی کہتا ہے کہ "ماانزل اللہ" کی پیروی کرو۔ اور اس "ماانزل اللہ" پر عمل کے نتیجے میں باطل کا سارا مذہب اور نظام اور سب فرقہ پرستانہ عقائد زمین بوس ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی مذہبی پیشوائیت کی چودھراہٹ، گدیاں، آستانے اور استحصال کا سارا نظام دھڑام سے زمین پر آ گرتا ہے۔ اس نظام کو بچانے کے لیے مذہبی پیشوائیت ایڑھی چوٹی کا زور لگاتی ہے اور عوام اپنی لاعلمی، جہالت اور انہی لوگوں کی پیش کردہ دیدہ زیب داستانوں میں محو ان کا ساتھ دیتی ہے۔ تقریباً ہر نبیؑ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آتا ہے۔

سورہ النساء (4) وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّـهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَاتَّخَذَ اللَّـهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٢٥﴾ وَلِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّـهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿١٢٦﴾

اور اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکوکار بھی ہے۔ اور ابراہیمؑ کے دین کا پیرو ہے جو یکسو (مسلمان) تھے اور اللہ نے ابراہیمؑ کو اپنا دوست بنایا تھا (125) اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے (126)

آیت 126 ظاہر کر رہی ہے کہ جب زمین و آسمان میں سب کچھ اللہ ہی کی ملکیت ہے تو پھر دین بھی اسی کا ہی ہے۔ جس کے مطابق انسان کو چلنا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی اور دین تو اچھا ہو نہیں سکتا کہ جو شخص اللہ کے آگے اپنے آپ کو سرنڈر کر دے اور پھر نیکی بھلائی کرنے والا ہو۔ اور جو احکام شریعت اللہ نے بڑی وضاحت سے ابراہیمؑ کو دیئے ان پر عمل پیرا ہو۔ اور خود ابراہیمؑ بھی ہر طرف سے بے رُخ ہو کر صرف اللہ کے لیے ہی یکسو تھے۔ اسی لیے اللہ نے آپ کو دوست بنا لیا۔

ابراہیمؑ نے اسمعیلؑ اور ان کی والدہ کو مکہ میں بسایا تھا اور پھر ان دونوں نے بیت اللہ کی بنیاد رکھی اور دعا کی کہ اے اللہ ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا۔ اس پر اللہ نے انہیں حج اور دیگر عبادات کے متعلق شرعی احکام دیئے۔ اور ہمیں بھی یہی حکم دیا کہ ان کے طریقے کی پیروی کرو۔ یہ احکام اور طریقے بہر طور اللہ ہی کے عطا کردہ ہیں۔ لیکن یہاں سے جن احکام کا آغاز ہو رہا ہے اس واسطے سے اس کو ابراہیمؑ کے نام سے منسوب کر دیا گیا۔ جیسے دینِ ابراہیمیؑ اور اسوۂ ابراہیمیؑ اور سنت ابراہیمیؑ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی کے بارے میں اللہ نے فرمایا۔

سورہ البقرہ (2) وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾

اور ابراہیمؑ کے دین سے کون روگردانی کر سکتا ہے، بجز اس کے جو نہایت نادان ہو۔ ہم نے ان کو دنیا میں بھی منتخب کیا تھا اور آخرت میں بھی وہ (زمرۂ) صلحا میں سے ہوں گے (130) جب کبھی بھی انہیں ان کے رب نے کہا، فرمانبردار ہو جا، انہوں نے کہا، میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی (131)

اور ابراہیمؑ کو یہ مقام دینے کی وجہ بھی اللہ نے بیان کر دی۔ سورہ البقرہ (2) وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ ﴿١٢٤﴾

اور جب پروردگار نے چند باتوں میں ابراہیمؑ کی آزمائش کی۔ تو ان میں پورے اترے۔ اللہ نے

کہا کہ میں تم کولوگوں کا پیشوا بناؤں گا۔ انہوں نے کہا کہ (پروردگار) میری اولاد میں سے بھی (پیشوابنائیو)۔اللہ نے فرمایا کہ ہمارا عہد ظالموں کے لیے نہیں ہوگا۔(124)

اللہ تعالی نے ابراہیمؑ کوامام بنایا تو آپ نے دعا مانگی کہ یہ سلسلہ آپ کی اولاد میں بھی جاری رہنا چاہیے جس پر اللہ نے فرمایا کہ ضرور۔مگر صرف نیک اور پرہیز گار ہی اس کے اہل ہونگے اور جو دین پر عمل نہیں کریں گے بلکہ اس کی راہ میں رکاوٹ بن جائیں گے وہ اس عہد سے محروم رہیں گے۔اور نبیؐ کے زمانے کے یہود ونصاری کو بھی یہی بات واضح کر کے بتادی گئی۔

سورہ البقرہ (2) وَقَالُوْا كُونُوْا هُودًا أَوْ نَصَارٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٣٥﴾

اور(یہودی اورعیسائی) کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو سیدھے راستے پر لگ جاؤ۔(اے پیغمبران سے) کہہ دو، (نہیں) بلکہ (ہم) دینِ ابراہیمیؑ (اختیار کئے ہوئے ہیں) جو ایک اللہ کے ہورہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے(135)

اس وقت کے یہود ونصاری نے اپنے اپنے الہ تراش رکھے تھے اسی لیے ان کو واضح کر دیا گیا کہ ہدایت صرف ابراہیمؑ کے دین پر چلنے میں ہی ممکن ہے جو کہ مشرک نہیں تھے۔ یہاں نبیؐ کی زبان سے یہ ہرگز نہیں کہلوایا گیا کہ میرا طریقہ ہی ہدایت کا ہے۔اور میری سنت پر چلنے میں ہی نجات ہے۔ کیونکہ نبی کریمؐ اللہ کی طرف سے اسی دین کی تکمیل کے لیے آئے تھے جس کا آغاز ابراہیمؑ سے ہوا تھا۔اور دوسری طرف ابراہیمؑ کی عظیم جدوجہد اوران کی قربانی کی عظمت کا خدائی اعتراف تھا کہ اسی دین کو ملتِ ابراہیمؑ کہہ کر پکارا گیا۔ یہاں پھر واضح ہو جائے کہ دین اصل میں ان احکام وقوانین کا مجموعہ ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے انسانوں کی راہنمائی کے لیے بطور وحی نازل ہوا۔ اورانبیاءؑ کا فریضہ اس پیغام کولوگوں تک پہنچانا ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے اگراس سارے طریقے کوانبیاءؑ کی طرف منسوب کیا تو ہرگز مطلب نہیں کہ ان انبیاءؑ کا کوئی طریقہ خدائی پروگرام سے ہٹ کر ہے۔

کسی بھی نبیؐ کی سنت، سنت ابراہیمیؑ ہو یا سنت محمدیؐ۔ وہ اصل میں اللہ کے احکام پر ہی عمل ہے۔

اورسنت میں دنیاوی امور سے متعلقہ ان انبیاءؑ کے افعال شامل نہیں ہوتے۔مثلاً کسی نبیؑ نے ذاتی ضرورت کے لیے کوئی چیز کھائی یا کسی چیز سے علاج کیا یا مختلف چیزیں استعمال کیں۔کوئی خریداری کی یا کاروبار کیا تو یہ سب مادی وسائل کا استعمال ہے جس کو ہر مذہب ونسل کا فرد اپنی احتیاج کے لحاظ سے استعمال کرسکتا ہے۔اللہ فرماتے ہیں

سورہ آلِ عمران (3) مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَٰكِن كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٦٧﴾ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٦٨﴾

ابراہیمؑ نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بےتعلق ہوکر ایک (اللہ) کے ہو رہے تھے اور اسی کے فرمانبردار تھے اور مشرکوں میں نہ تھے (67) ابراہیمؑ سے قرب رکھنے والے تو وہ لوگ ہیں جو ان کی پیروی کرتے ہیں اور یہ نبی (محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب)۔اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں۔اور اللہ مومنوں کا کارساز ہے (68)

ہم تو ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں قرب خداوندی۔مگر اس آیت میں اللہ نے قربِ ابراہیمؑ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور سب ایمان والے بشمول نبی کریمؐ، جو بھی ابراہیمؑ کے طریقے پر چلتا رہا تو وہ ابراہیمؑ کے قریب ہوگا۔اور پھر نبیؐ کی زبان سے بھی کہلوادیا۔

سورہ انعام (6) قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾

کہہ دو کہ مجھے میرے پروردگار نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے (یعنی دین صحیح) مذہب ابراہیمؑ کا۔جو ایک (اللہ) ہی کی طرف کے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (161)

یعنی اس آیت سے واضح ہے کہ دین کے بنیادی احکام ہی ہیں جو ابراہیمؑ کو دیئے گئے اور یہ سلسلہ تمام انبیاءؑ سے ہوتا ہوا آخری نبیؐ پر آ پہنچا۔اب ان کی زبان سے اللہ نے کہلوادیا کہ یہی دین ہے اور اس پر عمل صراط مستقیم ہے۔جس کی بنیادی تعلیم ابراہیمؑ کو دی گئی اور میں بھی انہی کے راستے پر چلنے والا ہوں۔بلکہ نبیؐ کو واضح حکم دے دیا گیا کہ۔

سورہ النحل(16)إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّـهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٠﴾ شَاكِرًا لِّأَنْعُمِهِ ۚ اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٢٢﴾ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢٣﴾

بے شک ابراہیمؑ (لوگوں کے) امام اور اللہ کے فرمانبردار تھے۔ جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (120) اس کی نعمتوں کے شکر گزار تھے۔ اللہ نے ان کو برگزیدہ کیا تھا اور (اپنی) سیدھی راہ پر چلایا تھا (121) اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبی دی تھی۔ اور وہ آخرت میں بھی نیک لوگوں میں ہوں گے (122) پھر ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی کہ دینِ ابراہیمؑ کی پیروی اختیار کرو جو ایک طرف کے ہو رہے تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے (123)

دین کا منبع و مآخذ صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اللہ کی ذات۔ یعنی قرآن۔ (جاوید احمد غامدی صاحب کی فکر کی بنیادی غلطی یہی ہے کہ وہ دین کا تنہا ماخذ نبیؐ کی ذات کو مانتے ہیں۔)

اور دین وحی یا کتاب کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔ اب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا نبیؐ کو کہ ملتِ ابراہیمیؑ کی پیروی یا اتباع کرو۔ تو آخری نبیؐ (محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب) بھی اسی دین کے پابند ہو گئے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا آخری نبیؐ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ وہ تو سلسلۂ وحی کا ایک تسلسل تھا جس کا اختتام کرنے آئے تھے۔ اس لیے جب اللہ نے نبی کریمؐ کو حکم دیا کہ شریعتِ ابراہیمیؑ کا اتباع کرو تو خود بخود وہ حکم ہم پر بھی لاگو ہو گیا۔ اب ہم بھی یہی کہیں گے کہ ہم شریعتِ ابراہیمیؑ یا دینِ ابراہیمیؑ پر عمل پیرا ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دینِ ابراہیمیؑ کا مآخذ کیا ہے تو اس کا آسان اور حتمی جواب یہی ہے کہ قرآن کریم۔

سورہ انعام(50)قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّـهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ (یہ کہ) میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھے (اللہ کی

طرف سے)وحی کیا جا تا ہے۔ کہہ دو کہ بھلا اندھا اور آنکھ والے برابر ہو تے ہیں؟ تو پھر تم غور کیوں نہیں کر تے (50)

یہاں نبیؐ نے اپنا اختیار واضح کر دیا ہے کہ وہ کوئی مافوق الفطرت ہستی نہیں ہیں بلکہ وہ خود بھی اس وحی پر عمل پیرا ہیں جو ان پر اللہ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے۔اس لیے اتباع رسول سے مراد ہو گی اتباع وحی ۔جب رسول خود کسی اور چیز کا اتباع کر رہا ہے تو پھر اس کی اپنی ذات درمیان سے ساکن ہو جاتی ہے۔ظاہر ہے نبیؐ اپنی ذات یا شخصیت کی اتباع تو نہیں کر وا رہا۔ بلکہ وہ تو خدائی پیغام پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

سورہ الحاقہ (69)وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿٤٧﴾

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے (44) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے (45) پھر ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے (46) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (47)

سورہ اعراف (7) المص ﴿١﴾ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٢﴾ اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣﴾

المص (1) (اے محمدؐ) یہ کتاب (جو) تم پر نازل ہوئی ہے۔اس سے تمہیں تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے۔(یہ نازل) اس لیے (ہوئی ہے) کہ تم اس کے ذریعے سے (لوگوں) کو ڈرسناؤ اور (یہ) ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے (2) (لوگو!) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور اولیاء کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو(3)

ان آیات میں اللہ تعالی ایمان والوں کو حکم دے رہے ہیں کہ تم لوگ صرف اس چیز کا اتباع کرو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے ہاں سے نازل ہوئی ہے۔اس کے علاوہ اور اولیاء کا اتباع نہ

کرو۔ ظاہر ہے محمدؐ کے مخاطب اہل کتاب یہود و نصاری اور مشرکین مکہ تھے اور بہت سی مذہبی رسومات ان کے ہاں چلی آ رہی تھیں۔ جب آپؐ نے اپنی دعوت دی تو ان لوگوں کے ساتھ بحث و مباحثہ بھی ہوتا۔جس میں دیگر لوگ اپنی پرانی تحریف شدہ شریعت سے دلائل لاتے۔جس پر اللہ تعالی نے نبیؐ کو واضح طور پر خبردار کر دیا کہ صرف "ما انزل اللہ" پر ہی رہنا ہے۔جیسا کہ اللہ نے فرمایا۔

سورہ المائدہ(5)وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰـهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ م بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰـهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللّٰـهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ﴿٤٩﴾

اور (ہم پھر تاکید کرتے ہیں کہ) جو (حکم) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل فرمایا ہے یہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں (49)

یعنی دیگر کتابیں اور دیگر انبیاء کے جو حوالہ جات دوسرے لوگ پیش کرتے۔ ان کا جواب صرف قرآن کے ذریعے ہی دیا جانا ہے۔کوئی لاکھ کہتا رہے کہ ہمارے پیغمبر نے ایسا فرمایا ہے یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہے۔تو اس کی قطعیت بہرطور وحی الہی کے ذریعے ہی ہوگی۔ آج بعینہ ہماری کیفیت یہی ہے کہ قرآن صرف ثواب کے لیے رہ گیا اور ہر طرح کے معاملات کے فیصلے کتب روایات اور مختلف مسالک کی فقہ کے اوپر چھوڑ دیئے گئے۔ اور قرآن کریم کو پس پشت ڈالنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام صرف رسومات کا مذہب بن کر رہ گیا اور ان رسومات میں ہر آنے والے سال نت نئی ایجادات ہوتی رہتی ہیں اور ان کی دلیل ہر فرقے کی ذاتی کتب ہیں۔

سورہ اعراف(7) وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَـٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٦﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ أُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٥٧﴾

اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی لکھ دے اور آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔فرمایا کہ جو میرا عذاب ہے اسے جس پر چاہتا ہوں نازل کرتا ہوں اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں (156) وہ جو (محمدؐ) رسول اللہ کی جو نبی اُمی ہیں پیروی کرتے ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں۔ اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں اور ان پر سے بوجھ اور طوق جو ان (کے سر) پر (اور گلے میں) تھے اتارتے ہیں۔ تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی۔ اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی۔ وہی مراد پانے والے ہیں (157)

اللہ تعالی نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ جو نبیؐ کی پیروی کرے گا اصل میں اللہ کی کتاب کی پیروی کرے گا۔ آخری ٹکڑے نے بات نکھار دی کہ فلاح پانے والے وہی ہیں جو وحی کی پیروی کرتے ہیں۔ نبیؐ کا اپنا کوئی ایجنڈا نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ صرف خدائی پروگرام کی تکمیل کے لیے آتا ہے اور ایک وسیلہ ہوتا ہے اللہ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کا۔ جس پر وہ خود بھی کاربند ہوتا ہے اور لوگوں تک بھی وہی کچھ پہنچاتا ہے۔ چونکہ آخرت کا حساب کتاب اسی وحی کے مطابق ہونا ہے نہ کہ صرف نبیؐ سے محبت یا اس کا امتی ہونے کے دعوٰی پر۔

سورہ اعراف (7) وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَآ أَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى إِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

اور جب تم ان کے پاس (کچھ دنوں تک) کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے (اپنی طرف سے) کیوں نہیں بنالی ۔ کہہ دو کہ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پروردگار کی طرف سے میرے پاس آتا ہے ۔ یہ قرآن تمہارے پروردگار کی جانب سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے(203)

بات ہورہی ہے وحی کے درمیانی وقفہ کی ۔ جب کہ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ وحی نبیؐ کی خواہش کے تحت نہیں آیا کرتی ۔ وحی صرف اور صرف اللہ کا پروگرام ہوتا ہے اور اللہ کی ذات ہی کو معلوم ہوتا ہے کہ کیا چیز وحی کرنی ہے اور کب کرنی ہے ۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ سے اس وقت کے لوگوں اور بعد میں آنے والوں کے لیے یہ معاملہ حل کر دیا کہ وحی الٰہی میں کوئی چیز بھی نبیؐ کی مرضی کی نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ ساتھ نبیؐ کوئی علیحدہ سے اپنی کتابیں نہیں لکھواتا ۔ جیسا کہ ہمارے ہاں نظریات ہیں کہ نبیؐ نے قرآن بھی دیا اور اس کے ساتھ مثلہ معه بھی ۔ یعنی احادیث ۔

اب اللہ تعالیٰ نے نبیؐ کی زبانی کہلوا دیا کہ یہی قرآن ہے جو بصیرت افروز ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ۔ اس کے ہم پلہ کوئی بھی چیز ہو نہیں سکتی ۔

سورہ انعام (6) وَهٰذَا كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور (اے کفر کرنے والوں) یہ کتاب بھی ہم نے اتاری ہے برکت والی ۔ تو اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تا کہ تم پر مہربانی کی جائے (155)

اس سے پہلے موسیٰؑ کو جو کتاب دی گئی اس کی یہ خصوصیت بیان کی کہ اس میں احکام واضح تھے اور ہدایت ورحمت کا مرقع تھی ۔ بالکل اسی کی ترتیب میں کہا گیا کہ تمہاری طرف بھی کتاب اتار دی گئی ہے تا کہ اس کی پیروی کرو ۔ اور یہ اس لیے اتاری کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلی امتوں کو کتاب دی گئی اور ہم اس سے محروم رکھے گئے یا ایسا نہ کہتے کہ اگر ہماری طرف کتاب اتاری جاتی تو ہم کہیں زیادہ ہدایت والی راہ پر ہوتے ۔ اس لیے تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل کے ساتھ اور ہدایت لے کر یہ کتاب آ گئی ہے ۔

ان آیات سے واضح ہے کہ اگر کتاب نہ آتی تو پھر صرف رسول بھیجنے کا کوئی مقصد نہ ہوتا ۔ نبیؐ وحی کی

تعلیم حاصل کرتے ،صحابہؓ کوتعلیم دیتے ، یاد کرواتے اور پھراس کولکھوانے کا اہتمام کرتے ۔ یہ ذمہ داری کفار کی مخالفت، دشمنی ، ایذاؤں پر مستزاد ہے۔اوراس سب کے ساتھ غزوات میں شمولیت ہےتو کیاایسی ذمہ داریوں میں اتناوقت تھا کہ آپؐ علیحدہ سے کتابیں لکھواتے۔اور پھران اقوال کی تعدادلاکھوں میں پہنچ جائے۔

سورہ یونس (10)وَإِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰـذَآ أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا یَکُونُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا یُوحٰی إِلَيَّ إِنِّيْ أَخَافُ إِنْ عَصَیْتُ رَبِّيْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿١٥﴾

اور جب ان کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی امید نہیں وہ کہتے ہیں کہ (یاتو)اس کے سوا کوئی اور قرآن (بنا) لاؤ یااس کو بدل دو۔ کہہ دو کہ مجھ کواختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی حکم کا تابع ہوں جو میری طرف آتا ہے۔اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے (سخت) دن کے عذاب سے خوف آتا ہے(15)

اس سے بڑھ کراور وضاحت کونسی ہوسکتی ہے کہ نبیؐ خود بھی اس وحی کا پابند ہوتا ہےاور دوسرا یہ کہ نبیؐ بھی حساب کتاب کے مرحلے سے گزرے گا۔اور جوخود حساب کتاب سے گزرنے والا ہو وہ اور لوگوں کی کس طرح سے شفاعت کرسکتا۔ جوخود عذاب سے ڈرنے والا ہو۔کیا وہ اپنی مرضی سے وحی میں کوئی تبدیلی کرسکتا ہے۔ نبیؐ صرف اور صرف وحی کا اتباع کرتا ہے اور یہی ہر مسلمان کا فریضہ ہونا چاہیے کہ وہ دین کی تعلیم سیکھنے کے لیے سب سے پہلے وحی کا علم حاصل کرے۔ وحی سے ہٹ کر بہت سے مسالک ہیں اور بہت سے نظریات ہیں۔ وحی کے ذریعے ان سب نظریات میں فرق کیا جاسکتا ہے کہ آیا کوئی بھی بات یا عقیدہ درست ہے یا نہیں۔

وحی میں نبیؐ کے اختیار بارے اللہ تعالی نے واضح طور پر ارشاد فرمادیا۔

سورہ الحاقہ (69)وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِیْلِ ﴿٤٤﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ﴿٤٥﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ﴿٤٦﴾ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِیْنَ ﴿٤٧﴾

اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنالاتے (44) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے (45) پھر

ان کی رگ گردن کاٹ ڈالتے (46) پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس سے روکنے والا نہ ہوتا (47)

اس آیت نے بہت وضاحت سے بیان کر دیا کہ دنیا کارگہ عمل ہے اور اس کے نتائج بارے کسی بھی شخص کو چاہے نبیؑ بھی کیوں نہ ہو۔تبدیلی کا اختیار نہیں۔ نہ کسی قسم کی سفارش اور شفاعت کارگر ہوگی۔ کیونکہ ایسا عدل وانصاف کے منافی ہے۔ اگر ہر شخص کو اچھی طرح علم ہو کہ اس کے اعمال کا حساب ہونا ہے اور کسی قسم کی سفارش یا شفاعت کام نہیں آنی تو ہر شخص آخرت سے خوف کھائے گا۔مگر ہم مسلمانوں کو شفاعت کے عقیدے نے بے عمل اور بدعنوان بنا کر رکھ دیا۔

سورہ مومنون (23) وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ أَهْوَاءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيهِنَّ ۚ بَلْ أَتَيْنَاهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُعْرِضُونَ ﴿٧١﴾

اور خدائے (برحق) ان کی خواہشوں پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔ بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت (کی کتاب) پہنچا دی ہے اور وہ اپنی (کتاب) نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں (71)

حق کبھی بھی انسانی خواہشات پر نہیں چل سکتا۔ انسانی عقل محدود سوچ کی مالک ہے اور گمراہی کا خدشہ بدرجہ اتم موجود رہتا ہے۔ اس لیے ہدایت کا واحد سرچشمہ ذات الٰہی ہے اور اس کی عطا کردہ وحی ہے جو کہ قرآن میں محفوظ ہے۔ جب تک مسلمان صرف قرآن کے پیروکار تھے تو حکومت، خلافت، دولت وشکوت کے مالک تھے مگر جب قرآن کا راستہ ان سے گم ہوا تو وہ ساری کی ساری سلطنتیں ان سے چھن گئیں۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ قرآن کی جگہ دیگر چیزیں آ گئیں جیسے فقہ، روایات، تصوف، مزارات، دربار، عرس، میلاد، محفل، نعت، درود، بزرگ ہستیوں کی پرستش۔ امت یہ سارے اعمال ذوق وشوق سے سرانجام دے رہی ہے مگر کوئی رک کر نہیں سوچ رہا کہ ان اعمال کی سند کیا ہے۔ کیا نبیؐ یا صحابہ کبارؓ نے یہ اعمال کئے۔ یہ سارے اعمال لوگوں نے اپنی خواہشات کے مطابق ترتیب دیئے ہیں۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اگر حق ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرے تو زمین وآسمان میں فساد پیدا ہو جائے۔ اسی لیے یہ کتاب نصیحت کے لیے آئی

ہے۔ہمیں چاہیے کہ اپنے تمام عقائد اسی کے مطابق رکھیں۔اور اپنے تمام اعمال اس کے احکام کی روشنی میں انجام دیں تاکہ روزمحشر ہمارا حساب کتاب آسان ہو۔اور ہماری دنیا کی زندگی بھی احسن ہو۔

سورہ القصص (28) قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِن لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾

کہہ دو کہ اگر سچے ہوتو تم اللہ کے پاس سے کوئی کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔تاکہ میں بھی اسی کی پیروی کروں (49) پھر اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ صرف اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔بیشک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (50)

قوم جو بھی اعمال کر رہی ہوتی ہے اس کے بارے میں اس کا یہی گمان ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی رضا سے ہی ایسا راستہ اختیار کیئے ہوئے ہے۔اب جب نبیؐ نے ان کے سامنے حق یعنی اصل وحی کی تعلیم پیش کی تو کہنے لگے کہ اگر تم نبی ہوتو ویسی ہی نشانیاں لے کر آؤ جیسی موسیٰؑ پر آئی تھیں۔حالانکہ ان نشانیوں کا بھی یہ انکار کر چکے تھے۔اب اللہ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ اگر تم سچے ہوتو ان دونوں کتابوں (توریت وقرآن) سے بھی زیادہ ہدایت والی کتاب اللہ کے ہاں سے لے آؤ تو میں بھی اسی کی ہی پیروی کروں گا۔اب یہ اگر لاجواب ہوجائیں تو سمجھ لو کہ یہ صرف اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔یہاں اللہ نے بڑے واضح انداز میں بیان کر دیا کہ اللہ کی ہدایت کے بغیر جو اپنی خواہشات کی پیروی کرے گا تو اس سے بڑھ کر اور گمراہ کون ہوگا۔

ہدایت صرف وہی تسلیم کی جاسکتی ہے جس کو قرآن کی سند حاصل ہو۔آج مسلمانوں کے بہت سے عقائد قرآنی تعلیمات سے دور اور کئی تو قرآنی تعلیمات کے بالکل الٹ چل رہے ہیں اور بعض عقائد کے پیچھے بزرگ ہستیوں کی کہانیاں ہیں جن کی بنیاد پر بہت سے فرقوں کا وجود ہے۔قرآن تو

شخصیت پرستی کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔اس لیے اگر خالص قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہوا جائے تو فرقہ بندی خود بخود ہی ختم ہو جاتی ہے۔

اس لیے ہمیں اپنے اعمال کا جائزہ لینا ہوگا کہ کہیں صرف ذاتی خواہشات کی تکمیل تو نہیں ہو رہی اور کہیں ہم خوش فہمی کا شکار تو نہیں ہو رہے۔اور اس کا واحد ذریعہ قرآن کریم ہی ہے۔

سورہ احزاب (33) يَآ أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰـهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۲﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰـهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰـهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾

اے پیغمبر اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (1) اور جو (کتاب) تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اُسی کی پیروی کئے جانا۔ بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے (2) اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (3)

نبیؐ کو اللہ تعالی کی طرف سے حکم تھا کہ صرف اسی کتاب کی پیروی کرنی ہے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہیں ماننا۔آج بھی یہی کیفیت ہے کہ ہر طرح کے اعمال اللہ اور اس کے رسول کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔مگر اس کی سند یا تو سینہ بسینہ چلی آئی کہانیاں ہیں اور یا اغیار کی سازشوں کا جال روایات وفقہ۔

ہمارے ہاں علماء نے بڑا آسان طریقہ ڈھونڈا ہے کہ کسی نہ کسی عمل کو مقدس ہستیوں کی جانب منسوب کر دو۔اور پھر عوام بغیر سوچے سمجھے ان پر عمل پیرا ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں کسی کو سوچنے کی توفیق نہیں ہے کہ جو قرآن نبیؐ پر 23 سال کے عرصہ میں نازل ہوا اور صرف ساڑھے چھ ہزار آیات پر مشتمل ہے۔تو اسی نبیؐ سے دس دس بارہ بارہ لاکھ اقوال کیسے منسوب ہو گئے اور کیسے صفحہ قرطاس پر منتقل ہو گئے۔ان میں صحیح اور غلط کا معیار کیا ہے اور جو کانٹ چھانٹ کر علیحدہ کیے گئے وہ کہاں گئے۔اب اگر ان سوالوں کا جواب صرف کفر کا فتوی ہے تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ سوچ اور شعور پر پابندی ہے۔یعنی جو کچھ تاریخ میں لکھا جا چکا اور نسل در نسل عمل میں آ رہا ہے اسے درست ماننا ہی

لازم ہے۔

مگر قرآن کریم جگہ جگہ سوچنے، غور کرنے، تدبر اور تفکر کا حکم دے رہا ہے۔ اور یہ غور وفکر صرف خارجی کائنات میں ہی نہیں بلکہ قرآن کریم کے اپنے اندر بھی ضروری ہے۔ اب یہاں ایک نئی سازش نظر آتی ہے کہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ قرآن کریم کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور یہ کہ صرف قرآن پڑھنا ہی کافی ہے چاہے سمجھ آئے یا نہ آئے۔ اور اس کے علاوہ یہ عقیدہ بھی وضع کیا گیا کہ اس کو پڑھ کر مردوں کو ایصال ثواب کیا جا سکتا ہے۔ یہ سارے تصورات غیر قرآنی ہیں اور ان کا منبع خارج از قرآن ہے۔ جسے آپ روایات کہہ لیں۔ تاریخ کہہ دیں، فقہ کا نام دیں یا مسلکی عقائد کا نام دے لیں۔

قرآن نے بڑا واضح حکم دیا کہ کافروں اور منافقوں کا کہا نہیں ماننا۔ بلکہ قرآن کی پیروی کرنی ہے۔ اب قرآن کی بالواسطہ حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے اور قرآن سے باہر جو کچھ بھی منسوب ہے اس کی کوئی گارنٹی نہیں کہ وہ کسی نے درست لکھا یا کوئی دشمن بھی اس کام میں شامل ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا کہ اسی پر بھروسہ کرو۔ وہ کافی ہے اور وحی کی پیروی کرو۔

سورہ احقاف (46) قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾

کہہ دو کہ میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آیا۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا (کیا جائے گا) میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو اعلانیہ آگاہ کرنا ہے (9)

اس آیت نے بہت سے عقائد کی اصلاح کر دی۔ یعنی نبیؐ سے خود کہلوایا جا رہا ہے کہ وہ غیب کے بارے میں نہیں جانتے۔ یعنی وہ صرف وحی کے تابع ہیں اور صرف وحی پر چلنے کے پابند کر دیئے گئے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی کسی بھی قسم کی سفارش اور شفاعت کے عقیدے کی بھی رد ہوتی ہے۔ جب نبیؐ خود کہہ رہے ہیں کہ میں صرف آگاہ کرنے والا ہوں تو امت کا کیا عمل ہوتا ہے یا امت کا کیا رزلٹ آتا ہے اس سے نبیؐ بالکل مبرا ہیں کیونکہ نبیؐ صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور

جو وحی پر عمل نہیں کرتا اس کے بارے میں نبیؐ سے کہہ دیا گیا کہ **لست علیھم بمصیطر**۔ یعنی نہ آپ نگران ہیں اور نہ ہی دار وغہ کہ لوگوں کو زبردستی حق پر چلائیں۔ مگر ہمارے ہاں کا عقیدہ ہی غلط ہے کہ نبیؐ نے اپنی امت کو بخشوا کے ہی دم لینا ہے اور نبیؐ کو امت کا بڑا درد ہے۔ جب کہ نبیؐ فرما رہے ہیں کہ مجھے نہیں علم کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے اور تمہارے ساتھ کیا۔ اس چیز کو ایک دوسری جگہ یہ کہا گیا کہ میں بھی ایک بڑے دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔ جو نبی خود حساب کتاب کا خوف رکھتا ہو۔ وہ کسی اور کو کیسے بخشوا لے گا۔

<u>تتمہ۔</u> مذکورہ بالا تمام آیات سے واضح ہو گیا کہ جب نبی کریمؐ بھی صرف اور صرف وحی پر عمل کے پابند بنائے گئے تو یہ ساری امت پر لاگو ہو جاتا ہے کہ ساری کی ساری انسانیت وحی پر چلنے کی پابند ہے۔ اب درمیان میں جو چیزیں آتی ہیں یعنی اقوال رسول، اور سنت رسول۔ تو اس میں بڑی واضح چیز دیکھنی چاہیے کہ اگر تو کوئی عمل اور قول قرآن کے مطابق ہے تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیے اور اسے اپنانا چاہئے اور اگر کوئی عمل اور قول قرآن کی ضد ہے یا عقل سلیم اور فطرت سلیم کے خلاف ہے تو اسے قول رسول یا سنت رسول اور عمل رسول تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم نے بے شمار آیات دیکھی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ قرآن کریم پر عمل پیرا تھے اور اسی کا اتباع کرتے تھے۔ اس لیے آپؐ کا کوئی بھی قول، فعل اور عمل قرآن کریم کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کسی بھی قول کو قرآن پر پرکھا جائے گا اور اگر وہ قرآنی تعلیمات کے خلاف ہو گا تو اسے رد کر دیا جائے گا۔

باب ہشتم

اطاعت رسول

سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ اطاعت اور اتباع میں کیا فرق ہے۔

اطاعت فکری ہم آہنگی کو کہتے ہیں یعنی فکری طور پر کسی بات سے اتفاق کرنا اور اسے تسلیم کرنا اطاعت ہے۔ جبکہ اتباع پیچھے پیچھے چلنے یعنی عملی قدم اٹھانے کو کہتے ہیں۔ ہم جب بھی کوئی بات سنتے ہیں اگر وہ اچھی لگے تو اسے مان لیتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ بس بات ماننا اطاعت ہے اور اس پر عمل کرنا اتباع ہے۔ یعنی پہلے اطاعت کی جاتی ہے پھر اتباع کیا جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ کہنے والے کی بات سے متفق نہیں ہوتے۔ اس کی بات پر عمل کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ رب العلمین فرماتے ہیں۔

سورہ ال عمران (3) قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا (32)

پس اطیعوالرسول (یعنی رسول کی بات ماننا) اطاعت رسول ہے۔ اور رسول جو چیز پیش کرتا ہے اس پر عمل کرنا اتباع رسول ہے۔

سورہ اعراف (7) اِتَّبِعُوْا مَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ أَوْلِيَآءَ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾

(لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور اولیاء کی پیروی نہ کرو (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو (3)

سورہ قمر (54) کی اس آیت سے اتباع کا معنی پیچھے پیچھے چلنا یا عمل کرنا بالکل واضح ہے۔ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا أَهْوَآءَهُمْ ۚ وَكُلُّ أَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ﴿٣﴾

اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور ہر کام کا وقت مقرر ہے (3)

خواہشات کے اتباع سے مراد ہر خواہش کے پیچھے چلنا یعنی عملی طور پر خواہشات پوری کرنا ہے۔

پس اطاعت سے مراد نبیؐ یا رسول کی پیش کردہ وحی کو ماننا اور اتباع سے مراد اس وحی پر عمل کرنا ہے۔ اتباع سے متعلق ہم تفصیل سے قرآن کریم کی آیات کا جائزہ لے چکے ہیں۔اب ہم اطاعت کے بارے میں کچھ مقامات کا جائزہ لیں گے۔

سورہ آل عمران (3)قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰـهَ فَاتَّبِعُوْنِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰـهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللّٰـهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ قُلْ أَطِيعُوْا اللّٰـهَ وَالرَّسُوْلَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰـهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (31) کہہ دو کہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا (32)

بالکل ایک ہی ساتھ اتباع اور اطاعت دونوں الفاظ استعمال کر کے یہ واضح کر دیا کہ اصل حکم اللہ کی وحی کے اتباع کا دیا جا رہا ہے۔آیات کے الفاظ دلالت کرتے ہیں کہ حکم جس کی اطاعت کرنی ہے وہ صرف اللہ کا ہے۔وہی واحد یکتا الہ ہے۔اور نبیؐ بھی اسی کی ہی تعلیم دے رہا ہے۔یعنی نبیؐ کا کام بھی لوگوں کو اللہ سے جوڑنا ہے۔ان کو اللہ کی راہ دکھانا ہے۔اس لیے منجملہ یہ کہا گیا کہ جس نے نبیؐ کی بات مان لی تو ظاہر ہے اللہ کی بات مان لی۔یہاں یہ بات ہرگز نہیں کہی جا رہی کہ اگر وہ منہ پھیر لیں تو "رسول" کافروں کو دوست نہیں رکھے گا۔کیونکہ دین تو سراسر پروگرام ہی اللہ کا ہے اور نبیؐ اس پروگرام کو انسانوں تک پہنچانے کا پابند ہے۔نبیؐ اپنی ذات یا ذاتی مفاد کا کبھی بھی ذکر نہیں کرے گا۔

سورہ آل عمران (3)يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا لَا تَأْكُلُوْا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَّاتَّقُوْا اللّٰـهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾وَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوْا اللّٰـهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾

اے ایمان والو! دگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو تا کہ نجات حاصل کرو (130) اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے (131) اور اللہ اور اس کے رسول کی

اطاعت کروتا کہ تم پر رحمت کی جائے (132)

اوپر اللہ ایک حکم دے رہا ہے اور حکم عدولی کا نتیجہ بھی بتا رہا ہے پھر فرما رہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروتا کہ تم پر رحمت کی جائے۔تو مقصد یہاں واضح ہے کہ سود کے بارے میں اللہ کا حکم مان لیا جائے تو رحمت حاصل ہو جائے گی۔

سورہ النساء (4) تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ۚ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُدْخِلْہُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۚ وَذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْہَا وَلَہٗ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۱۴﴾

(یہ تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں۔اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرمانبرداری کرے گا اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔اور یہ بڑی کامیابی ہے (13) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی حدوں سے نکل جائے گا اس کو اللہ دوزخ میں ڈالے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔اور اس کو ذلت کا عذاب ہوگا (14)

تِلْکَ حُدُوْدُ اللہ سے مراد آیت نمبر 12 میں وراثت کے احکام ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد کہا گیا کہ یہ حدود ہیں اور جس نے ان پر عمل کیا تو وہ جنتی ہوگا اور جس نے ان کی نافرمانی کی تو وہ جہنمی ہوگا۔یہاں غور کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ و من یطع اللہ اور جس نے اللہ کی اطاعت کی و رسولہ اور اس کے پیغام کی اطاعت کی۔آیت نمبر 12 میں سارا اللہ کا پیغام اور اس کی رسالت ہے نہ کہ کسی قسم کی شخصیت۔

سورہ النساء (4) وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ ۚ وَلَوْ اَنَّہُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَہُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۶۴﴾

اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لئے بھیجا ہے کہ خدا کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسول اللہ بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے تو اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔(64)

اس آیت میں اللہ تعالی نے بات واضح کر دی اور ہر قسم کے شک وشبہ کو ختم کر دیا کہ پیغمبر کی اطاعت اللہ کے حکم اور اذن اور اجازت سے ہی ہونا ہے۔ دین کے معاملہ میں پیغمبر کی اپنی مرضی اور ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ نہ ہی پیغمبر اپنی شخصیت کو کیش کرواتا ہے۔ اور نہ ہی چودھراہٹ قائم کرتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ کے پروگرام کو نافذ کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگلے الفاظ نے بات مزید نکھار دی کہ جب وہ ظلم کر بیٹھیں تو پھر اللہ ہی ان کو معاف کرے گا اور رسول بھی ان کے لیے اللہ ہی سے بخشش طلب کرے گا۔ یعنی رسول اتنا اختیار نہیں رکھتا کہ ان کو بخش دے۔ بلکہ نبیؐ بھی اللہ ہی سے درخواست کرے گا۔ اس لیے اطاعتِ رسول حقیقت میں اطاعتِ وحی ہے۔ اللہ کی اطاعت بھی وحی یعنی قرآن کے ذریعے ہی ممکن ہے اور نبیؐ کا بھی یہی مقصد ہے۔

سورہ النساء(4) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾ وَإِذًا لَّآتَيْنَاهُم مِّن لَّدُنَّا أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾ وَلَهَدَيْنَاهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ ۚ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے(65) اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالو یا اپنے گھر چھوڑ کر نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے ہی ایسا کرتے اور اگر یہ اس نصیحت پر کاربند ہوتے جو ان کو کی جاتی ہے تو ان کے حق میں بہتر اور (دین میں) زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتا (66) اور ہم ان کو اپنے ہاں سے اجر عظیم بھی عطا فرماتے (67) اور سیدھا راستہ بھی دکھاتے (68) اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے بڑا

فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے (69) یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے (70)

آیت نمبر 65 میں حکم خاص نبیؐ کے لیے ہے اور بطور منصف ہی ہے۔ اور زمان و مکان کی حدود کے اندر ہے۔ مطلب جہاں نبیؐ موجود ہوں اور نبیؐ کی زندگی میں ہی کوئی معاملہ ہوا ہو۔ ان سے وراء یہ حکم لاگو نہیں ہوگا۔

اور بعد کی آیات میں اللہ تعالی حکم دے رہے ہیں قتال کا۔ اور پھر اللہ نے کہا کہ اگر وہ یہ مان لیتے تو ان کے لیے بہت ہی بہتر ہوتا۔ اور ہم ان کو بڑا اجر دیتے اور سیدھا راستہ بھی دکھاتے۔ اس کے بعد اللہ فرماتے ہیں کہ جو بھی اللہ اور اس کے پیغام (حکم) کی اطاعت کرے گا تو وہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ قتال کا حکم بھی اللہ کی طرف سے اور اس کا صلہ بھی اللہ کی طرف سے۔ اسی حکم کو **یطع اللہ و الرسول** کہا گیا۔ اس کے بعد اللہ اپنے احکام کو آگے بڑھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مومنو! اپنے ہتھیار اٹھاؤ اور اکٹھے ہو کر یا گروہ در گروہ جہاد کے لیے نکلو۔ اور بے شک تم میں سے ایسا بھی ہے کہ جان بوجھ کر دیر لگائے۔ اور اگر تم پر کوئی مصیبت آجائے تو کہے کہ مجھ پر اللہ کا فضل ہے جو تمہارے ساتھ نہ تھا۔ اور اگر تمہیں اللہ کا فضل مل جائے تو پھر کہے گا کہ کیا تم میں اور مجھ میں دوستی ہی نہیں۔ اور کہے گا کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو کامیابی سمیٹتا۔

پس لوگوں کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلیں۔ جو لوگ آخرت کی زندگی کے لیے دنیا کی زندگی کا سودا کرتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور پھر مارا جائے۔ یا غلبہ پالے تو عنقریب ہم انہیں اجر عظیم عطا کریں گے۔ پھر اللہ فرماتے ہیں اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے۔ جو یہ دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لیے اپنے پاس سے حامی اور مددگار بنا۔

جو مومن ہیں وہ لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں وہ لڑتے ہیں شیطان کے لیے۔ پس ان شیطان کے مددگاروں سے لڑو۔ بے شک شیطان کا داؤ بہت کمزور ہے۔ کیا نہیں دیکھا تو نے ان

لوگوں کو جنہیں حکم دیا گیا کہ جنگ سے رکے رہو۔اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو۔پس جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو ایک فریق لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگ گیا جیسے اللہ سے ڈرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ۔اور کہنے لگے کہ اے ہمارے رب تو نے کیوں قتال فرض کیا اور دنیا میں رہنے کی مہلت کیوں نہ دی۔ان سے کہہ دو کہ یہ دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے۔اور آخرت کی زندگی بہتر ہے اس کے لیے جو پرہیزگار ہے اور تم پر دھاگے کے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

(اے جہاد سے ڈرنے والو) تم کہیں بھی رہو موت تمہیں آکر رہے گی۔خواہ بڑے بڑے محلات میں رہو۔اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں یہ تیری طرف سے ہے۔ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے۔

(اے لوگو) جو بھی تمہیں کوئی فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بھی کوئی برائی پہنچے تو تمہارے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے ہے۔اور ہم نے تمہیں لوگوں کے لیے پیغام دے کر بھیجا۔ اور اللہ ہی کافی ہے اس چیز کا گواہ۔

ان سب احکام کے بعد اللہ فرماتے ہیں جو بھی اس پیغام یعنی (قرآن) کی اطاعت کرے گا پس وہی اللہ کی اطاعت کرنے والا قرار پائے گا۔اور جو منہ موڑ لے گا تو اے پیغمبر ہم نے تمہیں نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔(آیات 80-71)

سورہ انفال (8) يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَأَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾

(اے محمد! مجاہد لوگ) تم سے غنیمت کے مال کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ (کیا حکم ہے) کہہ دو کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے۔تو اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو اور اگر ایمان رکھتے ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو(1)

یہاں بیان کیا گیا کہ غنیمت اللہ اور اس کے رسول کا مال ہے۔یعنی یہ مال اللہ کی منشا و حکم کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔اور رسول بطور شخصیت امین بن کر یہ مال اللہ کے حکم کے مطابق تقسیم کرے گا۔ ان جملوں کے فوراً بعد ایک حکم اللہ دے رہے ہیں کہ اللہ سے ڈرو اور آپس کے معاملات درست

رکھو۔اور یہ تقوی اور معاملات کی درستگی کیسے ہوگی۔اس کے لیے اللہ اور اس کے پیغام کی اطاعت کرو۔اس کے مطابق اپنی زندگی گزارو تو تقوی کی زندگی حاصل ہوگی۔اور وحی پر عمل سے ہی پرہیز گاری ممکن ہے۔

آگے جنگِ بدر کے بارے میں اللہ تعالی کچھ تفصیلات دے رہے ہیں اور کچھ احکامات واضح کئے جار ہے ہیں۔ان احکامات کے بعد جنگ کے نتیجہ پر اللہ تعالی تبصرہ کرر ہے ہیں کہ تم نے کفار کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ تعالی نے چلائے اور اللہ نے کافروں کی تدبیر کو کمزور کیا۔ پھر اللہ کافروں کے بارے فرماتے ہیں کہ تم فتح چاہتے تھے تو فتح مسلمانوں کے حق میں آچکی ہے۔اب اگر تم سازشوں سے باز آجاؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم نافرمانی اور شرارتیں دہراؤ گے تو ہم پھر تمہیں ایسی ہی سزا دیں گے۔اور اگر چہ تمہارا گروہ تعداد کے لحاظ سے زیادہ بھی ہو تو پھر بھی تمہارے کچھ کام نہیں آسکے گا۔اور اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔پھر اللہ تعالی نے فرمایا۔

سورہ انفال (8) یا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِ عِنْدَ اللّٰـهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰـهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور اس سے روگردانی نہ کرو اور تم سنتے ہو (20) اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جو کہتے ہیں کہ ہم نے حکم سن لیا مگر (حقیقت میں) نہیں سنتے (21) کچھ شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر بہرے گونگے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے (22) اور اگر اللہ ان میں نیکی (کا مادہ) دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق بخشتا۔اور اگر (بغیر صلاحیت ہدایت کے) سماعت دیتا تو وہ منہ پھیر کر بھاگ جاتے (23)

اس کے بعد اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ انفال (8) یا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰـهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ

وَاعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰـهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

مومنو! اللہ اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو جب کہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے۔ اور جان رکھو کہ اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے (24)

اس آیت میں استجیبوا کا لفظ اللہ کے لیے الگ استعمال ہوا ہے لِلّٰہِ اور رسول کے لیے الگ وللرسول۔ جبکہ ہم گذشتہ آیات میں دیکھتے آ رہے ہیں کہ اطیعوا کا لفظ اللہ اور رسول کے لیے اکٹھا ہی آیا ہے۔ یہاں "ل" بطور حرف جارہ استعمال کر کے اپنے حکم کو رسول کے لیے بھی واضح کیا گیا ہے۔ اور رسول نے بھی اس پیغام کی طرف دعوت دینا ہے جو زندگی بخشتا ہے یعنی پیغام وحی (قرآن)۔ اور اس کے دو آیات بعد ہی پھر لا تخونوا کا فعل اللہ اور رسول کے لیے اکٹھا ہی استعمال ہوا۔

سورہ انفال (8) يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوْا اللّٰـهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (ان باتوں کو) جانتے ہو (27)

اس کے بعد مزید تفاصیل بیان کی ہیں اللہ نے اور مال غنیمت کے بارے میں احکام دیئے ہیں اور جنگ کے بارے میں اللہ تعالی بتا رہے ہیں کہ کس طرح اللہ نے جنگ کا نقشہ بدلا اور نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کروا دیا۔ اور یہ سب کچھ اس لیے ہو گیا کہ ہر طرح کے کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔ پھر اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ انفال (8) يا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰـهَ كَثِيْرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَأَطِيْعُوْا اللّٰـهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۚ إِنَّ اللّٰـهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ﴿٤٦﴾

مومنو! جب (کفار کی) کسی جماعت سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ

مراد حاصل کرو (45) ور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرنا کہ (ایسا کرو گے تو) تم بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو۔ کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (46)

یعنی اللہ کچھ احکام دے رہے ہیں پھر یہ جملہ بولا جا رہا ہے کہ **اطیعو اللہ و رسولہ** تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد اللہ کے احکام ہی ہیں جو قرآن میں مذکور ہیں۔

سورہ النور (24) **وَيَقُولُونَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالرَّسُولِ وَأَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِّنْهُم مِّن م بَعْدِ ذَٰلِكَ ج وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم مُّعْرِضُونَ ﴿٤٨﴾ وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ج بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ج وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُل لَّا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ج إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ م بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾**

اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور (ان کا) حکم مان لیا پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ صاحب ایمان ہی نہیں ہیں (47) اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کا فیصلہ کر دیں تو ان میں سے ایک گروہ منہ پھیر لیتا ہے (48) اگر (معاملہ) ان کے حق میں ہو۔ تو ان کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں (49) کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے یا (یہ) شک میں ہیں یا ان کو یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے حق میں ناانصافی کریں گے۔ (نہیں) بلکہ یہ خود ظالم ہیں (50) مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (51) اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا اور اس سے ڈرے گا تو ایسے لوگ مراد کو

پہنچنے والے ہیں (52) اور (یہ) اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تم ان کو حکم دو تو (سب گھروں سے) نکل کھڑے ہوں۔ کہہ دو کہ قسمیں مت کھاؤ، دل کی خوشی سے فرمانبرداری (درکار ہے)۔ بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے (53)

ان آیات پر غور کریں تو کچھ جملے بڑے واضح ہیں جیسے دُعُوا۔اِلَی اللهِ وَ رَسُولِهٖ۔ پھر یُطِعِ اللهَ وَ رَسُولِهٖ۔ کسی گروہ کو بلایا جا رہا ہے اللہ اور رسول کی طرف تا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے۔ صاف ظاہر ہے کہ فیصلہ وحی الٰہی کے مطابق ہی کیا جا رہا ہے۔ جس کے بارے میں ان کے لیے دعوا اور یحیف کے الفاظ استعمال کیے جا رہے ہیں۔ اور مومنوں کے بارے میں یہ کہا گیا کہ جب ان کا فیصلہ وحی الٰہی کے مطابق ہو تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔

پھر آیت 52 نے بات مزید واضح کر دی جہاں یطع اللہ و رسولہ کہا تو یخش و یتقہ کے لیے صرف اللہ کا نام آیا۔ یعنی یخش اللہ و رسولہ اور یتقھما کے الفاظ نہیں آئے۔ تو ان سے بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اطاعت کے لیے اللہ اور رسول کے الفاظ آنے کا مطلب اللہ اور اس کا پیغام وحی یعنی قرآن ہے۔ اور بالصراحت اللہ ہی ہے نہ کہ رسول کی علیحدہ سے شخصیت مراد ہے۔

سورہ الفتح (48) سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلٰى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ أَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلَامَ اللّٰهِ ۚ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلٰى قَوْمٍ أُوْلِي بَأْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ فَإِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ أَجْرًا حَسَنًا وَّإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيْمًا ﴿١٧﴾

جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجیئے کہ آپ کے ساتھ چلیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں۔ کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اسی طرح اللہ نے پہلے سے فرما دیا ہے۔ پھر کہیں گے (نہیں) تم تو ہم سے حسد

کرتے ہو۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم (15) جو گنوار پیچھے رہ گئے تھے ان سے کہہ دو کہ تم ایک سخت جنگجو قوم کے (ساتھ لڑائی کے) لئے بلائے جاؤ گے ان سے تم (یا تو) جنگ کرتے رہو گے یا وہ اسلام لے آئیں گے۔ اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا۔ اور اگر منہ پھیر لو گے جیسے پہلی دفعہ پھیرا تھا تو وہ تم کو بڑی تکلیف کی سزا دے گا (16) نہ تو اندھے پر گناہ ہے (کہ سفر جنگ سے پیچھے رہ جائے) اور نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ بیمار پر گناہ ہے۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کے فرمان پر چلے گا۔ اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ اور جو روگردانی کرے گا اسے بڑے دکھ کی سزا دے گا (17)

آیت نمبر 16 میں اللہ نے احکام دینے کے بعد تطیعوا کا لفظ استعمال کیا اور کہا کہ اگر حکم مانو گے تو اللہ تمہیں اچھا بدلہ دے گا اور یہاں تطیعوا کے ساتھ اللہ اور رسول کے الفاظ اکٹھے نہیں آئے۔ مگر پہلے چونکہ احکام اللہ کی طرف سے ہیں اس لیے یہاں لازم ہے کہ تطیعوا کا لفظ اللہ ہی کی طرف راجع ہے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا تذکرہ ہے جن کو جنگ سے استثنا دیا گیا اور ساتھ ہی ترغیب دی گئی کہ جو بھی اللہ اور اس کے پیغام (قرآن) کی اطاعت کرے گا تو جنت کا حقدار کہلائے گا۔

یہاں تک ہم نے دیکھا کہ جہاں بھی اطیعوا اللہ و رسولہ کے الفاظ آئے ہیں تو ان سے مراد وحی الٰہی یعنی قرآن کریم کی پیروی ہی کے ہیں۔ اب ہم چند اور مقامات ملاحظہ کریں گے جہاں رسول بطور شخصیت تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ سب وہ مقام ہیں جہاں **اطیعوا اللہ والرسول** یا **اطیعوا اللہ ورسولہ** کی بجائے اللہ کے لیے الگ سے اطیعوا اور رسول کے لیے الگ سے اطیعوا کے الفاظ آئے ہیں۔

سورہ النساء (4) **إِنَّ اللّٰـهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلٰى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللّٰـهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ ۗ إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰـهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰـهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰـهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾**

اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کے حوالے کر دیا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ

کرنے لگوتو انصاف سے فیصلہ کیا کروالله تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک الله سنتا اور دیکھتا ہے(58) مومنو! الله کی فرمانبرداری کرواور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرواور جوتم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہوتو اگر الله اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہوتو اس میں الله اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے(59)

یہاں بھی آیت 58 میں الله تعالی ایک حکم دے رہے ہیں اور اس کے بعد یہی الفاظ دہرا رہے ہیں کہ الله کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی۔ اور اس مقام پر چونکہ حکم عہد یداروں سے متعلق ہے۔اس لیے ایمان والوں کو پابند کر دیا گیا کہ جو لوگ عہدوں پر بیٹھے ہیں یعنی لوگوں میں فیصلہ کرنے والے۔ان کی اطاعت بھی لازم ہے۔اس کے باوجود اگر تنازعہ برقرار رہےتو پھر فَرُدُّوهُ اِلَى اللهِ وَ الرَّسُولِ یعنی الله کی طرف رجوع کریں۔اور اس کے پیغام یعنی وحی کی طرف رجوع کریں۔ یہ بات بڑی واضح ہے کہ رسول بطور شخصیت ہر جگہ موجود نہیں ہوسکتا جبکہ الله اور الله کی وحی ہر جگہ کفایت کرے گی۔اس کے علاوہ بطور شخصیت رسول اپنے مابعد زمانے کے لیے کفایت نہیں کرسکتا۔

سورہ المائدہ(5) يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ إِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُّوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾ وَأَطِيْعُوا اللّٰهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْا أَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں۔ سوان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ (90) شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے سبب تمہارے آپس میں دشمنی اور رنجش ڈلوا دے۔اور تمہیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ توتم کو (ان کاموں سے) باز رہنا چاہیئے (91) اور الله کی اطاعت اور رسول کی اطاعت کرتے

رہو اور ڈرتے رہو۔ اگر منہ پھیرو گے تو جان رکھو کہ ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کر پہنچا دینا ہے(92)

ان آیات سے پہلے اللہ تعالی شراب کے بارے اور جوئے کے بارے میں احکام دے رہے ہیں اور پھر فرمایا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ یہاں سے یہ بات تقویت پکڑتی ہے کہ جو اطیعوا کے الفاظ الگ الگ سے آئے ہیں تو یہاں رسول کی اطاعت ضروری ہے مگر آیت کا اگلا حصہ ہی وضاحت کر رہا ہے کہ اگر تم منہ پھیر لو۔ یعنی یہ احکام نہ مانو تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ اللہ کے احکام رسول پہنچا رہا ہے اور اسے اللہ کہہ رہا ہے کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا لرسول۔ یعنی جو احکام رسول پہنچا رہا ہے انہی کی اطاعت۔ پھر آخری حصہ یعنی جب رسول کی ذمہ داری ہی پیغام پہنچا دینا ہے تو پھر رسول کی اطاعت کے کیا معنی؟ احکامات زندگی تو اللہ کی ذات ہی دے رہی ہے۔

سورہ النور(24) وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَّا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ج إِنَّ اللّٰهَ خَبِيرٌ م بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ج وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٥٤﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ج يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ج وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٥٥﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٥٦﴾

اور (یہ) اللہ کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر تم ان کو حکم دو تو (سب گھروں سے) نکل کھڑے ہوں۔ کہہ دو کہ قسمیں مت کھاؤ، دل کی خوشی سے فرمانبرداری (درکار ہے) بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے(53) کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر منہ موڑو گے تو رسول پر (اس چیز کا ادا کرنا) جو ان کے ذمے ہے اور تم پر (اس چیز کا ادا کرنا) ہے جو

تمہارے ذمے ہے اور اگر تم ان کے فرمان پر چلو گے تو سیدھا راستہ پالو گے اور رسول کے ذمے تو صاف صاف (احکام خدا کا) پہنچا دینا ہے (54) جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنادے گا جیسا ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں (55) اور نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو۔ اور رسول کی اطاعت کرتے رہو۔ تاکہ تم پر رحمت کی جائے (56)

ان آیات میں بھی بڑی حد تک وضاحت ہوگئی ہے کہ جب رسول بحیثیت شخصیت صرف اسی چیز کا جوابدہ ہے جس کی اس پر ذمہ داری ہے اور اگلے الفاظ نے ذمہ داری کی وضاحت کر دی کہ **الا البلغ المبین**۔ اب یہاں ایک جملہ آیا ہے **و ان تطیعو ہ تھتدوا** یعنی اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔ یہاں اوپر **اطیعو اللہ و اطیعو الرسول** کے الفاظ آئے ہیں اور اگلے جملے میں **ان تطیعو ہ**۔ "ہ" ضمیر واحد کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہاں خطاب رسول کریم ہی کی طرف منسوب ہے، مگر اس سے مراد اللہ یا اللہ کے احکام قرآن کریم کی صورت میں ہیں۔ اس لیے **اطیعو اللہ و اطیعو الرسول** کا واضح مطلب قرآن ہی ہے۔ اگلا حرف اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے **تھتدوا**۔ اور اس بات میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ قرآن ہی ہدایت کی کتاب ہے۔ سارا قرآن اس بات کی تائید سے بھرا پڑا ہے۔ مطلب یہ کہ نبیؐ کی اصل پکار، اللہ کی طرف دعوت ہے۔ اس کے قرآن پر غور و فکر کی دعوت ہے۔ وحی کا ابلاغ ہے۔ اس چیز کو قرآن نے اطیعوالرسول کہا ہے۔

سورہ محمد (47) **إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ وَشَاقُّوْا الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰىۙ لَنْ يَّضُرُّوْا اللّٰـهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْا أَطِيْعُوْا اللّٰـهَ وَأَطِيْعُوْا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوْا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰـهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾**

جن لوگوں کو سیدھا راستہ معلوم ہو گیا (اور) پھر بھی انہوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی وہ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکیں گے۔ اور اللہ ان کا سب کیا کرایا اکارت کر دے گا (32) مومنو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور اپنے عملوں کو ضائع نہ ہونے دو (33) جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے راستے سے روکتے رہے پھر کافر ہی مر گئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا (34)

ان آیات میں بھی اطیعوا کا لفظ اللہ کے لیے الگ ہے اور رسول کے لیے الگ سے استعمال ہوا ہے۔ مگر آیت نمبر 32 اور آیت نمبر 34 میں سبیل اللہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی بجائے سبیل الرسول استعمال نہیں ہوا۔ اس لیے کہ ہر ایک کو یہ چیز واضح ہے کہ رسول کا راستہ الگ سے کوئی نہیں ہے بلکہ رسول اصل میں پیغام الٰہی کی طرف ہی بلاتا ہے۔ اس لیے ان جگہوں پر قرآن یا وحی کے الفاظ کی بجائے صرف رسول کے لفظ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

سورہ التغابن (64) مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَإِنَّمَا عَلٰى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٢﴾ اَللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾

کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے (11) اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم منہ پھیر لو گے تو ہمارے پیغمبر کے ذمے تو صرف پیغام کا کھول کھول کر پہنچا دینا ہے (12) اللہ (جو معبود برحق ہے اس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں (13)

یہاں بھی وہی مضمون دہرایا گیا ہے کہ اگر تم منہ پھیر لو گے تو نبیؐ کے ذمہ پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور اصل میں عبادت کے لائق اللہ ہی کی ذات ہے وہی سب کا ملجا ہے ماؤی ہے وہی حاجت روا ہے۔ خلاصہ مبحث یہ کہ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول" ایک ہی چیز ہے اور وہ صرف قرآن ہے اگر رسول کے لیے اطاعت کا لفظ کہیں آیا بھی ہے تو اس سے مقصود بھی قرآن ہی کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ سے

رابطہ کا واحد ذریعہ قرآن ہی ہے۔ کیونکہ نبیؐ تک ہر فرد کی رسائی ناممکن ہے اور نبیؐ کی زندگی کے بعد اس کی اطاعت (بحیثیت شخصیت) ویسے ہی ساقط ہو جاتی ہے۔ اور اگر اللہ نے شخصیات ہی کا نظام رکھنا تھا تو ہرگز نبوت کا خاتمہ نہ کرتے۔ اب چونکہ قرآن خود مکتفی ہے اس لیے اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی شخصیت کی ضرورت نہیں۔ مذہبی طبقہ نے شخصیت پرستی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اور انہوں نے یہ حل بزعم خویش نکالا کہ اطیعو اللہ کا ذریعہ قرآن ہو گیا اور اطیعو الرسول کا ذریعہ روایات ٹھہرائی گئیں۔ حالانکہ نبی کریمؐ صرف اور صرف قرآن کریم ہی بطور پیغام الٰہی امت کے حوالے کر کے گئے۔ اور آپؐ کی وفات کے بہت عرصہ بعد روایات کی تدوین ہونا شروع ہوئی۔ اور ایک بڑا ریکارڈ مرتب ہوا۔ جو کہ سارے کا سارا ظنی ہے۔ علماء بھی مانتے ہیں کہ ان میں کافی حصہ ضعیف ہے اور کافی اسرائیلیات پر مشتمل ہے۔ کوئی نہیں سوچتا کہ اس زمانے میں امام بخاری نے 6 لاکھ احادیث، امام احمد بن حنبل نے 10 لاکھ احادیث اور یحیی بن معین نے 12 لاکھ احادیث کیسے اکٹھی کر لیں۔ یہ سارا مواد کن صفحات پر لکھا گیا یہ کیسے سنبھالا گیا اور جو کتابوں میں درج ہوا۔ اس کے علاوہ جو تھا وہ کہاں چلا گیا۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالی نے یہ تعین نہیں کیا تھا کہ اطیعو الرسول روایات کے ذریعے ہوگی۔ اس لیے یہ تفریق کر کے مذہبی طبقہ نے نہ صرف اپنے آپ کو مشکل میں ڈالا بلکہ اس کی بنیاد پر فرقے وجود میں آ گئے اور کفر و شرک مسلمانوں میں پھر سے رچ بس گیا اور کثیر خلقت گمراہ ہو گئی۔

اس لیے قرآن کریم نے رسول کی حیثیت اور اتھارٹی کا بخوبی تعین کر دیا ہے اور ہمیں بھی احتیاط سے دیکھنا ہے کہ کونسے احکام ہیں نبیؐ کی شخصیت کے بارے میں اور کونسے رسالت کے بارے میں ہیں۔ بلکہ نبیؐ کو جو ذاتی احکام دیئے گئے ہیں وہ یا ایھا النبی سے شروع ہوتے ہیں۔ یا یھا الرسول صرف 2 مرتبہ قرآن میں آیا ہے۔ المائدہ 41 اور المائدہ 67 میں۔

نوٹ:- یہ بات بھی واضح رہے کہ اطاعتِ رسول سے متعلق ساری آیات مدنی ہیں یعنی اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد اطاعتِ رسول کا حکم دیا گیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں جہاں قرآن کا غالب حصہ نازل ہو چکا تھا وہاں اطاعتِ رسول کا حکم دیا ہی نہیں گیا۔ اس لیے جعفر شاہ پھلواروی رحمۃ

اللہ علیہ کی بات صحیح ہے کہ اطاعتِ رسول کے احکام کی دو حیثیتیں ہیں۔(1) بحیثیت رسول اللہ! وہ سب احکام قرآن میں آگئے ہیں۔(2) بحیثیت سربراہِ مملکت! وہ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ضرورت کے مطابق احکام دیئے۔ وہ حیثیت وفات نبویؐ کے ساتھ ہی ختم ہوگئی۔ ملاحظہ ہو جعفر شاہ پھلواروی کی بہترین کتاب "مقام سنت"۔(نوٹ: از امتیاز عثمانی صاحب۔ راولپنڈی)

<u>رحمۃ للعلمین:</u>

جیسے تمام امت نے نبیؐ کی ذات کو ہی سمجھ لیا کہ وہ رحمۃ للعلمین ہیں اور کسی نے نہ سوچا کہ نبیؐ کی ذات تمام جہانوں کے لیے رحمت کس طرح ہو سکتی ہے اور سیاق کا لحاظ ہی نہ کیا۔ آیئے وہ آیات دیکھتے ہیں۔

سورہ انبیاء(21)وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ م بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿١٠٥﴾ إِنَّ فِي هٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ إِنَّمَا يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّمَا إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ وَإِنْ أَدْرِيْ أَقَرِيبٌ أَمْ بَعِيدٌ مَّا تُوْعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾ وَإِنْ أَدْرِيْ لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلٰى حِيْنٍ ﴿١١١﴾ قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١١٢﴾

اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا تھا کہ میرے نیکوکار بندے ملک کے وارث ہوں گے (105) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (اللہ کے احکام کی) تبلیغ ہے (106) اور ہم نے (قرآن کو) تمام جہانوں کے لئے رحمت (بنا کر) بھیجا ہے (107) کہہ دو کہ مجھ پر (اللہ کی طرف سے) یہ وحی آئی ہے کہ تم سب کا معبود خدائے واحد ہے۔ تو تم کو چاہئے کہ فرمانبردار بن جاؤ (108) اگر یہ لوگ منہ پھیر دیں تو کہہ دو کہ میں نے تم سب کو یکساں (احکام الٰہی سے) آگاہ کر دیا ہے۔ اور مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ عن قریب (آنے والی) ہے یا (اس کا وقت) دور ہے (109) اور جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے (110) اور میں نہیں جانتا شاید وہ تمہارے لئے آزمائش

ہو اور ایک مدت تک (تم اس دنیا سے) فائدہ (اٹھاتے رہو) (111) پیغمبر نے کہا کہ اے میرے پروردگار حق کے ساتھ فیصلہ کردے۔ اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے (112)

یہاں آیت نمبر 106 اور 108 سے صاف ظاہر ہے کہ بات ہی قرآن کریم کی ہو رہی ہے۔ اسی طرح سورہ سبا (34) وَمَآ أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾

اور ہم نے (اس قرآن کو) تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (28)

یہاں بھی لفظ **کافۃللناس** استعمال ہوا ہے اور یہاں بھی زمان و مکان کی پابندی ہے یعنی جہاں نبیؐ موجود تھے اور جس وقت موجود رہے وہاں تو سمجھا جا سکتا ہے کہ نبیؐ بشیر اور نذیر تھے مگر جن علاقوں میں آپ گئے ہی نہیں اور پھر آپؐ کی وفات کے بعد قیامت تک کے انسانوں کے لیے آپؐ بشیر اور نذیر نہیں ہو سکتے۔ یہ فریضہ قرآن ہی کا ہے۔ جس جگہ بھی قرآن پہنچے، جس زمانے میں بھی پہنچے۔ اصل میں بشیر و نذیر قرآن ہی کو پکارا گیا ہے۔ دیکھئے چند آیات۔

سورہ انعام (6) وَأُوحِيَ إِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۔۔۔۔ آیت نمبر 19۔ اور یہ قرآن مجھ پر اس لیے اتارا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے تم کو آگاہ کر دوں اور جس تک یہ قرآن پہنچے وہ بھی (اس کے ذریعے آگاہ کر دے)۔

سورہ انعام (6) وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُّحْشَرُوْآ إِلٰى رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُونِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾

اور جو لوگ خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر کئے جائیں گے (اور جانتے ہیں کہ) اس کے سوا نہ تو ان کا کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارش کرنے والا، ان کو اس (قرآن) کے ذریعے سے نصیحت کر دو تاکہ پرہیزگار بنیں (51)

سورہ ابراھیم (4)۔ هٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْآ أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ

أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

یہ قرآن لوگوں کے نام (خدا کا پیغام) ہے تا کہ ان کو اس سے آگاہ کیا جائے اور تا کہ وہ جان لیں کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تا کہ اہل عقل نصیحت پکڑیں (52)

سورہ حم سجدہ (41) حم ﴿١﴾ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ﴿٢﴾ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيرًا وَنَذِيرًا فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾

حٰم (1) (یہ کتاب خدائے) رحمٰن ورحیم (کی طرف) سے اُتری ہے (2) کتاب جس کی آیتیں واضح ہیں (یعنی) قرآن عربی ان لوگوں کے لئے جو سمجھ رکھتے ہیں (3) جو بشارت بھی سناتا ہے اور خوف بھی دلاتا ہے لیکن ان میں سے اکثر نے منہ پھیر لیا ہے اور وہ سنتے ہی نہیں (4)

سورہ نجم (53) هٰذَا نَذِيرٌ مِنَ النُّذُرِ الْأُوْلٰى ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ الْآزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾

یہ (قرآن) بھی پہلے ڈرآگاہ کرنے والوں میں سے ایک آگاہ کرنے والا ہے۔(56) آنے والی (یعنی قیامت) قریب آ پہنچی (57) اس (دن کی تکلیفوں) کو اللہ کے سوا کوئی دور نہیں کر سکے گا (58) (اے منکرین خدا) کیا تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ (59)

سورہ فرقان (25) تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴿١﴾

وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ تمام دنیا کو آگاہ کردے۔(1)

قرآن کی وجہ سے ہی آپ کو نذیر کی صفت سے نوازا گیا۔وحی الٰہی کے بغیر تو پیغمبر کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔اور نبی کی ساری زندگی کی پرورش بذمہ خدا ہوتی ہے۔اللہ تعالی مسلسل اپنے انبیاء کو ٹوکتے رہتے ہیں۔اور اس طرح سے جو کام ان سے لینا ہوتا ہے اس طرح کی ان کی تربیت کا انتظام کردیتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات سے واضح ہے کہ قرآن ہی نبی کریمؐ کی طرف وحی کیا گیا۔قرآن کے ذریعے ہی نبیؐ کا ذمہ انذار کا تھا۔اللہ کی طرف سے قرآن ہی بلاغ ہے۔قرآن ہی بشیر اور نذیر ہے۔جیسا کہ ہم

دیکھ آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے ہر طرح کی شخصیت پرستی کا قلع قمع کر دیا ہے تو پھر نبیؐ کی ذات کی اہمیت نہیں۔ بلکہ ان کے فریضۂ رسالت کی اہمیت ہے۔ آج ہمارے تقریباً تمام فرقوں نے نبیؐ کو ہی دین کا ماخذ قرار دیا ہے۔ بعض نے تو نبیؐ کی ذات کی پرستش شروع کر دی ہے۔ بعض نے ظاہری طور پر نبیؐ کی ذات کی پرستش نہیں کی مگر وہ بھی اس کے اثر سے بچ نہ سکے اور روایات کے ذریعے وہ بھی خرافات کا شکار ہوئے۔ اور قرآن سے دور ہوتے گئے۔

توحید کی ساری عمارت اس عقیدہ پر کھڑی ہے کہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے جو حاظر ہے ناظر ہے حاجت روا ہے اور مشکل کشا ہے۔ اور جو تمام کائنات کا خالق ہے اور مالک ہے۔ اور یہ وسیع کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس کی صفات میں کوئی اور شریک نہیں تو پھر یہ مان لینا چاہیئے کہ نبی کا فریضہ صرف پیغام کا پہنچا دینا ہی ہوتا ہے۔ اور نبی نہ تو نگران ہوتا ہے اور نہ نگہبان۔ اور قوم یا امت کے اعمال کا نبی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ نبی خود بھی اس چیز کا اقرار کرتا ہے کہ اگر وہ بھی غلط کرے گا تو روز محشر جواب دہ ہوگا۔ آپؐ کے دور کے بعد صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین نے یہ نہیں کیا کہ مدینہ سے لگ کر بیٹھ رہے کہ عاشق مدینہ یا عاشق رسول کہلائیں۔ بلکہ ان کو واضح ہو گیا تھا کہ اب یہ پیغام رسالت (قرآن) ساری دنیا کو پہنچانا ہے۔ اب یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ اسی لیے صحابہ کبار رضی اللہ عنھم اجمعین قرب و جوار میں نکلے اور آنے والے لوگ روم و فارس کے مالک بن گئے۔ اور آج ایک دنیا انہی کی کاوشوں کی برکات سمیٹ رہی ہے۔ آج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کی قبریں شام، عراق، ایران اور فلسطین میں موجود ہیں۔ ان کو نبیؐ کی ذات کی بجائے نبیؐ کے کام سے عشق تھا۔ یرحمھم اللہ جمیعا۔

اس لیے رحمۃ للعلمین قرآن ہے۔ اور قرآن ہی کافۃ للناس کے لیے پیغام ہدایت ہے۔ نبوت کا سلسلہ محمدؐ پر ختم ہو گیا۔ آپؐ نے اپنی ذمہ داری بخوبی نبھائی۔ اور آپؐ کے ذریعے دیا گیا پیغام (قرآن) تا قیامت لوگوں کے لیے ہدایت کی کرنیں بکھیرتا رہے گا۔ اس کی روشنی اور ہدایت کا سلسلہ نہ ختم ہونے والا ہے۔ یہ ایک مقناطیسی کتاب ہے اس میں ہر وقت ہدایت کے

سوتے پھوٹتے رہتے ہیں۔ بس غور فکر اور تدبر شرط ہے۔ اس کو سمجھنے سے بہت سے طوق اور زنجیریں جو مذہبی پیشوائیت نے باندھ رکھی ہیں وہ ٹوٹ جاتی ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان اللہ سے جڑا رہتا ہے جو کہ اسے گمراہ نہیں ہونے دیتا۔

اس کے علاوہ زبان کا ایک قاعدہ ہوتا ہے جسے ظرف اور مظروف کہتے ہیں۔ یعنی ظرف بول کر مظروف مراد لیا جاتا ہے اور بعض اوقات مظروف بول کر مراد ظرف لی جاتی ہے۔ اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً سورہ یوسف (12) وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِي أَقْبَلْنَا فِيهَا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٨٢﴾ اور جس بستی میں ہم (ٹھہرے) تھے وہاں سے (یعنی اہل مصر سے) اور جس قافلے میں آئے ہیں اس سے دریافت کر لیجیئے اور ہم اس بیان میں بالکل سچے ہیں (82)

یہاں قریہ بول کر اہل قریہ مراد لی گئی ہے۔

اس کے علاوہ سورہ الدخان (44) فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ ﴿٢٩﴾

پھر ان پر نہ تو آسمان کو اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت ہی دی گئی (29)

یہاں بھی آسمان اور زمین بول کر مطلب زمین کے رہنے والے اور آسمان والے یعنی (فرشتے) مراد ہیں۔

اس لیے وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین میں بھی مخاطب بظاہر نبیؐ کریم ہی کی ذات ہے۔ مگر مقصود اس سے جو چیز نبیؐ کریم کی طرف بھیجی گئی۔ یعنی قرآن کریم ہے۔

یہاں میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موضوع سے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا نقطۂ نظر آپ کے سامنے رکھوں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

"<u>رحمت سے وحی وتنزیل کی ضرورت پر استدلال</u>:

اس طرح وہ رحمت سے وحی وتنزیل کی ضرورت پر بھی استدلال کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے جو رحمت کارخانۂ ہستی کے ہر گوشہ میں افادہ وفیضان کا سرچشمہ ہے کیونکر ممکن تھا کہ انسان کی معنوی ہدایت کے لیے اس کے پاس کوئی فیضان نہ ہوتا اور وہ انسان کو نقصان وہلاکت کے لیے چھوڑ دیتی؟ اگر تم

دس گوشوں میں فیضان رحمت محسوس کر رہے ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ گیارہویں گوشے میں اس سے انکار کر دو۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جا بجا وحی، ترسیل کتب، اور بعثت انبیاء کو رحمت سے تعبیر کیا ہے:

سورہ بنی اسرائیل (17) وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾

اور (اے پیغمبرؐ!) اگر ہم چاہیں تو جو کچھ تم پر وحی کے ذریعے بھیجا گیا ہے اسے اٹھالے جائیں (یعنی سلسلۂ تنزیل و وحی باقی نہ رہے) اور پھر تمہیں کوئی بھی ایسا کارساز نہ ملے جو ہم پر زور ڈال سکے۔ (86) لیکن یہ جو سلسلۂ وحی جاری ہے تو یہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تمہارے پروردگار کی رحمت ہے اور یقین کرو تم پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔ (87)

سورہ یسین (36) تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَاۗؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾

(یہ قرآن) عزیز و رحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (5) تا کہ ان لوگوں کو جن کے آباؤ اجداد (کسی پیغمبرؑ کی زبانی) متنبہ کئے گئے ہیں اور وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ تم متنبہ کرو۔ (6)

تورات وانجیل اور قرآن کی نسبت جا بجا تصریح کی کہ ان کا نزول "رحمت" ہے۔

سورہ ھود (11) وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (17)

اور اس سے پہلے (یعنی قرآن سے پہلے) موسیٰؑ کی کتاب (امت کے لیے) پیشوا اور رحمت!

سورہ یونس (10) يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٥٨﴾

اے افراد نسل انسانی! یقیناً تمہارے پروردگار کی طرف سے موعظت ہے جو تمہارے لیے آ گئی ہے اور ان تمام بیماریوں کے لیے جو انسان کے دل کی بیماریاں ہیں نسخۂ شفا ہے اور راہنمائی اور رحمت سے ہے۔ پس چاہیے کہ (اپنی فیضیابی پر) خوش ہو۔ یہ (اپنی برکتوں میں) ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جنہیں تم (زندگی کی کامرانیوں کے لیے) فراہم کرتے ہو۔!

سورہ جاثیہ(45)هٰـذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوْقِنُونَ ﴿٢٠﴾

یہ(قرآن)لوگوں کے لیے واضح دلیلوں کی روشنی ہے،اور ہدایت ورحمت ہے،یقین رکھنے والوں کے لیے۔

سورہ العنکبوت(29)أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے۔ جو انہیں (برابر) سنائی جارہی ہے؟ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں۔ بلاشبہ ان کے لیے اس (نشانی) میں سرتاسر رحمت اور فہم وبصیرت ہے۔

چنانچہ اسی بنا پر اس نے داعی اسلامؐ کے ظہور کو بھی فیضان رحمت سے تعبیر کیا ہے۔

سورہ انبیاء(21)وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾

(اے پیغمبر) ہم نے تمہیں نہیں بھیجا ہے مگر اس لیے کہ تمام جہانوں کے لیے ہماری رحمت کا ظہور ہے۔!" ترجمان القرآن (جلد اول۔صفحہ 128-127)

اس کے علاوہ مولانا مزید لکھتے ہیں۔

"رحمۃ للعالمین۔

یہاں پیغمبر اسلامؐ کے ظہور کا ایک ایسا وصف بیان کیا گیا ہے جو قرآن کے بیان کردہ اوصاف میں سب سے زیادہ اہم اور نمایاں ہے۔یعنی"رحمۃ للعالمین"! یہ ظہور صرف کسی ایک ملک،کسی ایک قوم،کسی ایک نسل ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لیے رحمت کا ظہور ہے۔ یہ وصف بیان کر کے قرآن نے ایک کسوٹی ہمارے حوالہ کردی ہے۔اس پر ہم اس ظہور کی ساری صداقتیں پرکھ لے سکتے ہیں۔اگر یہ فی الحقیقت تمام نوع انسانی کے لیے رحمت کا ظہور ثابت ہوا ہے تو اس کی سچائی میں کوئی شک نہیں۔اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو پھر سچائی نے قرآن کا ساتھ نہیں دیا۔ ہمارا فرض ہے کہ حقیقت کا حقیقت کے لیے اعتراف کرلیں۔

یہ جانچ تاریخ کی بے لاگ اور بے رحم جانچ ہونی چاہیے۔ ہر طرح کی مذہبی خوش اعتقادیوں سے

منزہ، ہرطرح کی خود پرستانہ طرف داریوں سے پاک۔ کیونکہ یہاں حقیقت کی عدالت موجود ہے اور وہ صرف حقیقت ہی کی شہادت پر کان دھرتی ہے؟

تاریخ کا فیصلہ:

جہل وتعصب نے ہمیشہ اعلان حقیقت کی راہ روکنی چاہی لیکن نہ روک سکی۔ اس فیصلہ میں بھی تاریخ نے دیر لگائی۔ لیکن بالآخر اسے کرنا پڑا۔ ضروری ہے کہ یہ فیصلہ خود اسی کی زبانی سنا جائے اور ایک معتقد کی طرح نہیں بلکہ ایک مورخ کی طرح عالم انسانیت کے ایک ایک گوشہ سے شہادت طلب کی جائے۔ افسوس ہے کہ اس وقت تک کوئی کوشش ایسی نہیں کی گئی جو اس موضوع پر علمی حیثیت سے وقع سمجھی جاسکے۔ ہم نے مقدمہ تفسیر میں اس کی کوشش کی ہے اور ایک خاص باب کا موضوع بحث یہی مسئلہ ہے۔ یہاں اتنی تفصیل کی گنجائش نہیں اور اختصار مفید مدعا نہیں، اس لیے مجبوراً قلم روک لینا پڑتا ہے۔" ترجمان القرآن (جلد دوم صفحہ 574)

چونکہ رحمت اللہ کی ذاتی صفت ہے جو ساری کائنات میں جاری وساری ہے۔ اور بہت سے لوگوں کو بھی وہ اپنی رحمت سے فیضیاب کرتا رہتا ہے۔ بلکہ تمام مخلوق اس وقت صرف اللہ کی رحمت کی بنا پر ہی کائنات میں سرگرم عمل ہے۔ اب ہم کچھ آیات ملاحظہ کرتے ہیں جن میں رحمت کا وصف اللہ نے اپنی ذات کی طرف منقول کیا ہے۔

1۔سورہ البقرۃ (2):أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿١٥٧﴾

ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں (157)

2۔سورہ البقرۃ (2): إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّـهِ أُولَـٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّـهِ ۚ وَاللَّـهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

البتہ ایمان لانے والے، ہجرت کرنے والے، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہی رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے (218)

3۔سورہ آل عمران (3): رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ

إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا دینے والا ہے (8)

4۔سورہ آل عمران (3): وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٠٧﴾

اور سفید چہرے والے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے (107)

5۔سورہ النسا (4): دَرَجَاتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٩٦﴾

اپنی طرف سے مرتبے کی بھی اور بخشش کی بھی اور رحمت کی بھی۔ اور اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے (96)

6۔سورہ انعام (6): فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ﴿54﴾

کہہ دیجیئے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے رحم فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے (54)

7۔سورہ انبیاء (21): وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِن ضُرٍّ ۖ وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُم مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِندِنَا وَذِكْرَىٰ لِلْعَابِدِينَ ﴿٨٤﴾ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِدْرِيسَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِينَ ﴿٨٥﴾ وَأَدْخَلْنَاهُمْ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهُم مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٨٦﴾

ایوب (علیہ السلام) کی اس حالت کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (83) تو ہم نے اس کی فریاد سن لی اور جو دکھ انہیں تھا اسے دور کر دیا اور اس کو اہل وعیال عطا فرمائے بلکہ ان کے ساتھ ویسے ہی اور اپنی خاص مہربانی سے تا کہ سچے بندوں کے لئے سبب نصیحت ہو (84) اور اسماعیل اور ادریس اور ذوالکفل، (علیہم السلام) یہ سب صابر لوگ تھے (85) ہم نے انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا۔ یہ سب لوگ نیک تھے (86)

اس کے علاوہ بھی اور کئی مقامات ہیں جن میں رحمت کو خدائی وصف قرار دیا گیا ہے۔ اب ہم کچھ

آیات دیکھتے ہیں جن میں وحی اور قرآن کو رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

1۔سورہ انعام(6):ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۴﴾

پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تا کہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں۔(154)

2۔سورہ انعام(6):أَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ أَنَّآ أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّآ أَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيَاتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

یا یوں نہ کہو کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ راست پر ہوتے۔سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور راہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آ چکی ہے۔اب اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتائے اور اس سے روکے۔ ہم جلد ہی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے(157)

3۔سورہ اعراف(7):وَلَقَدْ جِئْنَاهُم بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت واضح کر کے بیان کر دیا ہے، وہ ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے ہیں(52)

4۔سورہ اعراف(7):وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾

اور جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھا لیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے

لیے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی (154)

5۔سورہ اعراف (7):وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي ۚ هَـٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠٣﴾

اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے؟ آپ فرما دیجئے! کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں (203)

6۔سورہ یونس (10):يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے اور راہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے (57)

7۔سورہ النحل (16):وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلَىٰ هَـٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿٨٩﴾

اور جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ان کے مقابلے پر گواہ کھڑا کریں گے اور تجھے ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے فرمانبرداروں کے لیے (89)

8۔سورہ بنی اسرائیل (17):وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾

یہ قرآن جو ہم نازل کر رہے ہیں مومنوں کے لئے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔ ہاں ظالموں کے لیے اس سے صرف خسارہ ہی بڑھتا ہے۔(82)

9۔سورہ النمل (27):إِنَّ هَـٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے ان اکثر چیزوں کا بیان کر رہا ہے جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں (76) اور یہ قرآن ایمان والوں کے لیے یقیناً ہدایت اور رحمت ہے (77)

10۔سورہ الجاثیہ (45):هَـٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٢٠﴾

یہ (قرآن) لوگوں کے لیے بصیرت کی باتیں اور ہدایت ورحمت ہے اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے (20)

قرآن کے یہ چند مقامات آپ نے ملاحظہ کیئے۔قرآن ایسی کتاب نہیں ہے جو اپنا نظریہ اور نقطہء نظر واضح نہ کرے۔اور قرآن کریم کا یہ اسلوب ہے کہ وہ بار بار اپنی باتوں کو واضح کرتا ہے۔اور ایک سے زیادہ مقامات پر تفصیل سے بیان کرتا ہے تاکہ سمجھنے والے کے لیے کوئی مشکل نہ ہو۔صرف ایک آیت 107 / 21 سے پوری امت نے نبیؐ کی ذات کو تمام جہانوں کے لیے رحمت مان لیا۔جب کہ سیاق وہاں پر وحی کی بات کر رہا ہے۔اور صرف نبیؐ کی شخصیت تمام جہانوں اور تمام زمانوں کے لیے کس طرح رحمت ہوسکتی ہے۔اس پر کسی نے بھی تاریخ میں قلم نہیں اٹھایا۔ جبکہ قرآن جگہ جگہ پکار کر کہہ رہا ہے کہ کائنات کا سارا نظام اللہ تعالی کی صفت رحم کے ذریعے چل رہا ہے۔اور پھر اللہ تعالی نے کافی مقامات پر وحی اور قرآن کو رحمت سے تعبیر کیا ہے۔اس لیے رحمة للعلمین وحی الہی ہی ہوسکتی ہے۔

باقی محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب کی ذاتی صفات سے کسی بھی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا۔عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ کا اخلاق کیا ہے۔تو آپ نے جواب دیا کہ آپ کا اخلاق قرآن ہے۔اسی چیز کی گواہی قرآن نے دی۔سورہ القلم (68):وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ اور بے شک آپ اخلاق کے بلند مرتبے پر فائز ہیں۔

نبی کریمؐ انتہائی شفیق، دردمند، رحم دل، بزرگ و برتر انسان تھے۔اور مومنوں کے لیے بہت غم گسار تھے۔مومنوں کی تکلیف آپ پر بہت گراں گزرتی تھی۔ بلکہ آپ کی ذات کفار کے لیے بھی ہر

وقت کوشاں رہتی کہ وہ ایمان لے آئیں اور اس طرح سے ان کا آخرت کا عذاب ٹل جائے۔ یہاں تک کہ اللہ کو کہنا پڑا کہ اے نبی تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لے گا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اس کے علاوہ آپؐ اخلاق و کردار کا ایسا اعلیٰ نمونہ تھے کہ جس پر دشمن بھی انگلی کھڑی نہیں کر سکتے تھے۔ اور اسی چیز کو آپ نے بطور دلیل پیش کیا کہ میں نے ایک عمر تم میں گزاری ہے تو کیا میں یہ وحی اپنے پاس سے پیش کر رہا ہوں؟ کیا میں جھوٹ بول سکتا ہوں؟ تو پھر تم کیوں عقل استعمال نہیں کرتے؟

آپؐ کی ذات بشری حدود کے اندر سرتا پا رحمت تھی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی ذات پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

سراجاً منیرا۔

اسکے ساتھ ہی ایک اور آیت کا مطالعہ اسی اصول کے پیش نظر ہونا چاہئے۔

سورہ احزاب (33) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾

اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (45) اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کی اجازت سے۔ اور چراغ روشن (46)

یہاں بھی تمام خصوصیات کے لیے مخاطب نبیؐ کی ذات ہے مگر اصل مقصد اللہ کا یہ بتانا ہے کہ یہ سب خصوصیات قرآن کریم کی ہی ہیں۔ قرآن ہی روشن چراغ ہے ہم انسانوں کے لیے بھی۔ اور ہمارے علاوہ اگر کائنات میں اللہ کی کوئی اور مخلوق ہے تو اس کے لیے بھی۔

الم نشرح۔

اس سورہ میں بھی مفسرین اور مترجمین کو غلطی لگی اور ورفعنا لک ذکرک میں یہی سمجھ لیا کہ اللہ نے پیغمبر کا ذکر بلند کر دیا ہے۔ اب اللہ کیا فرما رہے ہے دیکھئے

سورہ الم نشرح (94) أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿١﴾ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ﴿٢﴾ الَّذِي

أَنْقَضَ ظَهْرَكَ ﴿٣﴾ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿٤﴾ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٥﴾ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ﴿٦﴾ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ﴿٧﴾ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿٨﴾

(اے محمدؐ) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ (بے شک کھول دیا) (1) اور تم پر سے بوجھ بھی اتار دیا (2) جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی (3) اور تمہارے لیے ذکر بلند کیا (4) ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے (5) (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے (6) تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو (7) اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوجایا کرو (8)

الفاظ کو غور سے پڑھیں کہ نبیؐ کا کام اور ذمہ داری اللہ نے انتہائی آسان کر دی۔ قرآن نازل کر کے۔ اور نبیؐ کے لیے یہ ضروری نہ ہوا کہ ہر فرد اور ہر قوم کی طرف جائیں اور تبلیغ کریں اور ہر ایک سے ملاقات کریں۔ بلکہ جہاں جہاں قرآن پہنچتا گیا نبیؐ کا فریضہ مکمل ہوتا گیا اور **ورفعنا لک ذکرک** قرآن کو جو کہ نصیحت ہے پھیلا دیا اور اس طرح سے بلند کر دیا۔ نبیؐ کے ذاتی نام یا شخصیت کے بلند کرنے کی کوئی بات یہاں نہیں ہو رہی۔ دلیل یہ کہ ایک تو اس آیت میں "لک" کا حرف زائد ہے اگر نبیؐ کی ذات کا ذکر ہوتا تو لفظ ''**رفعنا ذکرک**'' استعمال ہوتا۔ اور دوسرا آخری دو آیات میں نبیؐ کو ہدایت دی جا رہی ہے کہ جب بھی فارغ ہوں تو اللہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوجائیں۔ جیسا کہ سورہ الزخرف (43) میں واضح کیا گیا۔ وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ ﴿٤٤﴾ اور یہ (قرآن) تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے نصیحت ہے اور (لوگو) تم سے عنقریب پرسش ہوگی (44)

اب عجیب بات ہے کہ اگر آیت نمبر 4 میں ذکر نبیؐ کا بلند ہو رہا ہے اور پھر آخری آیات میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بالکل اسی طرح کا معاملہ ہم نے درود کے باب میں آیت نمبر 44-42 میں اللہ فرما رہے ہیں کہ اے ایمان والو! اللہ کا کثرت سے ذکر کرو اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرو۔ پھر آیت نمبر 43 میں کہا" کہ وہی ذات ہے اور اس کے فرشتے جو لے کر چلتے ہیں (سیدھے راستے کی طرف) تاکہ تمہیں نکالے اندھیروں سے روشنی کی طرف" اب یہاں بھی عجیب معاملہ ہوا کہ پہلے اللہ نے کہا کہ صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو اور پھر کہہ دیا کہ وہ اور اس کے

فرشتے درود وسلام پڑھتے ہیں ایمان والوں پر۔

حالانکہ اللہ تعالی وضاحت کر چکے ہیں کہ فرشتے ہمہ وقت اپنے رب کی حمد وتقدیس بیان کرتے رہتے ہیں اور تھکتے نہیں ہیں۔اس لیے نبیؐ کا کام قرآن کے ذریعے آسان کر دیا گیا۔مگر جب علماء پھسلے ہیں تو انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا اور نبیؐ کی ذات کو پکڑ لیا۔اس طرح سے درود ونعت کی محفلوں اور نبیؐ کے ذکر کو بلند کرنے اور آپؐ کی آل پر درود کے لیے مجالس کا آغاز ہوا۔اور پورے معاشرے پر چھا گیا۔اب ہم میں سے کوئی بھی قرآن کو چنداں اہمیت دینے کے لیے تیار نہیں۔مگر نبیؐ کی شان میں زمین وآسمان کے قلابے اس طرح ملائے گئے ہیں کہ اللہ کی ذات پیچھے رہ گئی ہے۔اور نبیؐ اوران کی آل کا رتبہ کہیں آگے بڑھ گیا ہے۔

شخصیت پرستی۔

توحید دین کا بنیادی ستون ہے۔دین کی عمارت توحید پر ہی استوار ہے اور توحید یہ ہے کہ اس کائنات کا خالق ، مالک اور رازق ایک ہی ہستی ہے اور وہ اللہ ہے۔چونکہ اللہ کی ذات زمان و مکان کی حدود سے ماورا ہے اس لیے ہم اس کی ذات کی کنہ وحقیقت کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکتے اور نہ ہی کسی چیز سے اسے تشبیہ دے سکتے ہیں۔انسانی ذہن چونکہ محدود ہے۔اس لیے وہ خدا کی ہستی کا احاطہ نہیں کرسکتا۔چونکہ یہ کائنات اللہ کی ملکیت ہے اسی لیے وہ تنہا ہی خدا ہونے کا حق دار ہے۔اوراس کی صفات میں کوئی اور شریک نہیں ہے۔اس کی انتہائی خوبصورت وضاحت سورۃ اخلاص ہے۔(112)قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴿١﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿٢﴾ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ﴿٣﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ﴿٤﴾

کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے(1) معبود برحق جو بے نیاز ہے(2) نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا(3) اور کوئی اس کا ہمسر نہیں(4)

شروع دن سے یہی دین کی بنیادی تعلیم تھی اور اس کے بتانے کے لیے ہی انبیاء آتے رہے مگر انسان نے کبھی پتھروں کو معبود بنایا۔کبھی چاندسورج اور ستاروں کو۔اور کبھی انسانوں میں سے ہی بزرگ ہستیوں کو۔اسی لیے انبیاء کرامؑ اللہ واحد کا پیغام لے کر انسانوں تک آتے رہے۔اور انہیں

سمجھاتے رہے کہ چونکہ اللہ ایک ہی ہستی ہے وہی الہ ہے اسی لیے اس کی صفات میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہوسکتا۔

اور جب پیغمبر آخرالزمانؐ تشریف لائے تو ایسی ہی صورتحال تھی کعبہ 360 بتوں کا مسکن تھا اور شرکیہ رسومات کا دور دورہ تھا۔مختلف اہل مذاہب بھی شرکیہ رسومات کی غلاظت میں لتھڑے ہوئے تھے۔تو اللہ تعالی نے نبیؐ کو فرمایا۔

سورہ آل عمران (3) قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾

کہہ دو کہ اے اہل کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے دونوں کے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ۔ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔ اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں (64)

توحید کی بنیادی تعلیم میں یہ دو باتیں بڑی واضح ہیں۔

1۔ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرانا۔

2۔ اللہ کے سوا انسانوں میں سے کارساز (ارباب) نہ ٹھہرانا۔ یعنی ایک تو شرک یہ ہے کہ اللہ کے علاوہ بتوں یا سورج چاند ستاروں کو معبود مقرر کر لیا جائے۔ مگر اس کے ساتھ ہی شرک کی ممانعت اس حد تک کی گئی کہ کوئی بھی اپنے جیسے انسانوں بشمول گزرے ہوئے پیغمبروں کو کچھ معاملات میں حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھے۔

آج اس دور میں بھی قرآن کریم کی واضح تعلیم اور ہدایت کے باوجود لوگوں نے اللہ کے علاوہ بہت سے "ارباب" بنا رکھے ہیں۔ سب سے پہلے تو نبیؐ کو ہی امت شفیع المذنبین، محبوب رب کائنات، وجہ تخلیق کائنات اور اس سے بڑھ کر بہت کچھ سمجھتی ہے۔ یہاں تک کہ اللہ سے دعا مانگ رہے ہوتے ہیں اور اول آخر درود شریف پڑھنے کو قبولیت کی شرط قرار دے دیا گیا ہے۔ جس کا اللہ نے

قطعاً حکم نہیں دیا۔

اس کے بعد چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک فرقہ کی طرف سے اللہ سے بڑھ کر درجہ دیا ہوا ہے۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ہر وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مدد کے خواستگار رہتے ہیں۔ پھر دیگر آئمہ کا سلسلہ چل نکلتا ہے۔ اور پھر ہر فرقے کی بزرگ ہستیوں کا لا متناہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اب تو مساجد میں ان ہستیوں کے فضائل میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیئے جاتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا واضح فرمان ہے۔

سورہ آل عمران (3) مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللّٰـهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰـهِ وَلٰـكِنْ كُوْنُوْا رَبَّانِيِّيْنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَآئِكَةَ وَالنَّبِيِّيْنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾

کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ خدا تو اسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میرے بندے ہوجاؤ بلکہ (اس کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ) تم ربانی ہوجاؤ کیونکہ تم کتابِ (خدا) پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو (79) اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنالو بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اسے زیبا ہے کہ تمہیں کافر ہونے کو کہے (80)

اس سے بڑھ کر اور واضح آیت اور کونسی ہوگی کہ کتاب، نبوت اور حکومت کا حامل بھی لوگوں سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کے نام لیوا ہوجاؤ۔ چہ جائیکہ بعد میں آنے والے بزرگ اس قابل ہوں کہ اللہ کے لکھے کو بدلتے پھریں۔ اور لوگوں کے حاجت روا اور مشکل کشا ٹھہریں۔ نبی تو پھر شخصیت رکھتے ہیں مگر یہاں قرآن نے سختی سے اس تصور کی بیخ کنی کردی کہ کسی فرشتہ کو بھی ارباب بنایا جاسکے۔ اور ساتھ ہی یہ باور کروادیا کہ پچھلی ساری کتابوں سے یہ سلسلہ چلا آرہا ہے اور علماء سابقہ پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں کہ حاجت روا اور مشکل کشا صرف اور صرف اللہ ہی کی ذات ہے۔ اور اس کے علاوہ کسی کو بھی پکارا نہیں جاسکتا۔ مزید اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ توبہ (9) وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اِتَّخَذُوٓا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓا إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

اور یہود کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیحؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی انہیں کی ریس کرنے میں لگے ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں (30) انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا رب بنا لیا۔ حالانکہ اُن کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے (31)

یہود و نصاریٰ اپنے اپنے پیغمبروں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے پیغمبر (معاذ اللہ) اللہ کے بیٹے ہیں اسی لیے وہ اللہ کے مقرب ہیں۔ جیسا کہ فرمایا

سورہ المائدہ (5) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ أَبْنَآءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّآؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں کہو کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمھیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (18)

ان رسولوں کے علاوہ ان لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اور مسیح ابن مریم کو ہی رب بنا لیا۔ اب اللہ نے تو تعلیم یہ دی ہے کہ الٰہ صرف اور صرف ایک ہے۔ بعینہ ہمارے ہاں بھی علماء و مشائخ کے

سلسلے چل نکلے ہیں۔قادر یہ، چشتیہ، سراجیہ، صابر یہ وغیرہ وغیرہ۔اور پھر جدی پشتی گدی نشینوں کے سلسلے چل پڑے اور یہ سب سلسلے عوام الناس کو اللہ اور قرآن سے دور کر کے مزاروں اور درباروں پر لے گئے۔اور قبر والوں کو حاجت روا اور مشکل کشا قرار دے دیا۔اور ایسے ایسے عقائد وضع کر لیے جن کی کوئی سند اللہ تعالی نے نازل نہیں کی۔

بلکہ دیکھا جائے تو شرک کرنے والے چاہے بہت پہلی اقوام سے ہوں یا آج کے جدید دور کے۔ یہ سبھی ہدایت سے کوسوں دور ہوتے ہیں اور گمراہی میں ایک سے بڑھ کر ایک۔جیسا کہ اللہ فرماتے ہیں

سورہ المائدہ(5) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰـهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰـهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰـهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰـهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ہی اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں (ان سے) کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰ بن مریم کو اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے(17)

یعنی جیسا آج لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی ہی اللہ ہیں یا کچھ بزرگ جا کر اللہ کی ہستی میں مل گئے ہیں۔اور فنا فی اللہ ہو گئے ہیں۔اور یا جن کا وصال اللہ کی ذات میں ہو گیا ہے۔اس لیے اللہ تعالی نے ان کو جواب دیا اور پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حضرت علی بھی شہید ہو گئے اور ان کے بیٹے بھی شہید ہو گئے۔اور ان کے خاندان کے دیگر افراد بھی شہید ہو گئے۔مگر نہ تو حضرت علی خود اپنی کوئی مدد کر سکے اور نہ اپنے بیٹے اور خاندان کی کوئی مدد کر سکے۔مگر آج سینکڑوں سال بعد لوگ ان کو مولا علی اور یا علی مدد کہہ کر پکارتے ہیں۔اور اس طرح سے ان کو بھی "رب" بنایا ہوا ہے۔

اللہ تعالی نے شخصیات کو رب بنانے سے منع کیا اور خود قرآن میں نبیؐ کی حیثیت اور اختیار متعین کر

دیا۔اورفرمادیا

سورہ احزاب(33)مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾

محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے(40)

یعنی آیت سے واضح ہے کہ اللہ نے نبیؐ کی نسل آگے نہیں چلائی۔مگر یار لوگوں نے تاریخ کا رخ ہی موڑ دیا اور جو انسانی نسل مرد سے چلتی آرہی تھی۔ نبیؐ کی وفات کے کئی سو سال بعد نبیؐ کی ایک بیٹی سے چلا دی۔اور یوں آل رسول اور اہل بیت کے گھرانے کے تقدس کے نام پر شخصیت پرستی کو دوام بخش دیا۔حالانکہ اگر شخصیات کو ہی دوام بخشا ہوتا تو اللہ کبھی بھی نبیوں کا سلسلہ بند نہ فرماتے۔ بلکہ جاری رکھتے۔

سورہ آل عمران(3) وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

اور محمدؐ تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گزرے ہیں بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ (یعنی مرتد ہو جاؤ گے؟) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا تو اللہ کا کچھ نقصان نہ کر سکے گا اور اللہ شکر گزاروں کو (بڑا) ثواب دے گا(144)

یہ آیت بڑی حقیقت بیان کر رہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ کا دین شخصیات کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔اور یہ بھی وضاحت ہو گئی کہ دین کا تنہا ماخذ ذات خداوندی یعنی اللہ تعالی ہی ہے۔جس نے دین ہمیں الہامی کتابوں کے ذریعے دیا۔اور آخری پیغام قرآن کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا بلکہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھائی۔اور رسولوں کا کام صرف پیغام کا پہنچا دینا ہی ہے۔اس لیے فرمایا کہ اگر محمدؐ نہ رہیں تو یہ مطلب نہیں کہ اللہ کا سارا پروگرام ہی ختم ہو جائے۔ بلکہ اللہ تو رب العلمین ہے۔

مگر ہمارے ہاں نبیؐ کا مقام ومرتبہ اللہ سے بھی بڑھا دیا گیا۔ اور لوگوں نے دین کا ماخذ نبیؐ کی ذات کو قرار دیا۔ اور اس کے بعد فرقہ پرستوں نے نبیؐ کو محبوب رب کائنات، اور وجہ تخلیق کائنات جیسے القابات دیئے۔ اس طرح سے جب نبیؐ کی ذات کو دین کا ماخذ قرار دیا گیا تو اقوال رسول جو لاکھوں کی تعداد میں تھے وہ رسول اللہ کی طرف منسوب تھے وہ دین میں حجت قرار پائے۔ اور یوں دین کا منبع ومرجع قرار دیئے گئے۔ اس طرح سے توجہ قرآن کریم سے مکمل طور پر ہٹا دی گئی اور ساری امت روایات میں کھو گئی۔

<u>سنت</u>۔

اللہ تعالی نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے وہ لوگوں کو اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے تھے۔ آخری نبی محمدؐ بھی ایسا ہی کرتے رہے۔ آپؐ نے وحی بھی لوگوں تک پہنچائی۔ راہ حق میں مشکلات بھی برداشت کیں۔ جہاد بھی کیئے۔ ہجرت بھی کی۔ اور ان سب کے ساتھ نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور قربانی کی صورت میں عبادات بھی سرانجام دیں۔ آپؐ کی زندگی کا سارا محور دین الہی ہی تھا۔

بنیادی طور پر نبیؐ کا فریضہ لوگوں کو اللہ کے ساتھ جوڑنا (Connect) ہوتا ہے۔ اور بنیادی اخلاقیات چونکہ وحی کی تعلیم کے اندر موجود ہوتی ہے اس لیے ہر شخص کو اس پر عمل پیرا ہونا ہوتا ہے۔ اب ہمارے یہ عجیب مسئلہ در آیا کہ سنت کے نام سے لوگوں نے بشری تقاضے (جو کہ ہر انسان کے مختلف ہوتے ہیں۔) نقل کرنا شروع کیئے۔ یعنی دین کی اصل چھوڑ کر ظاہری شباہت کو نقل کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً رسولؐ اللہ پگڑی پہنتے تھے۔ آپ کی داڑھی بھی تھی۔ آپؐ کس طرح چلتے تھے۔ کس طرف رخ کر کے سوتے تھے۔ کونسی چیز آپؐ کو کھانے میں پسند تھی۔ اور کونسی آپؐ ناپسند کرتے تھے۔

اس طریقے سے لوگوں نے آپؐ کی طرف منسوب کر کے مختلف طرح کی پگڑیاں پہننا شروع کیں اور مختلف سٹائل کی داڑھیاں رکھنا شروع کر دیں۔ بلکہ ان چیزوں کی وجہ سے فرقہ کی پہچان بھی آسان ہو جاتی ہے۔ آہستہ آہستہ دین سارا ایسی چیزوں کے گرد گھومنے لگا۔ اب لوگوں نے زندگی

کے معاملات تو اپنی خواہشات کے مطابق چلانے شروع کر دیئے اور صرف ظاہری شباہت کی حد تک دین پر عمل کرنے لگے۔ اب مشکل یہ آن پڑی کہ وقت اور زمانے کے گزرنے کے ساتھ بعض چیزوں پر عمل مشکل ہوگیا۔ جیسے نبیؐ نے خچر پر سفر کیا۔ مگر آج کے دور میں یہ ناممکن ہوگیا۔ اب یہی علماء بڑی بڑی گاڑیوں اور جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔ اسی طرح نبیؐ نے تصویر بنانے سے منع کیا (بقول علماء)۔ مگر آج دنیا میں شناختی کارڈ کے بغیر رہنا ناممکن ہوگیا۔ پھر کہا گیا کہ نبیؐ ہمیشہ پائنچہ اوپر اٹھا کر رکھتے تھے اور ایک گروہ کے ہاں نیچا پائنچہ رکھنے سے نماز ہی قبول نہیں ہوتی۔ مقام حیرت ہے کہ پوری تاریخ سے عرب کلچر کا جو لمبا سا لباس (ثوب) چلا آرہا ہے اس میں پائنچہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ اور نماز پڑھتے وقت اسے اوپر کیا ہی نہیں جا سکتا۔ اور میرا یہ ذاتی مشاہدہ ہے کہ آج بھی عرب کے لوگ اس بات کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تکبر کی نشانی ہے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہمیشہ سے تکبر کی نشانی مال اور اولاد رہی ہے۔ آج ویسے بھی دور بدل چکا ہے تکبر کے لیے بڑی بڑی گاڑیاں، اعلیٰ قسم کے موبائل و دیگر کئی سٹیٹس سمبلز موجود ہیں۔ جن کو ہمارے بہت سے علماء خود بھی اپنائے ہوئے ہیں۔

ویسے بھی مذہبی پیشوائیت عیسائیت یہودیت کی ہو یا مسلمانوں کی، ان سب کے ہاں انسانی مادی ترقی حرام ہوتی ہے۔ جب گلیلیو نے زمین کے گھومنے کا اعلان کیا تو اسے پادری حضرات کی سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ اور نتیجتاً اسے معافی مانگنا پڑی۔ اسی طرح رائٹ برادران (جہاز کے موجد) کا والد بھی پادری تھا۔ ایک نشست میں اس نے کہا کہ بس انسان نے جتنی ترقی کرنا تھی کر لی۔ اس پر رائٹ برادران نے اپنے والد سے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ انسان ایک دن اڑنا سیکھ لے۔ اس پر ان کے والد نے کہا کہ تم دنیا کے بے وقوف ترین آدمی ہو۔ مگر انہی دو بھائیوں نے دنیا کا سب سے پہلا جہاز بنا ڈالا۔ ہمارے ہاں لاؤڈ سپیکر اس کی اعلیٰ قسم کی مثال ہے۔ جب نیا نیا آیا تو اس میں نماز قبول ہی نہیں ہوتی تھی۔ مگر زمانے نے اپنے زور پر اسے منوالیا۔ اب مساجد کے بلند و بالا میناروں پر بڑی بڑی جسامت کے لاؤڈ سپیکر ہمارا منہ چڑاتے ہیں۔ اسی طرح ٹی وی، کیمرہ، موبائل وغیرہ وغیرہ کی مثالیں موجود ہیں۔

ہمارے معاشرے میں سنت کا لفظ صرف ذاتی پسند یا ناپسند تک رکھا گیا ہے۔جن میں شادی بیاہ کی رسومات اور وفات کی رسومات ہیں۔یعنی ہمارے لوگوں نے زندگی میں اتنی لچک رکھی ہے کہ جہاں تک معاملہ اپنی پسند سے کرنا آسان ہوتو سنت پرعمل ہوجاتا ہے۔اور جہاں اپنی پسند اور اپنی خواہشات میں سنت رکاوٹ ہوتو اس کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔مثال کے طور پر رشتہ کرتے وقت لڑکے کی داڑھی کو بطور سنت کے بہت اچھا سمجھا جاتا ہے۔مگر مایوں،مہندی،شادی،ولیمہ میں یہ ساری رسومات ہندوانہ طرز پر انجام دی جاتی ہیں۔اور سنت اور کتاب اللہ کے بنیادی احکام سے روگردانی کی جاتی ہے۔اور ساری رسومات میں اسراف وتبذیر کا ہی غلبہ ہوتا ہے۔

اسی طرح سے لوگوں نے یہ سنتیں تو اختیار کر لیں کہ رسولؐ اللہ کیسے اٹھتے تھے، کیسے چلتے تھے اور کیسے کھاتے پیتے تھے۔مگر ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، منافع خوری،ٹیکس چوری، جھوٹ، حرص وہوس،لین دین میں بے قاعدگی کو زندگی سے نکال دیا اور خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ صرف اوپر والی سنتیں پوری کرنے سے ہی ہم جنت کے حقدار ٹھہر گئے۔

جن معاملات میں لوگوں نے رسول اللہ کو ماڈل بنایا۔اللہ کا منشا ہی نہ تھا کہ لوگوں کو ان میں پابند کیا جائے۔یہ سب بشری تقاضے ہیں۔اگر نبیؐ کے دور میں جہاز ہوتا تو آپ ضرور اس میں سفر کرتے۔ اگر آپؐ کے دور میں کیمرا ہوتا۔تو آپؐ ضرور تصویر بنواتے۔اللہ تعالی نے مادی ترقی سے کبھی بھی نہیں منع کیا۔بلکہ یہ اللہ تعالی کا عطا کردہ علم ہی ہے کہ آج ہر شعبہ میں انقلاب برپا ہے۔آج ہم بے شمار بیماریوں سے محفوظ رہتے ہیں تو اسی ٹیکنالوجی کی مدد سے۔اس کے مظاہر ہم دن رات اپنے ہسپتالوں میں دیکھ سکتے ہیں۔کس طرح سے پہلے چار ماہ کے بچے کو ماں کے پیٹ کے اندر ہی گائنا کالوجسٹ دیکھنا شروع کر دیتی ہے۔اور ہارٹ اٹیک کے مریض کس طرح سے ہسپتال پہنچنے پر اسٹنٹ یا دیگر چیزوں کی مدد سے بچ جاتے ہیں۔آپ اللہ تعالی کی قدرت کا انتظام دیکھئے کہ دل کے بائی پاس کے لیے استعمال ہونے والی نالی اللہ تعالی نے پہلے ہی دن سے سپیئر میں انسانی ٹانگ میں رکھ دی تھی۔اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم اس کی نعمتوں کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالی نے ہر انسان کو دوسرے سے مختلف بنایا ہے۔اللہ کا مقصد روبوٹ بنانا نہیں تھا۔کسی کو بڑا

گوشت پسند ہے کسی کو چھوٹا۔کوئی کدو کھانا پسند کرتا ہے اور کوئی شلجم۔اسی طرح شادی کا معاملہ ہو تو لڑکی اور لڑکے دونوں کی جانب سے پسند کے پیمانے اور تقاضے مختلف ہو سکتے ہیں۔ایک آدمی کو ہلکی داڑھی بھلی لگتی ہے تو کس طرح اسے مجبور کیا جا سکتا ہے کہ وہ اسے لمبا کرے۔جب کہ اللہ نے واضح طور پر فرما دیا۔

سورہ اعراف (7) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰـهِ الَّتِيْ أَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۚ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص ان ہی کا حصہ ہوں گی۔اسی طرح اللہ اپنی آیتیں سمجھنے والوں کے لیے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے (32)

اسوۂ حسنہ۔

اس سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے لیے نبیؐ کی ذات میں نمونہ ہے۔اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ نبیؐ کی زندگی کی ہر ہر حرکت انہوں نے ویسے ہی سرانجام دینی ہے یعنی کھانا پینا، سونا جاگنا اور ظاہری شباہت وغیرہ۔تو اس کے لیے جو آیت پیش کی جاتی ہے وہ سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی جاتی ہے۔اور نہ ہی اس کا یہ مفہوم نکلتا ہے جو ہمارے ہاں پیش کیا جاتا ہے۔ہم کچھ آیات پہلے سے سیاق بھی دیکھتے ہیں۔

سورہ احزاب (33) أَشِحَّةً عَلَيْكُمْ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ إِلَيْكَ تَدُوْرُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِأَلْسِنَةٍ حِدَادٍ أَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ۚ أُولٰـئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَأَحْبَطَ اللّٰـهُ أَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰـهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْأَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا وَإِنْ يَّأْتِ الْأَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْأَعْرَابِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ أَنْبَائِكُمْ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قَاتَلُوْا إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ

اللّٰـهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰـهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰـهَ كَثِيرًا ﴿٢١﴾

(یہ اس لئے کہ) تمہارے بارے میں بخل کرتے ہیں۔ پھر جب ڈر (کا وقت) آئے تو تم ان کو دیکھو کہ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں (اور) اُن کی آنکھیں (اسی طرح) پھر رہی ہیں جیسے کسی کو موت سے غشی آ رہی ہو۔ پھر جب خوف جاتا رہے تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں زبان درازی کریں اور مال میں بخل کریں۔ یہ لوگ (حقیقت میں) ایمان لائے ہی نہ تھے تو اللہ نے ان کے اعمال برباد کر دیئے۔ اور یہ اللہ کو آسان تھا (19) (خوف کے سبب) خیال کرتے ہیں کہ فوجیں نہیں گئیں۔ اور اگر لشکر آ جائیں تو تمنا کریں کہ (کاش) گنواروں میں جا رہیں (اور) تمہاری خبر پوچھا کریں۔ اور اگر تمہارے درمیان ہوں تو لڑائی نہ کریں مگر کم (20) تم کو پیغمبر خدا کی پیروی (کرنی) بہتر ہے (یعنی) اس شخص کو جسے اللہ (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی اُمید ہو اور وہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو (21)

آیت بتا رہی ہے کہ اس کا خطاب منافقین سے ہے۔ اور انہیں کہا جا رہا ہے کہ جس طرح پامردی اور ہمت و استقامت سے نبی کریمؐ نے خطرات کا مقابلہ کیا تو تم نے اس طرح سے اس نمونے کی پیروی کیوں نہ کی۔ اور اس قدر بزدل اور ڈرپوک بنے رہے۔

اس کے علاوہ سورہ ممتحنہ میں دو مرتبہ اسی اسوہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے جو کہ ابراہیمؑ کے متعلق ہے سورہ ممتحنہ (60): قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰـهِ كَفَرْنَا بِكُمْ (4)

(مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیمؑ میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں۔ (4)

اس لیے نبیؐ کریم ہوں یا دیگر انبیاءؑ، جو کام بحد بشریت انہوں نے سرانجام دیئے، جیسے گھروں میں رہنا یا بازاروں میں خرید و فروخت اور کھانا پینا۔ تو ان اعمال کی پیروی کو نمونہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ انبیاءؑ نے جو کام بطور رسالت سرانجام دیئے۔ ان کو اپنانے، ان جیسا تقوی، بزرگی، پاکبازی،

درویشی اختیار کرنے کو ہی اسوۂ حسنہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

اس لیے حق بات یہی ہے کہ قرآن کریم پر سمجھ کر عمل کیا جائے اور اس کی تعلیمات کو عام کیا جائے۔ اور جن باتوں پر اللہ نے ہمیں پابند نہیں کیا تو ان کو رائج کر کے زندگی کو تنگ نہ بنایا جائے۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر روایات کو چھوڑا جائے تو نماز کیسے پڑھیں اور زکوٰۃ اور حج عمرہ کے مناسک اور دیگر عبادات کیسے ادا کریں۔ ان لوگوں کی خدمت میں عرض ہے کہ شریعت شروع دن سے ایک ہی چلی آ رہی ہے۔ عبادات کے بنیادی احکام سب سے پہلے پیغمبر کو ہی عطا کر دیئے گئے تھے۔ یعنی جب آدمؑ زمین پر اترے تو ساتھ ہی وحی اور کتاب کا سلسلہ شروع ہو گیا پھر نوحؑ اور ابراھیمؑ کو تفصیلی احکام دیئے جاتے رہے۔ جب ابراھیمؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تو دعا کی ربنا ارنا مناسکنا۔ تو یہ سارے مناسک ان کو بتا دئے گئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور پیغمبر وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ جو کہ ان احکامات میں ضروری ترمیم کرتے رہے۔

نماز کی ادائیگی تو ابراھیمؑ نے بھی کی اور پھر کہا رب جعلنی مقیم الصلوۃ و من ذریتی۔ پھر موسیٰؑ کو اللہ نے حکم دیا اقم الصلوۃ لذکری۔ تو یہ پہلے پیغمبر بھی نماز پڑھتے ہی رہے۔ کس قدر حیرانی کی بات ہے کہ دین کا آغاز پہلے دن سے ہوا اور بنیادی احکام آخری نبیؐ کو دیئے جائیں؟

مکے والے سب سمجھتے تھے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا کیا مفہوم ہے۔ اسی لیے ان سے متعلق انہوں نے کوئی سوال ہی نہیں کیا۔ یعنی بنیادی عبادات کے طریقے شروع سے چلے آ رہے ہیں۔ اور ایسا نہیں ہوا کہ محمدؐ آئے تو نماز شروع ہوئی۔ اور حج عمرہ کی ادائیگی شروع ہوئی۔

اب جو صورت نماز کی ہے تو اس کی بنیاد روایات وفقہ ہیں۔ ہر فرقہ کی نماز علیحدہ ہے اور ہر فرقہ یہ قیاس کرتا ہے کہ اس کی نماز بعینہ وہی ہے جو محمدؐ رسول اللہ کی نماز تھی۔ اب غیر جانبداری سے تو اس کا تعین ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے یہ سمجھنا بہت ضروری ہے کہ عبادات کے طریقے کو فکس کرنا وحی کا مقصد نہ تھا۔ آپ 2 رکعت پڑھیں یا 10 رکعت۔ مقصد یہ ہے کہ آپ کا سر مقررہ اوقات میں صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی میں جھکے۔ اور اس کے ساتھ کسی اور کا نام نہ لیا جائے۔ کسی اور کو نہ پکارا جائے۔ کسی اور کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھا جائے۔ یعنی کسی کو بھی اللہ کی

بندگی میں شریک نہ کیا جائے۔

اس لیے دین میں اس چیز کی اہمیت نہیں کہ نبیؑ نے اپنے رکوع وسجود میں کیا پڑھا ہے۔ بلکہ اہمیت اس چیز کی ہے کہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اس لیے کوئی کسی بھی طریقے سے اللہ کی عبادت کررہا ہے کم یا زیادہ۔ یہ فرد اور اس کے رب کا ذاتی معاملہ ہے۔ اللہ تعالی بڑی ہی وسعتوں والا ہے۔ صرف آپ کے پائنچے کے اوپر یا نیچے ہونے سے آپ کی عبادت رد نہیں کرنے والا۔ اور نہ ہی رفع یدین کرنے یا نہ کرنے سے اور ہاتھ باندھنے یا کھولنے سے آپ کا اپنے سامنے کھڑا ہونا قبول نہیں کرے گا۔ انسان ایک کمزور مخلوق ہے اور اپنے رب کی بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اس لیے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی عبادات کو قبول فرمائے۔ اور ہمیں سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے۔

امت کے بہت سے فرقے ماضی کی وجود سے زندہ ہیں، پچھلے لوگ، پرانے بزرگ، پرانی کتابیں، کبھی نبیؑ کے نام پر، کبھی اس کی آل کے نام پر، کبھی اولیائے کرام کے نام پر، ان سب چیزوں کو تقدس کا درجہ دیا اور اندھی عقیدت کے نام پر ماضی کی پوجا شروع کردی۔

حالانکہ اللہ تعالی نے ماضی کے تمام بوجھ ہم سے ہٹا دیئے۔

سورہ البقرہ (2) تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٤﴾

یہ جماعت گزر چکی۔ ان کو اُن کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا)۔ اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرُسش تم سے نہیں ہوگی (134)

یہی بات آیت نمبر 141 میں دوبارہ فرمادی۔

گزرے لوگوں کی بابت ہم سے پوچھا ہی نہیں جانا تو پھر کیوں ان کو رب بنایا جائے۔ یا ان کی پوجا کی جائے۔ قرآن کریم دے کر اللہ نے انسانوں پر یہ عظیم احسان کیا اور پچھلے سارے بوجھ ہم سے ہٹا دیئے اور ہر انسان کو اس کے ذاتی اعمال کا مکلف ٹھہرایا۔

باب نہم

درود شریف کی حقیقت۔

ہمارے ہاں درود شریف کی بہت زیادہ اہمیت بیان کی جاتی ہے۔ اور اس کے بے شمار فضائل بیان کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرض نماز کے بعد دعا کے لیے بھی اول آخر درود پڑھا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ جو اعمال وغیرہ کئے جاتے ہیں ان میں بھی اول آخر کسی بھی مقدار میں درود پڑھا جاتا ہے۔ اس کی بنیاد قرآن کریم کی آیت ہے۔ سورہ احزاب (33) إِنَّ اللّٰـهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

اس کا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے۔

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں۔ مومنو! تم بھی ان پر دُرود اور سلام بھیجا کرو (56)

یہی الفاظ آیت نمبر 43 میں بیان ہوئے ہیں جن میں اللہ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے ایمان والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ ان آیات کا مطلب ہم ان کے مقام پر بیان کریں گے۔ لیکن میرے خیال میں درود کا مفہوم درست سمجھنے کے لیے سورہ احزاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

سورہ احزاب میں نبی کریمؐ اور ایمان والوں کے لیے بہت سے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ ان احکامات کو ترتیب سے دیکھتے ہیں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 1۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰـهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِيْنَ وَالْمُنَافِقِيْنَ ۗ إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١﴾

اے پیغمبر اللہ سے ڈرتے رہنا اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے (1)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 2۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰى إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿٢﴾

اور جو (کتاب) تم کو تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اُسی کی پیروی کئے جانا۔

بے شک اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے(2)

سورہ احزاب(33) آیت نمبر3۔وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰـهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰـهِ وَكِيلًا ﴿٣﴾

اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔اور اللہ ہی کارساز کافی ہے(3)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 4۔مَا جَعَلَ اللّٰـهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ ۚ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِي تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللّٰـهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ﴿٤﴾

اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں بنائے۔اور نہ تمہاری عورتوں کو جن کو تم ماں کہہ بیٹھتے ہو۔ تمہاری ماں بنایا۔اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا۔ یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔اور اللہ تو سچی بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے(4)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 5۔ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰـهِ ۚ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰـهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥﴾

مومنو! لے پالکوں کو اُن کے (اصلی) باپ کے نام سے پکارا کرو۔کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے۔اگر تم کو اُن کے باپ کا نام معلوم نہ ہو۔تو دین میں وہ تمہارے بھائی اور دوست ہیں اور جو بات تم سے غلطی سے ہوگئی ہو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔لیکن جو قصد دل سے کرو (اس پر مواخذہ ہے)۔اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے(5)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 6۔اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰـهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلٰى أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا ۚ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿٦﴾

پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اور رشتہ دار آپس میں کتاب اللہ کے رُو سے مسلمانوں اور مہاجروں سے ایک دوسرے (کے ترکے) کے زیادہ حقدار ہیں۔مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے احسان کرنا چاہو۔(تو اور بات

ہے)۔یہ حکم کتاب یعنی (قرآن) میں لکھ دیا گیا ہے(6)

ان 6 آیات کے بعد 2 رکوع ہیں جن میں جنگ احزاب (خندق) کے حوالے سے کچھ واقعات بیان ہوئے ہیں جہاں جماعت مومنین کا ذکر ہے اور اس کے ساتھ منافقین کے رویوں کا ذکر ہے۔ اس کے بعد پھر سے سلسلہ معاشرتی احکام پر آ کر جڑ تا ہے۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 28۔يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٢٨﴾

اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت وآرائش کی خواستگار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ مال دوں اور اچھی طرح سے رخصت کر دوں (28)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 29۔وَإِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَإِنَّ اللّٰـهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٢٩﴾

اور اگر تم اللہ اور اس کے پیغمبر اور آخرت کے گھر (یعنی بہشت) کی طلبگار ہو۔تو تم میں جو نیکی کرنے والی ہیں اُن کے لئے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے(29)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 30۔يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰـهِ يَسِيرًا ﴿٣٠﴾

اے پیغمبر کی بیویو! تم میں سے جو کوئی صریح بے حیائی کی حرکت کرے گی۔اس کو دوگنا سزا دی جائے گی۔اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے(30)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 31۔وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰـهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ﴿٣١﴾

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور نیک عمل کرے گی۔اس کو ہم دوگنا ثواب دیں گے اور اس کے لئے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے (31)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 32۔يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ﴿٣٢﴾

اے پیغمبر کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو کسی (اجنبی شخص سے) نرم نرم باتیں نہ کیا کرو۔ تاکہ وہ شخص جس کے دل میں کسی طرح کا مرض ہے کوئی امید (نہ) پیدا کر لے۔ اور ان سے دستور کے مطابق بات کیا کرو (32)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 33۔ وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللّٰـهَ وَرَسُوْلَهُ ج إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰـهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿٣٣﴾

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور جس طرح (پہلے) جاہلیت (کے دنوں) میں اظہار تجمل کرتی تھیں اس طرح زینت نہ دکھاؤ۔ اور نماز پڑھتی رہو اور زکوٰۃ دیتی رہو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرتی رہو۔ اے (پیغمبر کے) اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔ (33)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 34۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰـهِ وَالْحِكْمَةِ ج إِنَّ اللّٰـهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿٣٤﴾

اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور حکمت (کی باتیں سنائی جاتی ہیں) ان کو یاد رکھو۔ بے شک اللہ باریک بیں اور باخبر ہے (34)

اس کے بعد اللہ تعالی نے ان لوگوں کی چند خصوصیات کا ذکر کیا ہے جن کے لیے اس نے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے وہ خصوصیات درج ذیل ہیں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 35۔ إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰـهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰـهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٣٥﴾

(جو لوگ اللہ کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور

مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے (35)

اس کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ جو قرآن نے درج کیا اور اس کی حکمت یہ بتائی کہ عرب کلچر کی ایک جاہلانہ رسم جس میں وہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کو ناپسند کرتے تھے۔ مگر اللہ چاہتا تھا کہ یہ قبیح رسم بھی ختم ہو جائے۔ اور اس کے لیے نبیؐ کو ہی اللہ نے مثال بنایا۔ اور فرمایا کہ لوگ کیا کہتے ہیں اور منہ سے کیا کچھ نکالتے ہیں۔ ان کی طرف توجہ مت کرو۔ بلکہ جو اللہ کا حکم ہے اس پر عمل کرو۔ دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 36۔ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ﴿٣٦﴾

اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہ ہو گیا (36)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 37۔ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُولًا ﴿٣٧﴾

اور جب تم اس شخص سے جس پر اللہ نے احسان کیا اور تم نے بھی احسان کیا (یہ) کہتے تھے کہ اپنی

بیوی کو اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈرو۔ اور تم اپنے دل میں وہ بات پوشیدہ کرتے تھے جس کو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے۔ حالانکہ اللہ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اس سے (کوئی) حاجت (متعلق) نہ رکھی (یعنی اس کو طلاق دے دی)۔ تو ہم نے تم سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مومنوں کے لئے ان کے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (کے ساتھ نکاح کرنے کے بارے) میں جب وہ ان سے اپنی حاجت (متعلق) نہ رکھیں (یعنی طلاق دے دیں) کچھ تنگی نہ رہے۔ اور اللہ کا حکم واقع ہو کر رہنے والا تھا (37)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 39-38۔ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰـهُ لَهُ سُنَّةَ اللّٰـهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللّٰـهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ﴿٣٨﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰـهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰـهَ وَكَفٰى بِاللّٰـهِ حَسِيْبًا ﴿٣٩﴾

پیغمبر پر اس کام میں کچھ تنگی نہیں جو اللہ نے ان کے لئے مقرر کر دیا۔ اور جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان میں بھی اللہ کا یہی دستور رہا ہے۔ اور اللہ کا حکم ٹھہر چکا ہے (38) اور جو اللہ کے پیغام (جوں کے توں) پہنچاتے اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور اللہ ہی حساب کرنے کو کافی ہے (39)

اب ظاہر ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ نبیؐ کے اصلی بیٹے نہیں تھے۔ بلکہ آپؐ نے ان کو منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ لیکن جیسا کہ آیت نمبر 4 میں اللہ نے واضح کر دیا کہ لے پالک اصلی بیٹا نہیں ہوتا۔ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اس لیے ان کو ان کے اصلی باپ کی نسبت سے پکارو۔ اور نبیؐ کی پوزیشن اللہ نے اس آیت میں واضح کر دی کہ آپؐ تو کسی مرد کے باپ نہیں ہیں یعنی اللہ تعالی نے آپؐ کی نسل آگے نہیں چلائی۔ دیکھئے قرآن کریم کی اگلی آیت۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 40۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰـكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰـهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَكَانَ اللّٰـهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٤٠﴾

محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے (40)

یہ تمام معاشرتی احکامات دے کر اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی معاشرتی زندگی بھی سنور جائے اور آخرت بھی سنور جائے۔اور یہ احکامات چونکہ اللہ کا خاص انعام ہیں اسی لیے اللہ تعالی نے مسلمانوں کو یہ نصیحت کی کہ

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 42-41۔یا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿٤١﴾ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ﴿٤٢﴾

اے اہل ایمان اللہ کا بہت ذکر کیا کرو(41)اور صبح اور شام اس کی پا کی بیان کرتے رہو(42)

ان تمام احکامات کے بعد اب آتی ہے وہ آیت جس کا مطلب مفسرین نے درود یا رحمت لیا ہے۔پہلے آیت ملاحظہ کرتے ہیں اس کے بعد اسکا مفہوم سمجھتے ہیں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 43۔هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَآئِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾

وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی۔تاکہ تم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے۔اور خدا مومنوں پر مہربان ہے(43)

یہ عام ترجمہ کیا جاتا ہے اس آیت کا۔اور وہ لفظ جس کا ترجمہ رحمت یا درود کیا جاتا ہے وہ اس آیت میں ہے(يُصَلِّي)ص۔ل۔و، اور اس مادہ کے ساتھ یہ لفظ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔جیسا کہ یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ عربی زبان میں ایک لفظ کے کئی کئی معانی ہوتے ہیں۔اور سیاق و سباق میں ان کا استعمال یہ واضح کرتا ہے کہ کسی مقام پر کوئی لفظ کن معنوں میں استعمال ہو رہا ہے۔مثلاً ضَرَبَ کا معنی ہے اس نے مارا۔ضرب مارنے کو کہتے ہیں۔مگر جب اللہ فرماتے ہیں ضرب اللہ مثلاً تو اس کا یہ معنی نہیں کیا جائے گا کہ اللہ مثال مارتے ہیں۔بلکہ یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالی مثال بیان فرماتے ہیں۔

اسی طرح یصلی سے صلوۃ،صلوۃ کے معنی نماز،رحمت،دعا،پیچھے پیچھے چلنا،داخل کرنا،لے کر چلنا وغیرہ آتے ہیں۔نماز،رحمت یا دعا کے معنی معروف ہیں لیکن لے کر چلنا کے معنوں کی کچھ مثالیں ہم قرآن سے دیکھتے ہیں۔

سورہ الحاقہ (69)۔ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿٣١﴾

(حکم ہوگا کہ) اسے پکڑلو اور طوق پہنادو (30) پھر دوزخ کی آگ میں لے چلو (31)

سورۃ اللیل (92) فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾

سو میں نے تم کو بھڑکتی آگ سے متنبہ کر دیا (14) اس میں وہی داخل ہوگا جو بڑا بدبخت ہے (15)

سورہ یسین (36) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٦٤﴾

یہی وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے (63) (سو) جو تم کفر کرتے رہے ہو اس کے بدلے آج اس میں داخل ہو جاؤ (64)

سورہ انفطار (82) وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿١٥﴾

اور بدکردار دوزخ میں (14) (یعنی) جزا کے دن اس میں ہانکے جائیں گے (15)

آغاز سورہ کے بیان کئے گئے احکامات اور تصریحات بالا کی روشنی میں اب دیکھئے ترجمہ آیت نمبر 43 کا۔

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿٤٣﴾

وہی اللہ ہے جو تمہیں (سیدھے راستے پر) چلاتا ہے اور اس کے فرشتے۔ تاکہ تم کو اندھیروں (جہالت) سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جائے۔ اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔

- "علیٰ" حرف جر ہے اور "کم" جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ علیٰ کا مطلب "پر" ہوتا ہے لیکن حرف جارہ موجود عبارت کا مطلب واضح کرتے ہیں۔ علیٰ "کے لیے" بھی استعمال ہوتا ہے۔ دیکھئے مثال

سورہ التوبہ (9) خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿١٠٣﴾

ان کے مال میں سے صدقہ قبول کرلو کہ اس سے تم ان کو (ظاہر میں بھی) پاک اور (باطن میں بھی) پاکیزہ کرتے ہو۔ اور ان کے لیے دعائے خیر کرو کہ تمہاری دعا ان کے لیے موجب تسکین ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے (103)

اب یہاں لفظ **"صل علیھم"** واضح ہے کہ ان کے لیے دعا فرمایئے۔

سورہ احزاب آیت نمبر 43 کا یہ حصہ کہ اللہ تعالی نکالتا ہے جہالت کی تاریکیوں سے نور کی طرف۔ تو یہ صرف کتاب یعنی قرآن کریم کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

سورہ ابراھیم (14) **الرٰ ج كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ﴿١﴾**

الرٰ ۔ (یہ) ایک (پُرنور) کتاب (ہے) اس کو ہم نے تم پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے (جہالت) سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ (یعنی) ان کے پروردگار کے حکم سے غالب اور قابل تعریف (اللہ) کے راستے کی طرف (1)

سورہ المائدہ (5) **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ ج قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ﴿١٥﴾**

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر (آخرالزماں) آ گئے ہیں کہ جو کچھ تم کتاب (الٰہی) میں سے چھپاتے تھے وہ اس میں سے بہت کچھ تمہیں کھول کھول کر بتا دیتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصور معاف کر دیتے ہیں بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آ چکی ہے (15)

سورہ الحدید (57) **هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ م بَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ج وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٩﴾**

وہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں نازل کرتا ہے تا کہ تم کو (جہالت کے) اندھیروں میں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لائے۔ بے شک اللہ تم پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے (9)

اس تمام کے بعد آپ دیکھئے سورہ طلاق میں پہلے اللہ تعالیٰ نے طلاق کے بارے میں اہم احکامات دیئے ہیں اور پھر فرمایا

سورہ طلاق (65) أَعَدَّ اللّٰـهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فَاتَّقُوا اللّٰـهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا ج قَدْ أَنْزَلَ اللّٰـهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَسُولًا يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيَاتِ اللّٰـهِ مُبَيِّنَاتٍ لِيُخْرِجَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوْرِ ج وَمَنْ يُؤْمِنْ م بِاللّٰـهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا قَدْ أَحْسَنَ اللّٰـهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾

اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو اے ارباب دانش! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اللہ نے تمہارے پاس نصیحت (کی کتاب) بھیجی ہے (10) (اور اپنے) پیغمبر (بھی بھیجے ہیں) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیتیں پڑھتے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہیں ان کو (جہالت کے) اندھیرے سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لے آئیں اور جو شخص ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا ان کو باغ بہشت میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ابدالآباد ان میں رہیں گے۔ اللہ نے ان کو خوب رزق دیا ہے (11)

اب آتے ہیں دوبارہ اسی سلسلہ کلام یعنی سورہ احزاب میں بیان کردہ احکامات کی طرف۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 47-44۔ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ج وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيْمًا ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللّٰـهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِأَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰـهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾

جس روز وہ اس سے ملیں گے ان کا تحفہ (اللہ کی طرف سے) سلام ہوگا اور اس نے ان کے لئے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے (44) اے پیغمبر! ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (45) اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغ روشن (46) اور مومنوں کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہوگا (47)

پہلے ہم یہ واضح کر چکے ہیں کہ یہاں بیان کردہ صفات کا مقصد وحی، رسالت اور قرآن کریم ہے۔ نہ کہ نبیؐ کی ذاتی شخصیت۔

اب مزید احکامات ملاحظہ کریں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 48۔ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيلًا ﴿٤٨﴾

اور کافروں اور منافقوں کا کہا نہ ماننا اور نہ ان کے تکلیف دینے پر نظر کرنا اور اللہ پر بھروسہ رکھنا۔ اور اللہ ہی کارساز کافی ہے (48)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 49۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ﴿٤٩﴾

مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کر کے ان کو ہاتھ لگانے (یعنی ان کے پاس جانے) سے پہلے طلاق دے دو تو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔ ان کو کچھ فائدہ (یعنی خرچ) دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دو (49)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 50۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي اٰتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٥٠﴾

اے پیغمبر! ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیئے ہیں حلال کر دی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مال غنیمت) دلوائی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموؤں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ وطن چھوڑ کر آئی ہیں (سب حلال ہیں) اور کوئی مومن عورت اگر اپنے تئیں پیغمبر کو بخش دے (یعنی مہر لینے کے بغیر نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر بھی ان سے نکاح کرنا چاہیں

(وہ بھی حلال ہے لیکن) یہ اجازت (اے محمدؐ) خاص تم ہی کو ہے سب مسلمانوں کو نہیں۔ ہم نے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو (مہر واجب الادا) مقرر کر دیا ہے ہم کو معلوم ہے (یہ) اس لئے (کیا گیا ہے) کہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہ رہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے(50)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 51۔ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِيٓ إِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ۚ ذٰلِكَ أَدْنٰى أَنْ تَقَرَّ أَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَا اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوْبِكُمْ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾

(اور تم کو یہ بھی اختیار ہے کہ) جس بیوی کو چاہو علیحدہ رکھو اور جسے چاہو اپنے پاس رکھو۔ اور جس کو تم نے علیحدہ کر دیا ہو اگر اس کو پھر اپنے پاس طلب کر لو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ (اجازت) اس لئے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ پریشان نہ ہوں اور جو کچھ تم ان کو دو۔ اسے لے کر سب خوش رہیں۔ اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا اور بردبار ہے(51)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 52۔ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ ۢ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَّلَوْ أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿٥٢﴾

(اے پیغمبر) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو۔ خواہ ان کا حسن تم کو (کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ جو تمہارے ہاتھ کا مال ہے (یعنی لونڈیوں کے بارے میں تم کو اختیار ہے) اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے(52)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 54-53۔ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ إِلَّآ أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ إِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلٰكِنْ إِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ۚ إِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوْا أَزْوَاجَهُ مِنْ ۢ بَعْدِهٖ أَبَدًا ۚ إِنَّ

ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ إِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوْهُ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾

مومنو! پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرومگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے اوراس کے پکنے کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے۔لیکن جب تمہاری دعوت کی جائے تو جاؤ اور جب کھانا کھا چکو تو چل دو اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھ رہو۔ یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے۔اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں (اور کہتے نہیں ہیں) لیکن اللہ سچی بات کے کہنے سے شرم نہیں کرتا۔اور جب پیغمبروں کی بیویوں سے کوئی سامان مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ یہ تمہارے اور ان کے دونوں کے دلوں کے لئے بہت پاکیزگی کی بات ہے۔اور تم کو یہ شایاں نہیں کہ پیغمبر خدا کو تکلیف دو اور نہ یہ کہ ان کی بیویوں سے کبھی ان کے بعد نکاح کرو۔ بےشک یہ اللہ کے نزدیک بڑا (گناہ کا کام) ہے(53) اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) خدا ہر چیز سے باخبر ہے (54)

سورہ احزاب(33) آیت نمبر 55۔ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ إِخْوَانِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَآ أَبْنَآءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

عورتوں پر اپنے والدین سے (پردہ نہ کرنے میں) کچھ گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں سے اور نہ اپنے بھائیوں سے اور نہ اپنے بھتیجوں سے اور نہ اپنے بھانجوں سے نہ اپنی (قسم کی) عورتوں سے اور نہ لونڈیوں سے۔اور (اے عورتو!) اللہ سے ڈرتی رہو۔ بےشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے(55)

ان مزید احکامات کے بعد آتی ہے وہی مشہور ومعروف آیت جس کو نبیؑ پر درود کی بنیاد کہا جاتا ہے۔ دیکھئے اور مذکورہ بالا تمام احکامات کی روشنی میں اس آیت کا ترجمہ بھی غور سے دیکھئے۔

سورہ احزاب(33) آیت نمبر 56۔ إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

بےشک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے نبیؑ کو (سیدھے راستے کی طرف) لے کر چلتے ہیں۔اے

ایمان والوں تم بھی ان (احکامات) پر چلو اور فرمانبرداری سے چلو۔(56)

لفظ "یصلو" کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔اب دیکھئے "سلموا تسلیما"۔یہی لفظ قرآن نے ایک اور جگہ استعمال کیا ہے۔اسے دیکھتے ہیں۔

سورہ النساء(4) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے(65)

سورہ احزاب (33) وَلَمَّا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ الْأَحْزَابَ قَالُوا هَٰذَا مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَصَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا ﴿٢٢﴾

اور جب مومنوں نے (کافروں کے) لشکر کو دیکھا تو کہنے لگے یہ وہی ہے جس کا اللہ اور اس کے پیغمبر نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور اللہ اور اس کے پیغمبر نے سچ کہا تھا۔اور اس سے ان کا ایمان اور فرمانبرداری اور زیادہ ہوگئی (22)

اس لیے آیت نمبر 56 میں بھی اس کا مطلب یہی ہوگا کہ مومن بھی اللہ کے دیئے گئے احکامات پر خوشی خوشی عمل کریں۔اور مزید وضاحت بالکل اگلی آیت نے کردی۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 58-57۔إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٥٨﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو تکلیف پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے(57) اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام (کی تہمت سے) جو انہوں نے نہ کیا ہو، ایذا دیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھا(58)

دیکھئے یہاں بھی بات معاشرتی احکامات بارے ہی ہو رہی ہے کہ ایمان داروں سے کہا جا رہا ہے کہ ان احکامات پر بخوشی عمل کریں اور ان پر عمل کے سلسلہ میں نبیؑ اور دیگر مومنوں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنیں۔

اس نصیحت کے بعد مزید احکامات دیئے گئے۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 62-59۔يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّـهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٥٩﴾ لَّئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللَّـهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّـهِ تَبْدِيلًا ﴿٦٢﴾

اے پیغمبر! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے اوپر چادر لے لیا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے(59) اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینے (کے شہر میں) بری بری خبریں اُڑایا کرتے ہیں (اپنے کردار) سے باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہاں تمہارے پڑوس میں نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے دن (60) (وہ بھی) پھٹکارے ہوئے۔ جہاں پائے گئے پکڑے گئے اور جان سے مار ڈالے گئے (61) جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔ اور تم اللہ کی عادت میں تغیر وتبدل نہ پاؤ گے (62)

یہاں ترتیب کے ساتھ جو احکامات بیان ہو رہے تھے وہ مکمل ہوئے۔ اب کچھ آیات اللہ تعالی نے بیان کی ہیں۔ جو مزید انذار و احکام پر مشتمل ہیں۔ ان کو دیکھتے ہیں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 63۔يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّـهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿٦٣﴾

لوگ تم سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کب آئے گی) کہہ دو کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے۔اور تمہیں کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آ گئی ہو(63)

یہاں اللہ تعالی نے واضح لفظوں میں بیان کر دیا کہ اس کے سوا قیامت کا علم کسی کو نہیں ہے۔اس کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر بھی یہی چیز بیان ہوئی ہے۔جب بھی سوال پوچھا جاتا تو نبیؐ یہی بات کہتے کہ قیامت کا علم تو صرف اور صرف اللہ کے پاس ہے۔(مزید دیکھئے سورہ اعراف آیت نمبر 187)۔اب ہمارے ہاں جو یہ مشہور ہے کہ نبیؐ نے قیامت کی نشانیاں بتائی ہیں تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ نبیؐ تو وہی بات کہہ سکتے ہیں جو اوپر مذکور ہے۔اس کے بعد کی جو چیزیں ہیں مثلاً نزول مہدی و مسیح اور دجال کا آنا یا غزوۂ ہند اور ملک شام میں اختتام ہونا۔یہ سب غیر قرآنی تصورات ہیں اور دیگر مذاہب سے مستعار لی گئی چیزیں ہیں۔جو کسی طرح سے ہماری روایات کی کتابوں میں دَر آئی ہیں۔ جہاں تک قیامت کی نشانیوں کا تعلق ہے تو اس بارے میں اللہ تعالی فرماتے ہیں۔سورہ محمد (47) فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ج فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ﴿١٨﴾

اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں کہ ناگہاں ان پر آ واقع ہو۔سو اس کی نشانیاں (وقوع میں) آ چکی ہیں۔پھر جب وہ ان پر آ نازل ہوگی اس وقت انہیں نصیحت کہاں (مفید ہو سکے گی؟) (18)

اس لیے یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ آخری پیغمبر اور آخری کتاب کے بعد کسی بھی وقت قیامت آ سکتی ہے۔یہی بات قرآن کہتا ہے۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 68-64۔إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾

بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے (جہنم کی) آگ تیار کر رکھی ہے (64)

اس میں ابدالآباد رہیں گے۔ نہ کسی کو دوست پائیں گے اور نہ مددگار (65) جس دن ان کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے کہیں گے اے کاش ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور رسول اللہ کا حکم مانتے (66) اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انہوں نے ہم کو راستے سے گمراہ کر دیا (67) اے ہمارے پروردگار ان کو دوگنا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر (68)

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ چیز واضح کر دی کہ جو لوگ بغیر سوچے سمجھے سرداروں اور دیگر پیشواؤں کی تقلید کرتے ہیں۔ اور خود اپنی سوچ سمجھ کو استعمال نہیں کرتے تو ان کے پیشوا چونکہ خود گمراہ ہوتے ہیں اس لیے وہ انہیں بھی گمراہ کر دیتے ہیں اور یہ لوگ ان کے ساتھ ہی جہنم میں پہنچ جائیں گے۔ آج کے دور میں جسے دربار، مزار، آستانے اور میڈیا میں موجود کئی علماء لوگوں کی گمراہی کا سبب بن رہے ہیں۔ مگر جب یہ پیشوا اور ان کے پیچھے چلنے والے جہنم میں جمع ہونگے تو کیا مکالمہ ہوگا۔

سورہ ابراہیم (14) وَبَرَزُوْا لِلّٰـهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفَآءُ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰـهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ قَالُوْا لَوْ هَدَانَا اللّٰـهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَآءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾

اور (قیامت کے دن) سب لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو ضعیف (العقل متبع اپنے رؤسائے) متکبرین سے کہیں گے کہ ہم تو تمہارے پیرو تھے۔ کیا تم اللہ کا کچھ عذاب ہم پر سے دفع کر سکتے ہو۔ وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے۔ اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں ہمارے حق میں برابر ہے۔ کوئی جگہ (گریز اور) رہائی کی ہمارے لیے نہیں ہے (21)

اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے سمجھنے کی قوت عطا کی ہے اور اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز بنایا ہے تو اسی چیز کا امتحان ہے۔ پھر برابر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر بھیجے اور آسمانی کتابیں بھیجیں۔ تا کہ ہر فرد تک اللہ کا پیغام پہنچ جائے۔ پس کسی کے پیچھے آنکھیں بند کر کے نہیں چلنا چاہئے بلکہ اس کے نظریات کو قرآن کریم کے ساتھ پرکھنا چاہیے۔ اور ہر وقت قرآن کریم سے ہدایت حاصل کرنی چاہیے۔ تا کہ ہم گمراہ ہونے سے بچیں۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 69۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوسٰى فَبَرَّأَهُ اللّٰـهُ مِمَّا قَالُوْا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰـهِ وَجِيْهًا ﴿٦٩﴾

مومنو! تم ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے موسیٰ کو رنج پہنچایا تو خدا نے ان کو بے عیب ثابت کیا۔ اور وہ اللہ کے نزدیک آبرو والے تھے (69)

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 71-70۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰـهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾

مومنو! اللہ سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو (70) وہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا (71)

یہاں اللہ تعالی نے فرمایا کہ آئیں بائیں شائیں یا گول مول کرنے کی بجائے۔ بالکل سیدھی بات کرو۔ روزمرہ اور لین دین کے معاملات میں بھی۔ اس سے وہ تمہارے معاملات درست کرے گا۔ اور ان میں آسانی پیدا کر دے گا۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے پاس یا تو مبالغہ ہوتا ہے یا لگی لپٹی ہوتی ہے یا سنی سنائی۔ اس لیے ہر طرح کے معاملات میں ایمانداری اور سچائی سے کام لینا چاہئے اور ایسی بات کرنی چاہئے جو سامنے والے کے لیے بالکل واضح ہو۔

سورہ احزاب (33) آیت نمبر 73-72۔ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰـهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوْبَ اللّٰـهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللّٰـهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٣﴾

ہم نے (بار) امانت کو آسمانوں اور زمین پر پیش کیا تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا (72) تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ اور اللہ مومن

مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے۔اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے(73)

'یہاں بار امانت سے مراد عقل وفکر اور اختیار ہے۔انسان کی یہی آزمائش ہے اسی لیے اللہ تعالی نے انسان کو دنیا میں بھیجا کہ وہ اپنی مادی زندگی کے معاملات اسی عقل وشعور کو استعمال کرتے ہوئے چلائے۔اور آپس کے معاملات (یعنی معاشرتی) کے لیے وحی کو ذریعہ ہدایت بنایا۔ساری انسانی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے۔ ہر نبی نے اپنی قوم کی عقل کو اپیل کیا۔قرآن میں جا بجا اس کی مثالیں موجود ہیں۔افلا تعقلون۔افلا تتفکرون۔افلا یتدبرون۔اولا یرون۔وغیرہ

یہاں اس سورہ کا اختتام ہوتا ہے۔ہم نے پوری سورۂ احزاب کو دیکھ لیا ہے اور اس میں موجود معاشرتی احکام بھی دیکھ لیے ہیں۔اب اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ ان احکام پر عمل کر کے مسلمان جہالت سے نکل کر ہدایت کی روشنی میں آ جائیں۔اور ہمارے علماء نے ان دو آیات 33/43 اور 33/56 سے مطلب "درود" نکال کر ان اصل احکام کو پس پشت ڈال دیا۔اور ایک بہت بڑی Lip Service " زبانی رٹہ " کا آغاز ہو گیا۔اب دیکھتے ہیں اس پر عمل سے معاشرے کی حالت کیا ہے۔

درود شریف کے بے شمار فضائل بیان کئے گئے ہیں۔اور علماء نے اس پر بہت زیادہ کتابیں تحریر کی ہیں۔جس میں عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ جس نے ایک دفعہ درود پڑھا۔اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے، دس گناہ معاف کرتا ہے، دس درجے بڑھا دیتا ہے۔(صحیح الجامع 6359)

اس کے پڑھنے سے اللہ دنیا وآخرت کی پریشانیوں سے بچا لے گا۔(ترمذی۔2457)

قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔(رواہ الترمذی وابن حبان وابویعلی)

اس کے بعد اس کی انتہا یہ ہے کہ إنَّ الدُّعَآءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ لاَ يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتّٰى تُصَلِّيَ عَلٰى نَبِيِّکَ صلی اللہ علیہ وسلم ۔(ترمذی486 اور حسن الالبانی)

بے شک دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے۔اور کوئی دعا اوپر نہیں جاتی، یہاں تک کہ آپ نبیؐ پر درود بھیجیں۔

یعنی دعا کا معاملہ خالص انسان اور اللہ کے درمیان ایک مضبوط تعلق کا اظہار تھا اس کو بھی درود کی بندش سے باندھ دیا۔ جو رب کہتا ہے کہ **وھوا السمیع العلیم وھو السمیع البصیر، یعلم خائنۃ الاعین و ما تخفی الصدور۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔** اور پھر جس نے یہ اعلان کررکھا ہے۔ **اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔**

ان صفات کا مظہر ہو جو رب۔ اس کے اوپر کسی طرح کی بندش نہیں لگائی جاسکتی۔

اس کے بعد یہی درود جادو ٹونا، اور عاملوں کے جوڑ توڑ کے لیے استعمال ہوا۔ تو پھر وظائف پر کتابوں کی کتابیں لکھی گئیں۔ کہیں اول آخر گیارہ مرتبہ پڑھا گیا۔ اور کہیں پوری تسبیح۔ اور انہی علماء کے ہاتھوں عوام کا استحصال شروع ہو گیا۔ اس وقت بے شمار قسم کے درود معاشرے میں چل رہے ہیں۔ درود کی چند اقسام درج ذیل ہیں۔

1۔ درود شفاعت	2۔ درود غوثیہ	3۔ درود لکھی	4۔ درود تاج
5۔ درود تنجینا	6۔ درود ہزارہ	7۔ درود ماہی	8۔ درود طوسی
9۔ درود خضری	10۔ درود نادیہ	11۔ درود کوامل	12۔ درود زیارت

یہ چند اقسام ہم نے یہاں درج کی ہیں ویسے کل درود جو مختلف لوگوں نے بنائے ہیں ان کی تعداد 100 کے قریب ہے۔

اس سے آگے کچھ لوگ بڑھے تو انہوں نے درود کی تسبیح شروع کردی۔ اب ذرا تسبیح کے بارے میں دیکھئے اللہ فرماتا ہے۔

سورہ واقعہ (56) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٧٤﴾

تو اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔

سورہ الحدید (57) سَبَّحَ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

سورہ الحشر (59) سَبَّحَ لِلَّـهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے(1)

سورہ الصّف (61) سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١﴾

آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوق ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے(1)

سورہ الجمعہ (62) يُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے(1)

سورہ التغابن (64) سَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١﴾

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اسی کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف (لامتناہی) ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے(1)

سورہ الدھر (76) وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾

اور رات کو بڑی رات تک سجدے کرو اور اس کی پاکی بیان کرتے رہو(26)

سورہ الاعلیٰ (87) سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى ﴿١﴾

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو(1)

ان آیات سے واضح ہے کہ تسبیح کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کی تسبیح نہیں کی جاسکتی۔ اب ہونا کیا چاہیے تھا کہ اللہ کے احکام پر عمل کر کے ظلمات سے نور کی طرف آیا جاتا۔ مگر آپ دیکھ لیں ان احکام کو درود میں بدل کر ہماری کیا حالت ہے۔ ہر ہر فرقہ کو دیکھ لیں اور ان کے اندر کے معاملات دیکھ لیں اور ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ دیکھ لیں

اور پھر مسلمانوں کی اجتماعی سوچ، تمدن، اخلاق اور دیانتداری کا جائزہ لیں تو یہی چیز سامنے آئے گی۔ کہ یہ سارے ابھی تک جہالت کی تاریکیوں میں ہی گھرے ہوئے ہیں۔ اور دن بدن یہ جہالت بڑھتی جارہی ہے۔

اوپر بیان کردہ معلومات سے یہ واضح ہوگیا کہ ان دو آیات 33/43 اور 33/56 میں (صلو) کا لفظ بطور (سیدھے راستے کی طرف چلانے) میں استعمال ہوا ہے۔ اور اللہ کے دیئے گئے احکامات اور وحی پر عمل کرکے ہی جہالت سے نور کی طرف آیا جاسکتا ہے۔

اب دیکھیے جو سلام نبیؐ پر بھیجنا ہے اس بارے میں اللہ تعالی نے دیگر انبیاء پر بھی سلامتی بھیجی ہے۔

سورہ الصّٰفّت (37) سَلَامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِي الْعَالَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ تمام جہان میں نوحؑ پر سلام ہو۔ (79)

سورہ الصّٰفّت (37) سَلَامٌ عَلٰی إِبْرَاهِيمَ ﴿١٠٩﴾ کہ ابراہیمؑ پر سلام ہو (109)

سورہ الصّٰفّت (37) سَلَامٌ عَلٰی مُوسٰی وَهَارُونَ ﴿١٢٠﴾ کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ پر سلام (120)

سورہ الصّٰفّت (37) سَلَامٌ عَلٰی إِلْ يَاسِينَ ﴿١٣٠﴾ کہ ال یاسینؑ پر سلام (130)

سورہ الصّٰفّت (37) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا پروردگار جو صاحب عزت ہے اس سے (پاک ہے) (180) اور پیغمبروں پر سلام (181) اور سب طرح کی تعریف خدائے رب العالمین کو (سزاوار) ہے (182)

سورہ النمل (27) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

کہہ دو کہ سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا۔ بھلا خدا بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا شریک) ٹھہراتے ہیں (59)

آخری دو آیات میں تمام انبیاء کرامؑ اس سلام میں شامل ہوگئے۔ یہی سلام ہم ہر نماز میں نبی کریمؐ

پر بھیجتے ہیں اور تمام صالح لوگوں پر۔ یہ اصل میں دعا ہے۔ اور اللہ کے حضور ہی یہ دعا ہوتی ہے۔ اور دعا کو صرف دعا ہی ہونا چاہیے نہ کہ اپنے دنیاوی فوائد اور پریشانیوں کے علاج اور عاملوں کے جوڑتوڑ کے لیے استعمال ہو۔

رہا معاملہ ذاتی معاملات اور پریشانیوں کا۔ تو اس کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے طریقہ کار بتایا۔ آپ وہ اختیار کیجئے۔ سب سے پہلے اپنی بساط بھر مادی وسائل استعمال کیجئے۔ اور اللہ سے براہِ راست دعا کیجئے۔ وہی آپ کے حالات سے بخوبی آگاہ ہے۔ وہ سننے والا ہے اور قبول کرنے والا ہے۔ اور ہر طرح کی مشکل میں راستہ دکھانے والا ہے۔ اور ان مشکلات کو حل کرنے والا ہے اور یہی ہمارا ایمان ہے۔

لیکن ہم دین کے احکام کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس کے لیے اپنے گردو پیش نظر دوڑائیے۔ رنگ برنگی محفلوں میں اور نعت خوانی کے نام پر ہم نے اس درود کو کیا بنا کے رکھ دیا۔ اور اس کی انتہا یہ ہوگئی کہ ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے ایک علیحدہ عمارت بنا کر کیسے درود پڑھنا شروع کروا دیا۔ اس کی تفصیل کے لیے یہ اخباری خبر دیکھئے۔

" گذشتہ ساڑھے بارہ سالوں میں 30 جون 2018 تک گوشہ درود کے ممبران کی طرف سے پڑھے جانے والے درود پاک کی کل تعداد 1 کھرب 94 ارب 59 کروڑ 69 لاکھ 41 ہزار 131 ہوگئی ہے۔ واضح رہے کہ تحریک منہاج القرآن کے سرپرست ڈاکٹر طاہر القادری نے یکم دسمبر 2005 میں نبی اقدس کی ذات مبارکہ پر 24 گھنٹے (فرض نمازوں کے اوقات کے علاوہ) درود پاک پڑھے جانے کے لیے مرکزی سیکرٹریٹ لاہور میں گوشہ درود کے نام سے کروڑہا کی لاگت سے ایک خوبصورت عمارت تیار کرائی جہاں ایک مخصوص لباس میں ہر وقت 8،8 گھنٹے تک 30 افراد درود پاک کے نذرانے پیش کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان سمیت دنیا بھر میں موجود گوشہ درود کے رجسٹرڈ ممبران روزانہ کی بنیاد پر پڑھا جانے والا درود پاک ہر مہینے کے آخری دن گوشہ درود میں درج کراتے ہیں۔" (روزنامہ ایکسپریس مورخہ 9 جولائی 2018)

یہ اعداد و شمار 2018 کے ہیں تازہ ترین اعداد و شمار آپ گوشۂ درود کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کر سکتے

ہیں۔

حیرت ہے کہ کیا اس طرح کی رہبانیت کی اسلام اجازت دیتا ہے۔ کیا نبی کریمؐ کے دور میں یا صحابہ کبار رضی اللہ عنھم کے دور میں کسی نے ایسا کام کیا ہے؟ کیا نبیؐ کو یا اللہ کو ایسی چیزوں کی ضرورت ہے۔ پھر اس تعداد کا شمار؟ یہ لوگ دین کا مدعا سمجھنے سے محروم ہیں۔ یہی جواب فرشتوں نے اللہ کو دیا تھا کہ یا اللہ ہم ہر وقت تیری تسبیح اور حمد وثنا بیان کر رہے ہیں تو تو کیوں انسان کو بنا رہا ہے۔ اس پر اللہ نے کہا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالی نے بھی اپنی عبادت کے مخصوص اوقات متعین کئے ہیں۔ پھر دین میں انسان کا اللہ سے کوئی مقابلہ نہیں ہے بلکہ انسان کا اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے مقابلہ ہے۔ کیونکہ ساری عمر انسان کا واسطہ دوسرے انسانوں کے ساتھ رہتا ہے اور وہاں پر اس کے رویوں کی آزمائش ہوتی ہے۔ اللہ نے دنیا میں انسان کو بھیجا تو ساتھ ہی فرمادیا **بعضکم لبعض عدو** ۔تمہارا بعض تمہارے دوسرے بعض کا دشمن ہوگا۔

اس لیے دین خیر خواہی کا نام ہے۔ نبیؐ کے لیے کوئی مشکل نہ تھی کہ کسی جنگل یا وادی میں بیٹھے اللہ اللہ کر کے زندگی گزار دیتے۔ مگر ان کو پتا تھا کہ ان کی ذمہ داری کیا ہے۔ وہ یہ کہ انہوں نے اپنی قوم کی اصلاح و تربیت کرنا ہے۔ اس لیے انسان کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں کی بہتری (دینی و دنیاوی) کے لیے اپنی عمر صرف کرے۔ نہ کہ کسی گوشہ میں بیٹھ کر اپنی عمر گزار دے۔

ظاہر میں یہ نبی کریمؐ کے نام پر لوگوں کے جذبات کی تکمیل ہے۔ مگر حقیقت میں یہ فلسفہ تصوف کی عملی تشکیل ہے۔ جس میں دنیا سے نفرت کرنا اور اس کے مسائل سے بھاگنا اولین ترجیح ہوتی ہے۔ اور عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ زیادہ تر مایوس لوگوں کی پناہ گاہ ہوتی ہے۔ دنیاوی زندگی کی بہتری اور دنیا سے نفرت دو علیحدہ بیانیے ہیں۔ ان میں فرق کے لیے ہم دیکھتے ہیں علامہ محمد اقبال اپنے خطبات میں خطبہ نمبر پانچ "اسلامی ثقافت کی روح" کا آغاز کچھ ایسے کرتے ہیں۔

"محمد مصطفٰی در قاب قوسین او ادنی رفت و باز گروید۔ واللہ ما باز نگردیم

شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے منسوب ان الفاظ میں شعور نبوت اور شعور ولایت کے مابین موجود

نفسیاتی فرق کا شدید احساس جلوہ گر ہے۔ یہاں اسے جس نکتے کی وضاحت کے لیے پیش کیا گیا ہے وہ غور طلب ہے۔ عبارت کا مضمر مدلول یہ ہے کہ ان دو قسموں کے شعور میں اساسی فرق تو کوئی نہیں ہے بلکہ یہ نوعیت میں ایک البتہ شدت Intensity میں متفاوت ہیں۔ نبی اور ولی دونوں ہی علم کے متلاشی ہیں۔ ولی کے لیے اس کا تجربہ، مشاہدہ (واردات اتحاد) حتمی چیز ہے اور مقصود بالذات ہے جبکہ نبی اپنے مشاہدے کی قدر و قیمت کا امتحان کرتا ہے اور اس کو دنیا کے ٹھوس حقائق پر آزما کر دیکھتا ہے۔

ایک اعتبار سے نبوت کی تعریف یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ یہ شعور ولایت کی وہ شکل ہے جس میں واردات اتحاد اپنے حدود سے تجاوز کر جاتیں اور ان قوتوں کی پھر سے راہنمائی، یا ازسرنو تشکیل کے وسائل ڈھونڈتی ہیں جو حیات اجتماعیہ کی صورت گر ہیں۔ گویا انبیاء کی ذات میں زندگی کا متناہی مرکز اپنے لامتناہی اعماق میں ڈوب جاتا ہے تو اس لیے کہ پھر ایک تازہ قوت اور زور سے ابھر سکے۔

یہاں مسئلہ یہ درپیش ہوتا ہے کہ اس استدلال کے منطقی نتیجے میں ولایت اور نبوت کا فرق اپنی اساس میں باقی نہیں رہتا۔ دین کا نقطہ کمال نبوت ہے اور تصوف کا نقطہ عروج ولایت ہے۔ نبوت وہ وہبی شرف و کمال ہے جو اللہ کی عطا سے انسان کو حاصل ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں انسانوں کو ہدایت کے لیے پیام ربانی ملتا ہے۔ دوسری طرف ولایت وہ درجہ روحانی ہے جس میں متصوف تقرب الی اللہ کا تحقق حاصل کرتا ہے۔ یہ اکتسابی ہے اور مجاہدہ اور تقویٰ سے اللہ کی عنایت کے سہارے حاصل ہوتا ہے۔ ان میں اساسی فرق ہے۔

ولایت کے حقائق و معارف کو درجہ یقین لازماً حاصل نہیں ہوتا۔ ان میں غلطی کا امکان ہے۔ جبکہ وحی کے لائے ہوئے حقائق نبوت ہر شک سے بالاتر ہیں۔ یہ حق الیقین کے مرتبے کی چیز ہیں۔ مزید برآں ولی کے مشاہدات موضوعی احوال سے عبارت ہیں۔ جبکہ نبی کو دیا جانے والا علم معروضی اور کائناتی نوعیت کا ہوتا ہے۔

نیز نبی کو بھیجی جانے والی ہدایت کا مبنی بروحی پیغام ہر کس و ناکس کے لیے واجب الاذعان ہوتا ہے

ولی کا الہام اور اس کے مضمرات کسی دوسرے کے لیے حجت نہیں ہوتے بلکہ خود صاحب الہام کے لیے بھی حجت نہیں ہوتے۔ جب تک ان کی تصدیق وحی سے آنے والے پیام خداوندی سے نہ ہو جائے۔

لہذا انبیاء کے مذہبی مشاہدات اور واردات کی قدر و قیمت کا فیصلہ ہم یہ دیکھ کر بھی کر سکتے ہیں کہ ان کے زیر اثر کس قسم کے انسان پیدا ہوئے۔ علی ہذا یہ کہ تہذیب و تمدن کی وہ کیا دنیا تھی جس کا ظہور ان کی دعوت سے ہوا۔"

یعنی صوفی اپنی انفرادی زندگی کی تجرد گاہ سے باہر ہی نہیں آنا چاہتا۔ اور نبی کے لیے تو مولانا حالیؒ نے کیا خوب فرمایا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　　اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

صوفی کو صرف اپنی بخشش کی حد تک غرض ہوتی ہے۔ جب کہ نبی اپنی قوم کو تبلیغ، تعلیم اور تزکیہ کے لیے دن رات ایک کر دیتا ہے۔ نبی کا مقصد لوگوں کی زندگی اور آخرت بہتر بنانا ہوتا ہے۔ نبی کے لیے تو اللہ کو کہنا پڑتا ہے کہ اے پیغمبر کیا تو اپنی جان اس غم سے ہلاک کر ڈالے گا کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لا رہے۔ نبی صرف اپنے پیٹ کے لیے کام کرتا ہے۔ اسے اپنے بچوں، آنے والی نسل کے لیے دولت اکٹھا کرنے کا کوئی فکر نہیں ہوتا۔ نبی نچلے Status کی لائف گزارتا ہے۔ جب کہ تصوف والوں کے حالات، طرز زندگی آپ لوگوں کے سامنے ہیں۔ اس بارے بھی علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو کہنا پڑا۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی　　　گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو، دیہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا　　　ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن

<u>**خلاصہ مبحث**</u>: إِنَّ اللّٰـهَ وَمَلَآئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

بے شک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے نبیؐ کو (سیدھے راستے کی طرف) لے کر چلتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان (احکامات) پر چلو اور فرمانبرداری سے چلو۔

باب دہم

لیلۃ القدر کی حقیقت

تقریباً تمام مذاہب کے پیروکار یہ تصور رکھتے ہیں کہ اپنے مذہب سے نسبت کی بنا پر ان کی نجات یقینی ہے۔ یہودی یہ کہتے تھے کہ وہ اللہ کی محبوب امت ہیں۔عیسائی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰؑ نے صلیب چڑھ کر ان کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔اب اخروی نجات ان کا حق ہے۔اسی طرح سے مسلمانوں نے مختلف عقائد بنا لیے کہ چونکہ آخری نبیؐ کی امت سے ہیں اس لیے ان کی نجات یقینی ہے اس کے علاوہ بھی مختلف طرح کے ورد وظائف ایجاد کر لیے اور قرآن کریم کی کچھ سورتوں سے جنت واجب ہوگئی ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

سورہ البقرہ (2) وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّآ أَيَّامًا مَعْدُوْدَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُخْلِفَ اللّٰـهُ عَهْدَهٗ أَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰـهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٠﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّأَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْئَتُهٗ فَأُوْلٰـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصَّالِحَاتِ أُوْلٰـئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ ﴿٨٢﴾

اور کہتے ہیں کہ (دوزخ کی) آگ ہمیں چندروز کے سوا چھو ہی نہیں سکے گی۔ان سے پوچھو، کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے کہ اللہ اپنے اقرار کے خلاف نہیں کرے گا۔(نہیں)، بلکہ تم اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہو جن کا تمہیں مطلق علم نہیں (80) ہاں جو برے کام کرے، اور اس کے گناہ (ہر طرف سے) گھیر لیں تو ایسے لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ ہمیشہ اس میں (جلتے) رہیں گے (81) اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں، وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں (عیش کرتے) رہیں گے (82)

یہاں اللہ تعالی نے واضح کر دیا کہ اس نے کسی سے کوئی عہد نہیں کیا بلکہ جو برے کام کرے گا۔ دوزخ میں جائے گا اور جو نیک اعمال کرے گا وہ جنت کا حق دار ہوگا۔ یہود کو تو زعم تھا کہ وہ انتہائی محبوب امت ہیں۔اس کا جواب اللہ نے ان کو دے دیا۔

سورہ المائدہ (5) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ أَبْنَآءُ اللّٰـهِ وَأَحِبَّآؤُهٗ ۚ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

بِذُنُوْبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ۚ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَآءُ ۚ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾

اور یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں کہو کہ پھر وہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تمھیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے اور آسمان زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی حکومت ہے اور (سب کو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (18)

اللہ تعالی نے یہودیوں کو کہہ دیا کہ جس طرح کے اور لوگ ہیں ویسے ہی تم لوگ ہو۔ اور اللہ کے ہاں بخشش اور مغفرت اور عذاب کے پیمانے مقرر ہیں۔ اس کا کوئی بھی محبوب نہیں۔ مگر اس کے نیک بندے ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے سورۂ اعراف میں فرمایا۔

سورۂ اعراف (7) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُوْلٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهُ فَأُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿٩﴾

اور اس روز (اعمال کا) وزن برحق ہے تو جن لوگوں کے (اعمال کے) وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں (8) اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے تو یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا۔ اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے (9)
آپ کا تعلق کسی بھی نبیؐ کی امت سے ہو یا آپ کتنی ہی پہنچی ہوئی ہستی ہوں۔ مگر یہ اللہ کا پروگرام ہے کہ آپ کے اعمال کا وزن ہونا ہے۔ یہ تصور بالکل غلط ہے کہ کسی نے بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جانا ہے۔ یا کسی کو اس کے پیر یا بزرگ حساب کتاب سے بچا لیں گے۔ اس کے بعد ایک اور مقام دیکھئے۔

سورۂ القارعہ (101) فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ ﴿٦﴾ فَهُوَ فِيْ عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٧﴾ وَأَمَّا مَنْ

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ ﴿٨﴾ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿٩﴾

توجس کے (اعمال کے) وزن بھاری نکلیں گے (6) وہ دل پسند عیش میں ہوگا (7) اور جس کے وزن ہلکے نکلیں گے (8) اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے (9)

یہ سارے مقامات سامنے لانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ بات سمجھ میں آ جائے کہ دین میں کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ آپ اللہ کے پروگرام کے مطابق اپنی زندگی تو نہیں گزارتے۔ مگر آپ کوئی ورد وظیفہ یا حج عمرہ سے ہی یہ سمجھ لو کہ آپ جنتی ہو۔ اس بارے میں مارکیٹ میں بہت سا مواد موجود ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ہیں جن میں درود، وظیفے اور اعمال بتائے گئے ہیں۔ جن کے پڑھنے سے جنت میں داخلہ واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی تصورات میں ایک "لیلۃ القدر" ہے۔ جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس ایک رات کی عبادت سے جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی روایات بیان کی جاتی ہیں اور قرآن میں موجود دو مقامات کی تشریح اسی حساب سے کی جاتی ہے۔ جس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ بڑے اہم فیصلے کرتے ہیں۔ یا دوسرے لفظوں میں یہ کہہ لیں کہ اللہ تعالیٰ سال کا بجٹ بناتے ہیں۔ اس لیے اس رات کی عبادت ایک ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اور علماء نے اس مدت کا بھی تعین کیا ہے جو کہ تقریباً 83 سال بنتے ہیں۔ اور یہ رات رمضان کی طاق راتوں میں ہوتی ہے۔ اور پھر جمہور امت کا اتفاق ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہوتی ہے۔ اس لیے اس رات مساجد میں ذکر و اذکار اور عبادات کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اور نماز تراویح میں جو قرآن پڑھنے کا سلسلہ ہے اس کا اختتام بھی اسی رات میں کیا جاتا ہے۔ اب ہم ان دو مقامات کا جائزہ لیتے ہیں جہاں سے یہ خاص رات مراد لی جاتی ہے۔

سورہ الدخان (44) حم ﴿١﴾ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴿٢﴾ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ﴿٣﴾ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ﴿٤﴾ أَمْرًا مِنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٥﴾ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦﴾

حٰم (1) اس کتاب روشن کی قسم (2) کہ ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔ ہم تو راستہ

دکھانے والے ہیں (3) اسی رات میں تمام حکمت کے کام فیصل کئے جاتے ہیں (4) (یعنی) ہمارے ہاں سے حکم ہو کر۔ بے شک ہم ہی (پیغام کو) بھیجتے ہیں (5) (یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔ وہ تو سننے والا جاننے والا ہے (6)

اللہ تعالیٰ کتاب کی قسم کھا رہے ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ ہم نے اس کتاب کو ایک مبارک رات میں نازل کیا ہے۔ جس میں ہر طرح کے معاملات اللہ نے واضح فرق سے بیان کر دیئے ہیں۔ یہاں علماء نے "یُفْرَقُ" کا معنی فیصلہ کرنے کے لیے ہیں جو کہ درست نہیں۔ قرآن کریم کے دیگر مقامات پر بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے

سورہ الکہف (18) قَالَ هٰـذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾

اس نے کہا اب مجھ میں اور تجھ میں علیحدگی ہے۔ (مگر) جن باتوں پر تم صبر نہ کر سکے میں ان کا تمہیں بھید بتائے دیتا ہوں (78)

سورہ انفال (8) وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰـهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰـهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ وَاللّٰـهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾

اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) غنیمت سے حاصل کرو۔ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر اور اس (نصرت) پر ایمان رکھتے ہو جو (حق و باطل میں) فرق کرنے کے دن (یعنی جنگ بدر میں) جس دن دونوں فوجوں میں مڈھ بھیڑ ہو گئی اپنے بندے (محمدؐ) پر نازل فرمائی۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (41)

سورہ فرقان (25) تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا ﴿١﴾

وہ (خدائے عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ تمام لوگوں کو آگاہ کر دے۔ (1)

سورہ بنی اسرائیل (17) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾
اور ہم نے قرآن کو جزو جزو کرکے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اُتارا ہے (106)

ان سب آیات سے ظاہر ہے کہ "یُفْرَقُ" کے معنی فیصلہ کرنے کے نہیں ہیں۔ جیسا کہ ترجمہ میں لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ اس رات میں فیصلے ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مطلب ہے کہ اس رات (قرآن) میں اللہ کے ہاں سے ہر طرح کے حکمت والے حکم واضح فرق کرکے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ جو اللہ نے ہی بھیجے ہیں۔ "امرا من عندنا" نے واضح کر دیا کہ اللہ کے ہاں سے کچھ امور ہیں جو اسی نے بھیجے۔

فیھا۔ یہ لفظ رات پر دلالت کرتا ہے۔ مگر کلام میں اسلوب کا بھی ایک مقام ہے۔ زبان میں مجاز کا استعمال بہت عام ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں۔

"فعل یا شبہ فعل کی نسبت اس امر کی طرف کی جائے جس کے لیے وہ بنیادی طور پر وضع نہیں ہوا ہو۔ اس لیے کہ اس فعل یا شبہ فعل کی اس امر کے ساتھ کوئی مشابہت ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **و اذا تلیت علیھم ایاتہ زادتھم ایمانا۔** اور جب ان پر اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں۔ اس آیت میں ایمان بڑھانا جو کہ اللہ کا فعل ہے۔ اس کی نسبت آیات کی طرف مجازاً کی گئی ہے کیونکہ آیات زیادتی ایمان کا سبب ہے۔

دوسری جگہ ارشاد باری ہے **یوماً یجعل الولدان شیبا۔** اس آیت میں فعل کی نسبت مجازاً دن کی طرف کی گئی ہے کیونکہ اس دن میں یہ فعل واقع ہوگا۔

مجاز فی المفرد: اس کو مجاز لغوی بھی کہتے ہیں۔ اس میں علاقہ مشابہت کا نہیں ہوتا۔ اس کی تعریف یہ ہے۔ "کسی لفظ کو ایسے لفظ میں استعمال کرنا جس کے لیے وہ ابتداً وضع نہ ہوا ہے۔" اس کی مزید کچھ مثالیں ہیں۔

'1۔ **حذف:** کلام میں حذف کرنا جیسے قالو سلاماً۔ وہ کہتے (ہم) سلام کہتے ہیں۔ کلام میں عموماً مضاف کو حذف کیا جاتا ہے۔ جیسے **و اسئل القریۃ۔**

2۔زیادہ: جیسے باری تعالی کا ارشاد ہے **لیس کمثله شیء**۔اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔اس آیت مبارکہ میں "مثل" زائد ہے۔اور تقدیرعبارت یوں ہے۔**لیس کھو شیء**۔

3۔کل کا اطلاق جزء پر: یعنی کل بول کر اس سے جزء مراد لینا۔جیسے **یجعلون اصابعهم فی اذانهم**۔وہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں۔اس آیت میں **اصابعهم** یعنی انگلیوں سے مراد ان کے جزو یعنی انگلیوں کے پور ہیں۔کیونکہ انسان کی پوری انگلی کان میں نہیں جاسکتی۔

4۔جزو کا اطلاق کل پر: جیسے **فول وجهک شطر المسجد الحرام**۔اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیرلیں۔اس آیت مبارکہ میں "وجه" سے مراد جسم ہے لیکن صرف "وجه" کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے۔

بعض اوقات لفظ (بعض) بول کر اس سے کل مراد لیا جاتا ہے۔جیسے **ولابین لکم بعض الذی تختلفون فیه**۔

اس کی دیگر کئی مثالیں بھی ہیں۔

اسی طرح ظرف بول کر مظروف بھی مراد لیا جاتا ہے۔جیسا کہ سورہ یوسف میں **واسئل القریة التی کنا فیها**۔یعنی بستی سے پوچھنا تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔بات بستی والوں سے پوچھنے کی ہو رہی ہے۔اسی طرح سورہ دخان آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا **فما بکت علیهم السماء والارض**۔ نہ ان پر رویا آسمان اور نہ زمین۔یعنی نہ آسمان والے (فرشتے) روئے اور نہ زمین والے۔

چنانچہ سورہ دخان میں (فیها) بول کر اس سے مراد کتاب یعنی قرآن کریم ہے نہ کہ رات۔اللہ تعالی کتاب کی قسم کھا رہے ہیں اور یہی بتا رہے ہیں کہ اس مبارک رات میں اللہ تعالی نے قرآن نازل کیا ہے۔ایسا کہیں ظاہر نہیں ہوتا کہ اللہ نے انسانوں کے بارے (موت و پیدائش) کے یا تقدیر کے کوئی فیصلے کرنے ہیں۔اسی مناسبت سے اسے شب قدر کہا جاتا ہے۔اور نہ ہی ایسا کہیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ کوئی اس رات کی عبادت کرلے تو وہ ہزار سال کی عبادت سے افضل شمار کی جائے گی۔

اب اس بارے میں سورہ قدر دیکھتے ہیں۔

سورۃ القدر (97) إِنَّآ أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴿١﴾ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ﴿٤﴾ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴿٥﴾

ہم نے اس (قرآن) کوشب قدر میں نازل (کرنا شروع) کیا (1) اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟ (2) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (3) اس میں روح (الامین) اور فرشتے ہر کام کے (انتظام کے) لیے اپنے پروردگار کے حکم سے اترتے ہیں (4) یہ (رات) طلوع صبح تک (امان اور) سلامتی ہے (5)

اللہ کا ارشاد ہے **شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن هد ی للناس و بینت من الھدی و الفرقان**۔ رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا اس میں لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی اور (حق و باطل میں) فرق کرنے کی واضح دلیلیں ہیں۔ اسی لیے یہ مانا جاتا ہے کہ لیلۃ القدر میں قرآن نبیؐ پر نازل ہونا شروع ہوا۔

اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ یہ رات ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ یعنی سابقہ امتوں پر جو مدت گذر گئی اور وہ گمراہی کا شکار ہوئے۔ تو اس تاریک دور کو (**الف شھر**) کہا گیا۔ جس میں الف بمعنی کثرت وقت کے لیے استعمال ہوا۔ اور قرآن نے آکر اس تاریک دور کو ختم کر دیا۔ جس رات قرآن کا نزول شروع ہوا۔ اس رات کو اللہ تعالی نے مبارک قرار دیا۔ اور وہ بھی قرآن کی وجہ سے۔ اور جہالت و گمراہی کے تاریک دور کے اختتام کی وجہ سے۔

آپ سورہ انفال اور سورہ آل عمران میں بھی دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ایک ہزار فرشتوں سے مومنوں کی مدد کی یا تین یا پانچ ہزار ملائکہ سے۔ یہاں عدد کا بھی کوئی مفہوم متعین نہیں۔ تو یہاں بھی کثرت ہی مراد ہے۔

پھر ان آیات میں کہیں بھی اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس رات کی عبادت ایک ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔

تنزل الملئکۃ و الروح فیھا۔ اس میں اللہ تعالی خبر دے رہے ہیں کہ فرشتے پہلی بار رسول اللہ

کے پاس اس رات حاضر ہوئے۔اور رسول اللہ کی نگاہ کے سامنے آ گئے۔روح وہ ہستی ہے جو ان کے سامنے ظاہر ہوتی اور وحی کو پہنچاتی ہے۔جس کا قرآن میں نام جبریلؑ مذکور ہے۔

یہ واضح رہے کہ یہ فرشتے اور روح ایک ہی دفعہ اترے، اس رات میں جو کہ ہو چکی ہے۔اور انہوں نے کچھ احکام اللہ کی طرف سے نبی کریم کو دیئے۔ہمارے ہاں اس کا ترجمہ کر دیا گیا کہ "فرشتے اور روح الامین" اترتے ہیں۔جبکہ بار بار اترنے کے لیے قرآن نے صیغہ ہی کوئی اور استعمال کیا ہے۔

سورہ حم سجدہ (41) إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ (اس پر) قائم رہے ان پر فرشتے اُتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غمناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا خوشی مناؤ (30)

یہاں لفظ (تتنزل) آیا ہے۔ایک (ت) استعمال نہیں ہوئی۔اور اترتے رہتے ہیں ان پر فرشتے۔

سورہ مریم (19) وَمَا نَتَنَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾

اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا نہیں اترتے۔جو کچھ ہمارے آگے ہے اور پیچھے ہے اور جو ان کے درمیان ہے سب اسی کا ہے اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں (64)

سورہ طلاق (65) اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ایسی ہی زمینیں۔ان میں (اللہ کے) حکم اُترتے رہتے ہیں تا کہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے (12)

ان مثالوں سے واضح ہے کہ ایک کام جو اللہ اور فرشتے مستقل کر رہے ہیں اس کے لیے (تتنزل)اور(یتنزل) کا صیغہ استعمال ہورہاہے اور جو کام صرف ایک ہی دفعہ ہوا ہے۔اس کے لیے (تنزل)کالفظ استعمال ہوا۔

یعنی یہ واضح ہوگیا کہ لیلۃ القدر صرف ایک ہی رات تھی جو گذر چکی ہے۔اس لیے یہ تصور درست نہیں ہے کہ ہر سال لیلۃ القدر آ رہی ہے۔اور ہر سال اللہ کوئی فیصلے فرما رہے ہیں۔

اصل بات ہے قرآن کریم۔مگر امت قرآن کو چھوڑ کر رات کے چکر میں پڑ گئی۔یہ تصور بنایا گیا کہ یہ رات ہر سال آتی ہے۔اور پھر یہ سرٹیفیکیٹ دیا گیا کہ آپ سارا سال جو مرضی کرتے رہیں مگر اس رات کی برکت سے آپ کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

باذن ربھم من کل امر سلام۔اپنے رب کے حکم سے ہر سلامتی والے حکم کے ساتھ فرشتے نازل ہوئے۔

ھی حتی مطلع الفجر۔یعنی وہ رات ہر قسم کے شر اور اذیت سے محفوظ ہے۔اس رات اللہ تعالی نے اپنے نبیؐ کا ہر رنج اور ملال دور کر دیا۔اور ان کے لیے ہدایت کے راستے کھول دیئے۔

<u>انسان اور دنیا کی زندگی</u>۔

انسان کی اس دنیا کی زندگی کا مقصد سمجھنا بہت ضروری ہے۔یہ بات تقریباً ہر مذہب والے مانتے ہیں کہ آخرت کی زندگی ہی مستقل ہے۔اور دنیا کی زندگی چند روزہ ہے۔

اس کے ساتھ ہی تقریباً تمام مذاہب نے کوئی نہ کوئی حل نکال کر رکھا ہے۔یہودی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ اللہ کی محبوب امت ہیں اس لیے اول تو وہ دوزخ میں جائیں گے نہیں۔اگر چلے بھی گئے تو چند دن سزا کے طور پر رہ کر پھر جنت میں چلے جائیں گے۔عیسائی مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے سولی چڑھ کر عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔اس لیے وہ بھی بخشے جائیں گے۔اس کے بعد آتے ہیں مسلمانوں کی طرف،انہوں نے بھی ایسے ہی عقائد بنائے ہوئے ہیں کہ چونکہ یہ اللہ کے محبوب نبیؐ کی امت ہیں ۔اس لیے نبیؐ ہی ان کو بخشوالیں گے۔اس کے بعد بھی انہوں نے پیر،ولی،اور بزرگ اور جانے کیا کیا چیزیں نکالی ہوئی ہیں جو ان کو آخرت میں کلین

چٹ مل جائے گی۔

ہمارے خیال میں جو لوگ ایسے عقائد کے حامل ہیں وہ دنیا میں انسان کے بھیجے جانے کے مقصد سے ہی غافل ہیں۔ دنیاوی زندگی بطور آزمائش ہے۔ یہ عارضی ٹھکانہ ہے۔ اور عدم مساوات پر مبنی ہے۔ جو کہ آزمائش کا لازمی خاصہ ہے۔ اور ہر امتحان میں رزلٹ ہی اگلی منزل کا پیمانہ ہوتا ہے۔ دنیا میں ہر فرد کو امیر ہو یا غریب، غیر معمولی صورتحال کا سامنا رہتا ہے۔ کیونکہ کہیں بھی صورتحال آئیڈیل نہیں ہوتی۔ گھر کی زندگی ہو، دفتر کی ہو، محلے کی ہو۔ موقع کی صورتحال میں کوئی فرد کس طرح سے اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ اس کی بنا پر ہی اس کی مارکنگ ہوتی ہے۔ اللہ فرماتے ہیں۔

سورہ البقرہ (2) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٥﴾

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنا دو (155)

سورہ محمد (47) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

اور ہم تو لوگوں کو آزمائیں گے تاکہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں ان کو معلوم کریں۔ اور تمہارے حالات جانچ لیں (31)

سورہ فرقان (20) وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَيَمْشُونَ فِي الْأَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيرًا ﴿٢٠﴾

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرو گے۔ اور تمہارا پروردگار تو دیکھنے والا ہے (20)

سورہ انبیاء (21) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ

﴿۳۵﴾

ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ اور ہم تو لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔ اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے (35)

سورہ اعراف (7) وَقَطَّعْنَاهُمْ فِي الْأَرْضِ أُمَمًا ۖ مِنْهُمُ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنَاهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٦٨﴾

اور ہم نے ان کو جماعت جماعت کر کے ملک میں منتشر کر دیا۔ بعض ان میں سے نیکوکار ہیں اور بعض اور طرح کے (یعنی بدکار)۔ اور ہم آسائشوں، تکلیفوں (دونوں) سے ان کی آزمائش کرتے رہے تاکہ (ہماری طرف) رجوع کریں (168)

یعنی انسان ہی انسان کے لیے آزمائش کا ذریعہ ہے۔ اور دنیا کی زندگی آئیڈیل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انسان نے ایک دن مر جانا ہے۔ اس لیے اس دنیا کی زندگی جنت کی خصوصیات کی حامل نہیں ہو سکتی۔

اب اللہ تعالیٰ نے انسان کو دیگر مخلوقات سے جو فضیلت دی ہے اس کی بنیاد عقل و شعور ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن کریم میں غور و فکر کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد باہر کی دنیا میں غور و فکر کا حکم دیا۔ تاکہ انسان کو جس بنا پر فضیلت دی ہے۔ اس چیز کا امتحان رکھ دیا۔

سورہ بنی اسرائیل (17) وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾

اور (اے بندے) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ۔ کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی (36)

یعنی اب انسان نے خود سوچنا ہے کہ کس جگہ اس نے صبر کرنا ہے۔ کس جگہ کسی کے پیچھے چلنا ہے۔ کس جگہ جدوجہد کرنا ہے۔ اس کے علاوہ وحی سے راہنمائی لیتے ہوئے دنیا کی زندگی کو گزارنا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے زندگی گزارنے کے بنیادی اصول دیئے ہیں ان کی روشنی میں اپنی عقل استعمال کرتے ہوئے زندگی گزارنے کو اللہ کی حمایت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اب اس سب

کے بعد اللہ نے واضح کر دیا کہ کامیاب کون ہوگا۔

سورہ اعلیٰ (87) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿١٤﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿١٥﴾

بے شک وہ کامیاب ہوگیا جو پاک ہوا (14) اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا (15)

سورہ الشمس (91) وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ﴿٧﴾ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴿٨﴾ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ﴿٩﴾ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ﴿١٠﴾

پھر اس کو بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی (8) کہ جس نے (اپنے) نفس (یعنی روح) کو پاک رکھا وہ کامیاب ہوگیا۔ (9) اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا (10)

سورہ طٰہٰ (20) إِنَّهٗ مَنْ يَّأْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾

جو شخص اپنے پروردگار کے پاس گنہگار ہو کر آئے گا تو اس کے لئے جہنم ہے۔ جس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا (74) اور جو اس کے روبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کئے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے لئے اونچے اونچے درجے ہیں (75) (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جو پرہیزگار رہا۔ (76)

یہ طریقہ اللہ نے بتایا کامیابی کا۔ یعنی پرہیزگاری کی زندگی ہی اس بات کی ضامن ہے کہ جس کی بنا پر کوئی جنت کا حق دار ٹھہرایا جا سکے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پرہیزگاری کا معیار کیا ہے۔ تو صرف عبادات اور ظاہری شباہت ہی پرہیزگاری نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی ظاہر پر فیصلہ نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ انسان کی نیت اور اس کے باطن پر فیصلہ کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں اس طرح کے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو ظاہری اعتبار سے بڑے پرہیزگار نظر آتے ہیں۔ مگر ان کے لین دین کے معاملات ان کی ظاہری شباہت سے

میل نہیں رکھتے۔ اسی طرح بہت سے لوگ ہیں جو بہنوں کا جائداد کا حق مار کر حج اور عمرہ کر آتے ہیں اور بزعم خویش سمجھتے ہیں کہ ان معاملات کی بابت ان سے اللہ پرسش نہیں کرے گا۔ یا اگر لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی جیسے بھی اپنی مرضی کی گزار لیں اور کچھ ورد وظیفے پڑھ کر ان کی اخروی نجات ہو جائے گی۔ تو یہ سب چیزیں اپنے آپ کو دھوکہ دینے کی ہیں۔ اللہ تعالی نے فیصلے وحی کی بنیاد پر کرنے ہیں۔ اگر تو آپ کے تمام اعمال قرآن کریم کے مطابق ہیں تو پھر یقیناً آپ آخرت میں کامیاب ہیں۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو قرآن نے ایسے لوگوں کے بارے سخت وعید سنائی ہے۔

ہمارے یہاں دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ جو دنیاوی زندگی کو اپنے طریقے سے جیتے ہیں۔ مذہبی رسوم اور عبادات کے پابند ہیں مگر قرآن پڑھنے کی اور سمجھنے کی بالکل بھی کوشش نہیں کرتے۔ ان لوگوں کے بارے اللہ نے فرمایا ہے

سورہ الکہف (18) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ عَرْضًا ﴿١٠٠﴾ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنْ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْتَطِيعُونَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾

اور اُس روز جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے (100) جن کی آنکھیں میرے قرآن سے پردے میں تھیں اور وہ سننے کی طاقت نہیں رکھتے تھے (101)

سورہ طہ (20) وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَىٰ ﴿١٢٦﴾

اور جو میری نصیحت (قرآن) سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے (124) وہ کہے گا میرے پروردگار تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو دیکھتا بھالتا تھا (125) خدا فرمائے گا کہ ایسا ہی (چاہیے تھا) تیرے پاس میری آیتیں آئیں تو، تُو نے ان کو بھلا دیا۔ اسی طرح آج ہم تجھ کو بھلا دیں گے (126)

یعنی جیسی کسی کی کوشش ہے ویسا ہی نتیجہ۔ جب کسی نے آخرت کی زندگی کی کوشش ہی نہیں کی تو پھر وہ آخرت کا پھل کیسے پا لے گا۔ اللہ نے انسان کو دنیا میں بھیجا اور کہا کہ زندگی میری طرف سے

بھیجی گئی وحی کے مطابق گزارو گے تو کامیاب رہو گے۔اب اگر کسی نے ساری زندگی یہ کوشش ہی نہیں کی کہ اللہ نے کیا وحی کیا ہے اور اسے سیکھنے کے لیے کوئی وقت نہیں دیا۔تو پھر وہ اپنا نتیجہ خود ہی نکال سکتا ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جنہوں نے دین و دنیا کی اچھی سمجھ بوجھ پیدا کی ہے۔مگر اپنی تمام تر توانائیاں صرف اسی دنیا کی زندگی کے لیے ہی صرف کر دی ہیں۔اور جن کے معاملات بھی درست ہیں۔مگر وہ اچھا خاصا کما کر دنیا میں اچھا مکان اور اچھا کھا کر بہت مطمئن ہیں کہ ان کی آخرت بھی بہت اچھی ہے۔قرآن ان کے بارے میں کیا کہتا ہے آیئے دیکھتے ہیں۔

سورہ یونس(10)إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُوْنَ ﴿٧﴾ أُوْلٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨﴾

جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اور دنیا کی زندگی سے خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں(7)ان کا ٹھکانہ ان (اعمال) کے سبب جو وہ کرتے ہیں دوزخ ہے(8)

لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی ظاہری شان وشوکت سے بہت زیادہ مرعوب ہوتے ہیں۔اسی لیے ایک ایسا طبقہ وجود میں آ چکا ہے جو آئے دن کوئی نہ کوئی فنکشن کرتا رہتا ہے۔اور مال وزر کی نمائش پر تسکین حاصل کرتا ہے۔نمود ونمائش اور بے جا اسراف سے اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی ناشکری کرتا ہے۔حالانکہ اللہ نے اسراف وتبذیر سے منع کیا ہوا ہے۔

سورہ الحدید(57)اِعْلَمُوْٓا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَآ إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾

جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت (وآرائش) اور تمہارے آپس میں فخر (وستائش) اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب (وخواہش) ہے (اس کی مثال ایسی

ہے) جیسے بارش کہ (اس سے کھیتی اُگتی اور) کسانوں کو کھیتی بھلی لگتی ہے پھر وہ خوب زور پر آتی ہے پھر (اے دیکھنے والے) تو اس کو دیکھتا ہے کہ (پک کر) زرد پڑ جاتی ہے پھر چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں (کافروں کے لئے) عذاب شدید اور (مومنوں کے لئے) خدا کی طرف سے بخشش اور خوشنودی ہے۔اور دنیا کی زندگی تو متاع فریب ہے(20)

دنیا کی زندگی میں اللہ نے کشش رکھی ہے لیکن ساتھ ہی اللہ نے بتا دیا ہے کہ اس زندگی میں جتنا رہنا ہے اتنا ہی سامان اکٹھا کریں۔مگر ہم لوگوں کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ دولت کی حرص و ہوس میں اندھا دھند بھاگتے جا رہے ہیں۔اور پھر یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کو بہتر مستقبل دینا چاہتے ہیں۔حالانکہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر جگہوں پر ایسی کمائی ہوئی دولت اسی اولاد کے ہاتھوں برباد ہوتی ہے۔شادی بیاہ کی رسومات ملاحظہ کرلیں۔صرف شادی والے جوڑے کے اخراجات ایک طرف، شادی میں شرکت کرنے والے دوست اور رشتہ دار حضرات بھی بہت سے غیر ضروری اخراجات کی زد میں آ جاتے ہیں۔لیکن اس سب کے پیچھے جذبہ کیا ہے، وہی مال و زر پر فخر اور ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی جدوجہد۔جیسا کہ قرآن نے بتا دیا ہے۔

سورہ ھود(11)مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿١٥﴾ أُوْلَـٰئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦﴾

جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا میں ہی دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی (15)

یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا کوئی چیز نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے، سب ضائع (16)

یعنی ایک طرح سے ہم اپنے آپ کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں اور اللہ تعالی کو بھی ۔ کہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں عبادات بڑے خشوع وخضوع سے سرانجام دیتے ہیں۔ بڑے ہی اشتیاق سے حج عمرہ ادا کرتے ہیں۔مگر ہم صرف ان عبادات پر اکتفا کر کے سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا تو ہماری خوشحال

ہے ہی، آخرت کے بھی ہم ہی حقدار ہے۔ حالانکہ اللہ فرما رہے ہیں کہ دنیا کی زینت اور شان وشوکت تمہیں گمراہی سے دوچار نہ کر دے۔ اب اللہ تو نیتوں سے واقف ہے اس لیے کہ اللہ کو پتا ہے یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ اس لیے وہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو اسی دنیا کے اندر ہی عطا کر دیتا ہے۔ اور جو بناوٹ اور مکاری وہ اختیار کئے ہوئے ہیں وہ سب اعمال آخرت میں ختم ہو جائیں گے۔

سورہ رعد(26) اَللّٰـهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوْا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾

اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ اور کافر لوگ دنیا کی زندگی پر خوش ہو رہے ہیں اور دنیا کی زندگی آخرت (کے مقابلے) میں (بہت) تھوڑا فائدہ ہے(26)

اللہ ہمارے حالات سے بہت واقف ہے۔ اس لیے جو لوگ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اللوں تللوں کے ذریعے ضائع کر دیتے ہیں۔ ان کو اللہ آگاہ کر رہے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ اللہ نے تمہارا رزق زیادہ کیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی زندگی کو تم حتمی سمجھ لو۔ اور جو تمہیں اللہ نے دیا ہے اس کو اپنی دنیاوی زندگی کی آسائشیں اکٹھی کرنے پر ہی خرچ کر دو۔ حالانکہ یہ زندگی تو آخرت کے مقابلے میں بالکل ہی حقیر ہے۔

سورہ ابراھیم (14) اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰـهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ أُوْلٰـئِكَ فِيْ ضَلَالٍ ۢ بَعِيْدٍ ﴿٣﴾

جو آخرت کی نسبت دنیا کو پسند کرتے اور (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے روکتے اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں ہیں(3)

سورہ حجر(15) قَالَ رَبِّ بِمَآ أَغْوَيْتَنِيْ لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾

(اس نے) کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے راستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے (گناہگاروں) کو آراستہ کر دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا (39)

یہاں شیطان کہہ رہا ہے کہ میں دنیا کی زندگی لوگوں کو پرکشش بنا کر دکھاؤں گا۔اور اس طریقہ سے سب کو گمراہ کردونگا۔مگر اللہ نے کہا کہ جو میرے بندے ہیں ان پر تیراز ور نہیں چلے گا۔یعنی جو وحی کی راہنمائی میں اپنے معاملات چلاتے رہے۔اور جن کی ساری زندگی کی سعی آخرت کے لیے ہی رہی۔

سورہ اعلیٰ (87) بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿١٦﴾ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى ﴿١٧﴾ إِنَّ هَـٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ﴿١٨﴾ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ﴿١٩﴾

مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔(16) حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے (17) یہ بات پہلے صحیفوں میں (مرقوم) ہے (18) (یعنی) ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں (19)

یعنی اللہ تعالی نے ہر قوم کو یہ بات واضح طور پر بتادی ہے کہ دنیا کی زندگی چندروزہ ہے اسکو آخرت پر ترجیح نہیں دینی۔اور شیطان نے یہ دنیا لوگوں کو مزین کر کے دکھا دینی ہے۔اس لیے اس سے بچتے رہنا چاہیے۔

سورہ النزعات (79) فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ﴿٣٧﴾ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٤٠﴾ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ ﴿٤١﴾

توجس نے سرکشی کی (37) اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا (38) اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے (39) اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا (40) اس کا ٹھکانہ بہشت ہے (41)

یہ آیات پچھلی ساری آیات کا نچوڑ ہیں۔یعنی دنیا کی زندگی کو ترجیح دینے کا لازمی نتیجہ سرکشی ہے۔یہ خواہشات کی بے لگامی ہے۔اس طرح سے ایک عجیب سی دوڑ شروع ہو جاتی ہے۔جس سے انسان ہر جائز و ناجائز راہ اختیار کرتا ہے۔اس کے مقابلے میں جو شخص ہر وقت اللہ سے ڈرتا ہے۔آخرت کی زندگی کو ہر وقت سامنے رکھتا ہے۔تو ظاہری بات ہے وہ اپنی خواہشات پر کنٹرول رکھتا

ہے۔اس طریقے سے وہ شیطان کے وار سے بھی بچ جاتا ہے۔اور تزکیہ نفس کر لیتا ہے۔ چنانچہ جنت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔

دنیا کی زندگی کے متعلق ان ساری گزارشات کا نتیجہ:

1۔اللہ تعالی نے انسان کو دنیا کی زندگی گزارنے کے لیے عقل وشعور کے وصف سے نوازا ہے۔

2۔اس پر مستزاد اللہ نے معاملات چلانے کے لیے بطور راہنمائی وحی کے ذریعے احسان عظیم کیا تاکہ انسان دنیا کی گمراہیوں سے بچ سکے۔اور آخرت کی زندگی میں کامیاب ہو سکے۔

3۔یہ کہ اللہ تعالی نے انسان کے لیے یہ دنیا بطور آزمائش بنائی ہے۔اس لیے اس کی رکاوٹیں، تکلیفیں، مصیبتیں جھیل کر ہی انسان کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا ہے۔بشرطیکہ انسان اللہ کے پیغام کو پڑھے، سمجھے اوراس پر عمل کرے۔

4۔انسان کا ٹارگٹ آخرت کی زندگی ہونا چاہیے اوراس طرح سے ہی وہ دنیا میں اللہ کی وحی کے مطابق زندگی بسر کرسکتا ہے۔

5۔جنت ایک انعام ہے۔اورانعام کا حقدار وہی ہوتا ہے جو امتحان میں پورا اترتا ہے۔جو امتحان میں فیل ہوجائے۔کبھی بھی انعام سے نہیں نوازا جاتا۔یہ کائناتی اصول ہے۔

6۔جنت کسی قسم کے جنتر منتر، جادوٹونے، تعویذ، ورد وظیفے یا کسی قسم کے عملیات سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔یعنی جنت حاصل کرنے کا کوئی بھی شارٹ کٹ راستہ نہیں ہے۔جیسا کہ ہمارے معاشرے میں کچھ چیزیں رائج ہیں کہ فلاں سورۃ روز پڑھنے سے جنت میں داخلہ یقینی ہے۔ یا فلاں درود پڑھنے سے جنت جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔تو یہ سب شارٹ کٹ ہم لوگوں کے اپنے ایجاد کردہ ہیں۔قرآن کریم ایسے کسی بھی طریقے کی حمایت نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے

سورہ زخرف(43) وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيٓ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾

اور یہ جنت جس کے تم مالک کر دیئے گئے ہو تمہارے اعمال کا صلہ ہے(72)

سورہ مریم(19) تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾

یہی وہ جنت ہے جس کا ہم اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو وارث بنائیں گے جو پرہیزگار رہو گا (63)

یعنی جس نے اچھے اعمال کے ذریعے اپنا تزکیہ کر لیا وہی جنت کا حق دار ہے۔ اس لیے امت میں موجود یہ تصورات کہ لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت سے انسان جنت کا حق دار ہو جاتا ہے۔ یا حج اور عمرہ انسان کو جنت کا حق دار بنا دیتا ہے۔ یہ سب تصورات غلط ہیں۔ حج اور عمرہ اور روزے کے اپنے فضائل ہیں اللہ کے ہاں ان کا مرتبہ ہے۔ لیکن یہ کہیں بھی اللہ نے نہیں فرمایا کہ حج اور عمرہ یا لیلۃ القدر کی عبادت سے انسان پچھلے سارے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے اور انسان نے لوگوں کے جو حق مارے ہیں وہ سارے اللہ معاف کر دے گا۔ ہر ہر عمل کا حساب ہونا ہے اللہ عادل ہے۔ اس کے ہاں میزان ہے۔ اللہ نے فیصلے میزان کے پلڑے پر کرنے ہیں نہ کہ کسی بھی شارٹ کٹ پر۔ اس لیے زندگی کو سمجھنا ضروری ہے آزمائش کو سمجھنا ضروری ہے اور قرآن کریم کے مطابق زندگی گزارنا از حد ضروری ہے اگر تو آخرت میں کوئی صلہ چاہیے۔ کیونکہ فیصلے قرآن کریم پر ہی ہونے ہیں۔ نہ روایات پر ہونے ہیں نہ کسی بڑے عالم یا امام کی مرتب کردہ فقہ پر۔

ہمارے لوگ اپنی اپنی مرضی کے دین پر چل رہے ہیں۔ اور جس کا جس مسلک کے ساتھ تعلق ہے وہ صرف اپنے مسلک کی کتابیں پڑھتا ہے اور صرف اپنے ہی مولویوں کو سنتا ہے۔ اور اس طرح سے اپنے عقائد پر قائم ہے۔ اور جو بھی اعمال وہ سرانجام دے رہا ہے وہ اپنے تئیں یہی سمجھ رہا ہے کہ وہ حق پر ہے۔ اور اس کے علماء بھی اس کو یقین دہانیاں کراتے رہتے ہیں اور وہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے۔ اس طرح سے بہت سے اعمال وہ ایسے کر رہا ہے جو صریحاً قرآن کریم کی نصوص کے ہی خلاف ہیں۔ تو اللہ ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتے ہیں۔

سورہ اعراف (7) اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيَاتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٥١﴾

جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ تو جس طرح یہ لوگ اس دن کے آنے کو بھولے ہوئے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے

تھے۔اسی طرح آج ہم بھی انہیں بھلا دیں گے(51)

اس لیے قرآن کو سمجھنا بہت ہی ضروری ہے۔اور اس پر ایک اور ذمہ داری جو ہم پر عائد ہو جاتی ہے کہ دوسروں تک خالص قرآن کی تعلیم کو پہنچانا۔تا کہ کوئی بھی فرد وحی کے پیغام سے محروم نہ رہ جائے۔اور اس کے ساتھ ہی اس پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔قرآن نے اپنے آپ کو ہدایت کا سرچشمہ کہا۔رحمت کہا،نفسیاتی بیماریوں کی شفا کہا ہے۔اور سب سے بڑھ کر اس پر عمل کر کے انسانی ذات کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کے چشمے سے سدا فیضیاب کرتا رہے۔اور اس کی ہدایت کی روشنی میں ہمارے لیے یہ دنیا میں بھی باعث خیر و برکت ہو۔اور آخرت میں بھی ہماری منزلیں آسان ہوں۔آمین